اُردوئے معلّیٰ

مرتبہ

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل



حصّہ اوّل

جلد اوّل

بعون صناعِ مکین و مکان و بفضل خلاقِ زمین و زمان

اردو کا کلاسیکی ادب

اُردوئے معلّیٰ

از

مرزا اسد اللہ خاں غالب

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

اُردوئے معلّٰی

(صدی ایڈیشن)

حصّہ اول

(جلد اول)

تدوین و حواشی

سیّد مرتضیٰ حسین فاضل

طبع اول : ۱۹۶۹ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)
ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

طابع : سید ظفر الحسن رضوی

مطبع : ظفر سنز پرنٹرز ۹ - کوپر روڈ لاہور

قیمت : [illegible] روپے

باسمہ سبحانہ

ہے تجلی تری سامان وجود

ذرہ بے پرتو خورشید نہیں

اردوئے معلی کا یہ صدی ایڈیشن غالب کے قدرداں
جناب پروفیسر حمید احمد خاں صاحب بالقابہ
وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے
نام معنون کرتا ہوں

ہیچ مداں

فاضل لکھنوی

فہرست

صفحات

(۲) بہ نام میاں داد خاں سیاح

(۳) بہ نام حبیب اللہ خاں ذکا

۴۳- از عمر و دولت برخوردار باشند -

۳ فروری ۱۸۵۸ع ۱۸۳

۴۴- صاحب ! تمھارا خط میرٹھ سے آیا ، مرأة الصحائف -

۲۰ جنوری ۱۸۶۱ع ۱۸۴

۴۵- بھائی ! میں نے دلی کو چھوڑا اور رام پور
کو چلا - ۲۱ جنوری ۱۸۶۰ع ۱۸۵

۴۶- برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال -

یکم مارچ ۱۸۶۰ع ۱۸۵

۴۷- میرزا تفتہ کو دعا پہنچے ، بہت
دن سے - ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ع ۱۸۶

۴۸- صاحب ! تم تو اچھے خاصے عارف ہو -

۱۹ فروری ۱۸۵۹ع ۱۸۷

۴۹- صاحب ! ہم تمھارے اخبار نویس ہیں اور تم
کو خبر دیتے ہیں - ۱۷ جون ۱۸۵۹ع ۱۸۸

۵۰- صاحب ! تمھارا خط آیا ، دل خوش ہوا -

۲۷ فروری ۱۸۵۹ع ۱۸۹

۵۱- کیوں مرزا تفتہ ! تم بے وفا یا میں کنہگار ؟

۲۷ مارچ ۱۸۵۹ع ۱۹۱

۵۲- شنبہ ششم مئی سنہ ۱۸۶۰ع ہنگام نیم روز - ۱۹۲

۵۳- نور نظر و لخت جگر مرزا تفتہ ! تم کو
معلوم رہے - ۲۸ اگست ۱۸۵۸ع ۱۹۳

۵۴- مرزا تفتہ ! تمھارا خط آیا ، فقیر کو فقیر ک
حال معلوم ہوا - ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ع ۱۹۴

۵۵- مرزا تفتہ صاحب ! پرسوں تمھارا دوسرا خط
پہنچا - ؟ ۱۸۶۷ع ۱۹۶

۸۲- صاحب ! تمھاری سعادت مندی کو ہزار ہزار
آفرین - ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ع ۲۳۲

۸۳- بھائی ! ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا۔
؟ ۱۸۵۳ع ۲۳۴

۸۴- عجب تماشا ہے ، بابو صاحب لکھ چکے ہیں۔
۵ جون ۱۸۵۳ع ۲۳۷

۸۵- میرا سلام پہنچے، خط اور کاغذِ اشعار پہنچا۔
جولائی ۱۸۵۴ع ۲۳۸

۸۶- کیوں صاحب ، اس کا کیا سبب ہے کہ بہت
دن سے ہماری آپ کی - ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۲۳۹

۸۷- صاحب ! عجب تماشا ہے، تمھارے کہنے سے
منشی شیو نرائن صاحب کو - یکم ستمبر ۱۸۵۸ع ۲۴۱

۸۸- رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف -
؟ جولائی ۱۸۵۸ع ۲۴۵

(۵) بہ نام حاتم علی مہر

۱- بھائی صاحب ! ۳۳ کتابیں بھیجی ہوئی
برخوردار منشی - ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ع ۲۴۴

(۶) بہ نام شہزادہ بشیر الدین صاحب

۱- حضرت پیر و مرشدِ بر حق سلامت تقصیر
معاف - ؟ ۱۸۶۰ع ۲۴۸

۲- در پرستش سستم و در کام جوئی استوار-
۱۱ اپریل ۱۸۶۸ع ۲۴۹

۳- تم سلامت رہو ہزار برس - ۱۶ جون ۱۸۶۷ع ۲۵۰

(۷) به نام سید بدر الدین احمد فقیر

۱- حضرت مخدوم و مکرم و معظم . . .
داست برکاتہم ! ۳ جنوری ۱۸۵۵ع ۲۵۲
۲- مخدوم و مکرم جناب فقیر صاحب . . . .
عالی میں ـ ؟ ۱۸۵۲ع ۲۵۳
۳- سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت ـ
۲۵ مئی ۱۸۶۳ع ۲۵۶
۴- پیر و مرشد ! آج نواں دن ہے، حسین مرزا
صاحب الور گئے ـ ستمبر ۱۸۶۳ع ۲۵۷
۵- حضرت ! آپ کے خط کے جواب لکھنے میں
درنگ اس راہ سے ہوئی ـ ۱۳ مئی ۱۸۶۳ع ۲۵۸

(۸) به نام عبدالغفور سرور

۱- جناب چودھری صاحب ! آپ کا عنایت نامہ
اس وقت پہنچا ـ یکم دسمبر ۱۸۵۸ع ۲۶۰
۲- جناب عالی ! آپ کا تفقد نامہ مرقومہ
یازدھم شعبان ـ اپریل ۱۸۵۹ع ۲۶۱
۳- جناب چودھری صاحب آپ کے تلطف نامہ
کے ورود ـ مئی ؟ ۱۸۵۹ع ۲۶۳
۴- جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور ـ
مئی ؟ ۱۸۵۹ع ۲۶۵
۵- شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب ـ
چودھری صاحب ـ جون ؟ ۱۸۵۹ع ۲۶۷
۶- شفیق میرے ، عنایت فرما . . تمھاری مہربانی کا ـ
؟ جون ۱۸۵۹ع ۲۶۹

(۹) بہ نام میر سرفراز حسین

(۱۰) بہ نام مہدی حسین مجروح

۱۵) بہ نام قاضی عبدالجمیل جنون

۱- مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب - ۱۸۵۳ع ۳۰۰

۲- قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ؟ ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ع ۳۰۳

۳- پیر و مرشد ! نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا - ۷ نومبر ۱۸۶۵ع ۳۰۵

۴- قبلہ ! ایک سو بیس آم پہنچے - ۲۸ جون ۱۸۶۴ع ۳۰۶

۵- جناب عالی ! وہ غزل جو کہار لایا تھا - ؟ ۳۰۷

۶- جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی - ۷ جنوری ۱۸۶۴ع ۳۰۷

۷- جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی - ۲۹ ستمبر ۱۸۶۱ع ۳۰۹

۸- جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے- ۳۰ نومبر ۱۸۶۳ع ۳۰۹

۹- جناب مولوی صاحب ! آپ کے دونوں خط پہنچے - ۱۹ جون ۱۸۵۳ع ۳۱۰

۱۰- قبلہ مجھے کیوں شرمندہ کیا - ۱۵ دسمبر ۱۸۶۳ع ۳۱۱

۱۱- جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے - عنایت نامہ کے - ۳۰ جون ۱۸۶۱ع ۳۱۲

۱۲- حضرت ! بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا - ۲۲ فروری ۱۸۶۱ع ۳۱۳

۱۳- پیر و مرشد ، فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت
گزاری - ۲۹ اپریل ۱۸۵۹ع ۴۱۵
۱۴- آداب بجا لاتا ہوں ، آپ کا نوازش نامہ
پہنچا - ؟ ۱۸۵۵ع ۴۱۷
۱۵- سبحان اللہ ، سر آغاز فصل میں - ۸ جون ۱۸۶۶ع ۴۱۸

(۱۶) بہ نام مردان علی خان رعنا

۱- خان صاحب عالی شان مردان علی خان -
؟ ۱۸۶۳ع ۴۱۹
۲- خان صاحب شفیقِ عالی شان کو میرا سلام -
دسمبر ۱۸۶۳ع ۴۲۰

(۱۷) بہ نام عبدالرزاق شاکر

۱- جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد
عبدالرزاق - ؟ ۱۸۶۴ع ۴۲۱
۲- قبلہ وکعبہ ! فقیر پا در رکاب ہے - ستمبر ۱۸۶۵ع ۴۲۵

(۱۸) بہ نام مولوی عزیز الدین صاحب

۱- صاحب ! کیسی صاحب زادوں کی سی باتیں
کرتے ہو - ؟ ۱۸۵۹ع ۴۲۷

(۱۹) بہ نام مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ

۱- قبلہ ! حضرت کا نوازش نامہ آیا -
۹ اگست ۱۸۶۲ع ۴۲۹

مقدمہ

از

مرتضیٰ حسین فاضل



حکیم احمد لکھنوی نے یہ تصویر پہلے ناخن سے اُبھرواں بنائی تھی ،
پھر پنسل سے تیار کی

(فاضل لکھنوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غالب کی قد آور شخصیت کا حسن روز افزوں ہے ، اس کی رعنائیِ فن دن بدن بڑھ رہی ہے ۔ غالب کے پرستاروں کا سلسلہ دور دور تک پھیل چکا ہے ، اس کا حلقہ مشرق سے مغرب تک نظر آتا ہے ۔ میرزا غالب اپنے ایبک خاندان کا پرانا وطن قبچاق ، پھر سمرقند بتاتے ہیں ۔ قوقان بیگ سمرقند سے لاہور آئے ، دہلی کی حکومت میں فوجی عہدہ دار ہوئے اور فتوحات کے صلے میں شکوہ آباد کے قریب کچھ زمین حاصل کر کے وجاہت کی زندگی گزار گئے ۔ قوقان بیگ کے بیٹے عبداللہ بیگ خاں کی شادی غلام حسین خاں کمیدان کی صاحب زادی عزت النساء بیگم سے ہوئی ۔ مگر عبداللہ بیگ دہلی ، آگرہ ، لکھنؤ ، حیدر آباد اور الور کہیں بھی جم کر نہ رہے ۔ ہاں جنگ میں وفات پانے کی وجہ سے راج گڑھ (الور) میں محو آرام ہوئے ۔ کہنے کو عبداللہ بیگ خاں کی ولادت گاہ دہلی[1] اور آرام گاہ راج گڑھ[2] ہے ۔

خود غالب کی ولادت آگرہ میں ہوئی ۔ تاریخ ولادت کے بارے میں قدیم ترین بیان کلیات نثر میں یہ ہے :

"پدرم عبداللہ بیگ خاں بہ شاھجہان آباد بہ وجود آمد و من بہ اکبر آباد ۔ چون پنج سال از عمر من گذشت پدر از

۱۔ کلیات نثر فارسی ، طبع ۱۸۸۴ع ، صفحہ ۱۵۴ ۔

۲۔ کلیات نظم فارسی ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، جلد دوم ، صفحہ ۳۴۹ ۔

سرم سایہ برگرفت ، عم من نصراللہ بیگ خاں چوں خواست
کہ مرا بہ ناز پرورد ، گاہ مرگش فرازآمد ، کما (؟ کم و)
بیش پنج سال پس ازگذشتن برادر بے مہین برادر برداشت
....و ایں حادثہ.....در سال هزار و هشت صد و شش
عیسوی............بروی کار آمد ۔"

(پنج آهنگ ، طبع ۱۸۵۳ع ، صفحہ ۳۲۷)

اس خط کے بیس بائیس برس بعد نواب یوسف علی خاں کو بھی
یہی سنہ ۱۸۰۶ع لکھتے ہوئے اپنی عمر کا ذکر کرتے ہیں :

"و از سر آغاز سال یک هزار و هشت صد و شش کہ دراں
گاہ شمار سنین عمر من از دہ نگذشتہ بود ۔"

(مکاتیب غالب ، طبع ۱۹۴۹ع ، صفحہ ۸)

اس کے تین سال بعد علاؤ الدین خاں کو لکھتے ہیں :

"میں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کے واسطے یہاں
(دنیا) بھیجا گیا ۔"

(اردوے معلیٰ ، طبع اول ، صفحہ ۳۹۸)

پہلے دونوں خطوں کی عبارت سے غالب کا سنہ ولادت ۱۷۹۷ع
اور آخری بیان سے ۸ رجب ۱۲۱۲ھ معلوم ہوتا ہے ۔ (یہ سنہ غالب
نے نظم و نثر میں متعدد جگہ لکھا ہے) تقویم میں ۸ رجب ۱۲۱۲ھ
مطابق پنجشنبہ ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ع ہے[1] ۔

۱- یہ بحث میں نے اس لیے قدرے مفصل لکھی ہے کہ مسلم ضیائی
اور افتخار الدین وامق صاحبان نے غالب کے زائچۂ ولادت کی ایک
تحریر پر بنیاد رکھ کر زائچہ و تقویم کی روشنی میں تاریخ ولادت
یکشنبہ ۸ رجب ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۷۹۸ع مانی ہے ۔
(باقی حاشیہ صفحہ ۵ پر)

ہوش سنبھالتے ہی غالب یتیم ہوگئے اور چچا کے گھر آنے جانے لگے ۔ چچا کے بعد شادی ہوئی اس لیے دہلی پہنچے ۔ دہلی میں بھی وہ باہر نہ نکلنے کی قسم کھا کے نہیں بیٹھے ، بارہا سفر کیے ، کئی مرتبہ ادھر ادھر کی سیر کی ۔ لکھنؤ ، کلکتہ ، بنارس ، مرشدآباد ، رام پور ان کی منزلیں رہیں ۔ آج سو برس بعد بھی اس سیر و گردش کا سلسلہ جاری ہے ۔ ترکستان ، روس ، لندن ، امریکہ اور ہندوستان میں ان کی شخصیت اور فن پر کام ہو رہا ہے ۔ لیکن درحقیقت غالب اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کے ساتھ پاکستان میں ہجرت کر آئے ہیں ۔ وہ پاکستانی ثقافت اور روایت کے بانیوں میں ہیں ۔ ان کی زندگی اور شخصیت کا تعمیری دور ۱۸۵۷ع کے بعد استوار ہوا ۔ وہ اردو ادب کے معماروں میں بہت اونچے درجے کے مالک ہیں اور اردو پاکستان کی قومی زبان ہے ۔ غالب ، فارسی کے ادیب ہیں اور فارسی پاکستان کو محبوب اور پیاری ہے ۔

۱۸۵۰ع سے ۱۸۵۷ع تک وہ ملازم دربار ، نجم الدولہ دبیر الملک تھے ۔ ۱۸۵۷ع میں وہ عوام کے محبوب شاعر اور ادیب کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴)

جہاں تک مجھے گمان ہے ، تصانیف غالب میں بقلم غالب ۸ رجب کے ساتھ یکشنبہ کا ذکر نہیں آیا ہے ۔ شاید زائچہ بنانے والے نے اپنے علم کی روشنی میں دن اور تاریخ اور ساعت خود نکالی ہے اور غالب نے اس کی تحریر پر توجہ نہ کی ۔ یہ عبارت ایک سطر ہے مگر تین دعووں پر مبنی ہے : ”پیش از طلوع صبح روز یکشنبہ ۱۲۱۴ھ ۔ آغاز ۱۷۹۸ع “ ۔ یہ تینوں باتیں میرے نزدیک مشتبہ ہیں ۔ صحیح تاریخ وہی ہے جو مسلم و مشہور ہے ۔ (نجوم و تقویم کی بحث کے لیے ملاحظہ ہو ”اردو نامہ“ کراچی مارچ ۱۹۶۷ع ۔ ”ماہ نو“ کراچی فروری ۱۹۶۸ع) ۔

حیثیت سے سامنے آئے۔ وہ ایک روایت کی آخری یادگار اور نئی قدروں کے قدر دان بن کر ابھرے ، وہ اب درباروں اور مشاعروں میں جانے کے بجائے پریس میں آنے لگے ۔ ان کے فن پارے درس و تدریس کا حصہ بن گئے ۔ اب غزل کم کہتے تھے ، غزلوں پر اصلاح بہت دیتے تھے ۔ نظم کم لکھتے تھے ، نثر زیادہ ۔ فارسی کم ، اردو لکھنے کی فراوانی تھی۔ ان کے مداح ، دوست اور شاگرد دور دور تک پھیلے ہوئے تھے ۔ یہ لوگ دوستانہ ، شاگردانہ اور ارادت مندانہ خط لکھتے تھے ۔ خط کا جواب "نواب اسد اللہ خاں ــ میرزا غالب" کا تبرک یا ذوق آفریں منشور اور نشاط افزا تحفہ سمجھا جاتا تھا ۔ مکتوب الیہ یہ خط خود پڑھتے تھے اور دوسروں کو پڑھ کر سناتے تھے ۔ مراسلے جمع ہوئے تو دفتر بننے لگے ، دفتر تیار ہو گئے تو کتابیں چھپنے کے امکانات روشن ہوئے ۔

منشی ممتاز علی ، منشی شیو نرائن ، منشی غلام غوث خاں بے خبر ، جواہر سنگھ جوہر ، امتیاز علی خاں عرشی اور مہیش پرشاد صاحبان نے ان فن پاروں کو مرتب کر کے ایک سے بہتر ایک کتاب پیش کی ۔ "عود ہندی" ، "اردوے معلیٰ" ، "مکاتیب غالب" ، "خطوط غالب" ، چار مجموعے شائع ہوئے۔ ان میں سے "مکاتیب غالب" بالکل نجی خطوط کا مجموعہ ہے مگر عرشی صاحب کی محنت سے اسے علمی مرتبہ حاصل ہوا ۔ مہیش پرشاد نے ادبی و تاریخی ذخیرے کو سامنے رکھا مگر تصحیح متن اور مقابلۂ ماخذ کے بعد تحقیق کی منزل آنے سے پہلے رحلت کر گئے ۔

"عود ہندی" اور "اردوے معلیٰ" دو بنیادی مجموعے سو برس سے پڑھے پڑھائے جا رہے ہیں ، مگر اشاعت در اشاعت کے باوجود موضوع تحقیق سے دور ہی رہے ۔ یہ کتابیں درسی مقاصد کے لیے چھپی تھیں اور اب تک ان کی قیمت اس معیار سے آگے نہ بڑھی ۔

غالب کے دوستوں نے دونوں کتابوں سے غالب کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں فائدہ اٹھایا۔ دفتر لکھے اور کتابیں تیار کیں مگر ان سرچشموں کو خس و خاشاک سے صاف نہ کیا۔

عود ہندی کی ترتیب و تحقیق کے سلسلے میں مجھے محسوس ہوا کہ غالب کے مکاتیب اور مکتوب نگاری کے فن کا مطالعہ لاہور سے بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ غالب کے ایک خط بنام غلام غوث خاں بے خبر نے اس خیال کو قوت پہنچائی:

> ''اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں؟ رقعے جمع کیے اور نہ چھپوائے۔ فی الحال پنجاب احاطے میں ان کی بڑی خواہش ہے۔ جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں، مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب، یا ان سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیج دیں۔''

(عود ہندی، طبع مجلس، صفحہ ۳۴۲، مکتوب ۱۸۶۵ء)

ان دنوں لاہور کے محکمۂ تعلیم نے نئے منصوبے کے تحت، نصاب کی ترتیب کا کام شروع کیا تھا اور اس کے ممبر، دہلی کے پیارے لال آشوب بھی تھے (مقدمہ ''رسوم ہند'' طبع مجلس صفحہ ب) اور مولوی کریم الدین پانی پتی بھی۔ پیارے لال آشوب نے اردو زبان کے نصاب میں بظاہر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ البتہ کریم الدین کے تالیفات میں ایک ابتدائی کتاب موجود ہے، جس کا نام ''انشائے اردو'' ہے۔ گارساں دتاسی نے دسمبر ۱۸۶۳ء کے خطبے (''خطبات گارساں دتاسی'' طبع انجمن ترقی اردو ۱۹۳۵ء، صفحہ ۳۸۸) میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس کتاب کے چار حصے ہیں؛ پہلے حصے میں خط نویسی

کے نمونے دیے ہیں ، جو بزرگ اور خورد ، خورد اور بزرگ اور ہم عمر اور ہم مرتبہ لوگوں کے درمیان ہونے چاہیے - دوسرے حصے میں عرائض نویسی کے نمونے ہیں - تیسرے حصے میں دفاتر اور عدالتوں کے خطوط کے نمونے ہیں - چوتھے حصے میں کاروباری خطوط کے نمونے ہیں -"

میرے پاس اس کتاب کے دو نسخے ہیں : ایک ۱۸۷۵ع کا مطبوعہ اور دوسرا ۱۸۸۲ع کا "انشاے اردو" - اس کے سرورق پر "فائدہ طلباء مدارس احاطۂ پنجاب کے لیے" درج ہے اور دیباچے کی تیسری سطر یہ ہے :

"حسب الحکم جناب میجر فلر (متوفیٰ ۱۸۶۸ع) صاحب بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدارس ممالک پنجاب کے بندہ کریم الدین نے درمیان ماہ جنوری ۱۸۶۳ع کے یہ کتاب تیار کی -"

معلوم ہوتا ہے کہ مختلف درجوں کے لیے جو کتابیں زیر تصنیف تھیں ، ان میں غالب سے امداد طلب کی گئی ، جس کی تفصیل ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی ، لیکن جستہ جستہ عبارتوں سے تھوڑا بہت مواد بہ ہر حال مل جاتا ہے مثلاً :

"انتخاب غالب" میں غالب سنہ ۱۸۶۳ع ، ۱۸۶۴ع کے درمیان لکھتے ہیں :

"اور مجموعہ نذر اس جناب رفعت مآب کے ہے ، جس سے عزت و توقیر فنانشل کمشنری[1] پنجاب کی ہے..... مناقب

۱- میکلوڈ ۱۸۶۵ع میں پنجاب کے گورنر مقرر ہو گئے تھے - (حواشی مکاتیب غالب ، صفحہ ۱۸۰)

عالی شان ، علم و اہل علم کے قدر دان . . . یگانۂ روزگار ، جن کا مطیع و محکوم ہونا اہل ہند کو سرمایۂ عز و افتخار ، والا پایہ ، عالی رتبہ ، معلیٰ القاب حضرت فلک رفعت میکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر بہادر قلمرو پنجاب - پس یہ کتاب اگر ان کے حکم سے چھپائی جائے گی تو صاحبان تازہ وارد ولایت کے پڑھنے کے کام آئے گی -"

اس کے کچھ دنوں بعد اعلیٰ درجے کے امتحانوں کے لیے دوسری کتاب ہمارے سامنے آتی ہے ، جو سنہ ۱۸۶۷ع میں مرتب ہوئی - اس کا جو نسخہ میرے پاس ہے ، وہ اٹھارہ سو بہتر کا ایڈیشن ہے - اس میں دوسرے مشاہیر کے خطوط و منشآت کے ساتھ غالب کے گیارہ خط ہیں -

تیسری کتاب جو محکمۂ تعلیم لاہور کے لیے غالب نے مرتب کی ، وہ "نکات و رقعات" ہے - اس کا پہلا ایڈیشن میرے پاس[1] ہے - اس کے پہلے صفحے پر پیارے لال نے 'التماس' میں کہا ہے :

"پیارے لال ، اسسٹنٹ ماسٹر مدرسۂ ضلع دہلی گزارش کرتا ہے کہ درینولا ، نواب اسد اللہ خاں بہادر نے قواعد صرف فارسی میں بہ زبان اردو کئی ورق لکھے اور چند خط اپنے مجموعۂ نثر میں سے جس کا "پنج آہنگ" نام ہے ، ضمیمہ ان اوراق کے کیے -"

۱- اسی نسخے کی نقل جناب اکبر علی خاں نے ہندوستان سے شائع کی اور اب محبی خلیل الرحمان صاحب داؤدی کے "مجموعۂ نثر غالب" میں شریک اشاعت ہے - آخر الذکر ایڈیشن میں میری مملوکہ کتاب کے سرورق کا فوٹو بھی ہے - دیکھیے طبع مجلس ترقی ادب لاہور -

"نکات و رقعات" تالیف کے بعد میجر فلر کے پاس لاہور بھیجی گئی ، اور انھوں نے بہ الفاظ ماسٹر پیارے لال آشوب "سزاوار درس و تدریس و شائستۂ آفرین و تحسین" قرار دیتے ہوئے پانچ سو نسخے چھاپنے کا حکم دیا ، اور کتاب فروری ۱۸۶۸ع کو دہلی کے مطبع سراجی سے چھپ کر طلباء تک پہنچی -

اردوے معلیٰ کی ضرورت اور اس کا منصوبہ

اس پس منظر سے معلوم ہوا کہ پنجاب میں ایک اچھے مجموعۂ خطوط کی ضرورت تھی ، اور غالب کے دوست بار بار غالب کے خطوں کا تذکرہ کر رہے تھے - میرزا کو اس بہانے حکام کو خوش کرنے اور اپنی کاوشوں کو منظر عام پر لانے کی فکر ہوئی تھی - ادھر "عود ہندی" کو ۶۱ سے ۶۶ تک چھ سال لگ گئے - ان کا خیال تھا کہ یہ کتاب چھپ کر صوبۂ آگرہ و اودھ کے نصاب میں داخل ہو جائے گی - اچانک سنہ ۱۸۶۶ع میں مولوی غلام امام شہید کی "انشائے بہار بے خزاں" چھپ گئی - اس کے بعد غالب کے لیے پنجاب کے علاوہ اور کوئی مرکز نہ رہا - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بے خبر اور غلام امام شہید کے گہرے تعلقات کو میرزا شبہے کی نظر سے دیکھتے ہوں اور وہ "عود ہندی" کی اشاعت خطرے میں محسوس کرتے ہوں - بہ ہرحال جب ادھر سے غالب کا دل کھٹا ہوا تو وہ اُن دوستوں کی امداد پر آمادہ ہو گئے جو دہلی ہی میں تھے اور غالب ان کے کام کی نگرانی کر سکتے تھے - دہلی میں ان کے خط جمع کرنے کا چرچا ۱۸۵۸ع سے ہو رہا تھا - اب جو محکمۂ تعلیم پنجاب نے مڈل اور ہائی کلاسز کے لیے نصاب لکھوانا شروع کیے اور دو ایک کتابیں چھپ کر دہلی و لاہور میں رائج ہو گئیں تو ایک طرف منشی پیارے لال آشوب ، اور غالباً کریم الدین پانی پتی کی طرف سے درخواست نے شدت اختیار کی - دوسری طرف منشی

جواہر سنگھ جوہر ، میر فخر الدین ، میر مہدی مجروح اور قربان علی سالک وغیرہ نے اصرار کیا اور جمعِ خطوط کا کام شروع ہو گیا ۔

آغاز کار

قطعی طور پر آغاز کار کی تاریخ معین کرنا تو مشکل ہے ، مگر نواب علاؤ الدین خاں کے نام تین خط ۱۸۶۳ء میں ایسے لکھے گئے ہیں جن سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء کے وسط میں یہ خیال عمل کی منزل میں آ گیا ۔ ''اردوے معلیٰ'' طبعِ زیر نظر کے خط نمبر ۸ ، ۴ میں اس کا ذکر ہے :

۱ ۔ اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اردو کے جمع کرنے پر اور اس کو چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں ۔

۲ ۔ مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں ۔

۳ ۔ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے ۔ اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بہ سبیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو ، اس کو دے دو گے تو موجب میری خوشی کا ہو گا ۔

۴ ۔ اس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے ۔

مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خطوط مرتب ہو گئے اور مسودہ تیاری کی منزل سے گزرنے لگا ۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطوط کے مجموعوں کی تلاش شروع ہوئی ، شاید ۶۴ ، ۶۵ تک یہ مہم جاری رہی اور ۱۸۶۶ء ، ۱۸۶۷ء میں کچھ خط جمع ہوئے ۔ ۱۸۶۷ء ، ۱۸۶۸ء کے درمیان ان کی نقل و ترتیب شروع ہوئی ۔ آخری شکل ۶ اپریل ۱۸۶۸ء کے بعد وجود میں آئی کیونکہ کتاب مقدمے کے بعد نواب غلام بابا صاحب کے نام سے شروع ہوتی ہے ۔ موصوف کے نام پہلا خط ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء کا ہے ، پھر ۶ ستمبر ۱۸۶۳ء کا ۔

تیسرے خط کی تاریخ ۳ اپریل ۱۸۶۷ع اور چوتھا چہار شنبہ ۶ اپریل ۱۸۶۸ع کا مکتوب ہے - اس سے زیادہ متاخر تحریر کوئی نہیں ہے - ہو سکتا ہے کہ ، اپریل سنہ ۱۸۶۸ع سے کچھ پہلے بلکہ سنہ ۱۸۶۶ع میں پہلی مرتبہ مسودہ لکھ لیا گیا ہو - نظر ثانی کے وقت یہ خط سورت سے آ گئے اور انھیں مرتب شدہ خطوط کے شروع میں درج کر دیا گیا - لیکن یہ قطعی بات ہے کہ "اردوئے معلیٰ" مکمل صورت میں ۶ اپریل ۱۸۶۸ع کے بعد اور مئی ، جون سے پہلے مجروح کے دیباچے یا مقدمے سے آراستہ ہو کر ، غالب کی اصلاح سے زینت پا کر پریس چلی گئی اور کاتب نے مسلسل لکھنا شروع کر دیا - سال کے ختم ہونے سے پہلے ، اشاعت کا اعلان ہو گیا اور غالب کی زندگی یعنی دسمبر ۶۸ یا جنوری ۶۹ میں طباعت کے ضروری مراحل طے ہو گئے تھے - اس زمانے کے حالات کا اندازہ کیجیے اور اس جلدی پر غور کریں تو حیرت ہوتی ہے - بظاہر مؤلف و ناشر دونوں کی پوری کوشش اور غالب کی بیماری تقاضا کر رہی تھی کہ میرزا کی آنکھ بند ہونے سے پہلے کتاب چھپ جائے - سب چاہنے والے تھے اور شوق و طلب کے نشاط سے سرشار - کام شروع ہوا تو آٹھویں صفحے پر یہ فقرہ تھا :

> "آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا ، اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی - ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا ، بینائی ضعیف ہو گئی . . . . ہجوم غم ہائے نہانی کا ذکر کیا کروں ، جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے ، یا ٹڈی دل آتا ہے ، بس اللہ ہی اللہ ہے !"

آٹھویں صفحے سے صفحہ چار سو اٹھاون کی کتابت و طباعت تک کتنی ہی جلدی کی جاتی ، کتاب کی طباعت اور اشاعت فروری ۱۸۶۹ع تک مشکل تھی - اور وہی ہوا کہ قربان علی سالک کو

کتاب کا خاتمہ اشک بار ہو کر لکھنا پڑا اور کتاب نے کم و بیش دس گیارہ مہینے لے لیے ، غالب آخر کب تک انتظار کرتے :

طائر جاں ، جو رشتہ بہ پا تھا ، موقع پا کر چھوٹ گیا

مرتبین اردوے معلیٰ

منشی جواہر سنگھ جوہر[۱] ، لالہ بہاری لال اور میر فخر الدین و غلام رضا خاں کی محنتوں سے چار سو اسی (۴۸۰) خط جمع ہوئے۔

''اردوے معلیٰ'' کی ترتیب و تالیف میں جوہر کا حصہ کس قدر ہے ، میر مہدی کی زبانی ملاحظہ کریں :

۱- منشی جواہر سنگھ جوہر کے والد رائے چھج مل (متوفیٰ ۱۲۷۷ھ ۶۰ ' ۱۸۶۱ع) غالب کے دوست اور مختار تھے - جواہر سنگھ جوہر سے بھی میرزا صاحب کو محبت تھی - فارسی مکتوبات میں متعدد خطوں سے ان تعلقاتِ محبت پر روشنی پڑتی ہے - جواہر سنگھ فارسی کے شاعر و نثرنگار تھے - غالب نے انھیں اپنی تلوار کا جوہر مانا ہے :

تا میکش و جوهر دو سخن ور داریم
شان دگر و شوکت دیگر داریم
درمیکده پیریم که ''میکش'' از ماست
در معرکه تیغیم که ''جوهر'' داریم

جواہر سنگھ لاہور میں بھی رہ چکے تھے (باغ دودر) - مالک رام کہتے ہیں کہ تحصیل‌داری کی وجہ سے پنجاب و یوپی میں رہے (تلامذۂ غالب) ، پھر ریٹائر ہو کر دہلی میں آ گئے۔ اندازاً ملازمت سے سبک‌دوشی کا زمانہ ۱۸۶۱ع کے بعد ہے - انھیں غالب سے بہت عقیدت تھی ، اسی بنا پر میرزا کی فارسی نظم و نثر کا بہت اچھا ذخیرہ ''سبد باغ دودر'' کے نام سے جمع کیا تھا ، جس کا ۱۸۷۰ع کا مخطوطہ جناب وزیرالحسن عابدی صاحب کے پاس محفوظ ہے اور موصوف اسے شایع کر چکے ہیں -

"جب شائقین ہنر دوست نے اس نمک ہندی کا مزا چکھا ، ہر ایک سرمایۂ لذت مائدۂ سخن سمجھ کر طلب گار و خواستگار ہوا ، اس واسطے منشی جواہر سنگھ جوہر کہ یہ صاحب اخلاق و مروت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ، ملازمین معززین سرکار سے ہیں اور اب پنشن دار ہیں ، علم فارسی کو خوب جانتے ہیں ، اشعار بھی اسی زبان میں فرماتے ہیں ، منشی صاحب کے اشعار قابل دید ہیں ، جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگرد رشید ہیں . . . . اون کی طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گہرہاے شب افروز سلک تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش عروس سخن ہوں ، اور یہ گل ہائے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں ۔ تا اوس کے روائح روح پرور سے دماغ نکتہ سرایان غیرت چمن ہو ۔
اس واسطے میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی نے سعیِ بے پایاں اور لالہ بہاری لال صاحب ، منشیِ مطبع مذکور نے کوششِ فراواں سے اکثر خطوط جمع کیے اور قصدِ انطباع کیا ۔"

(دیباچۂ اردوے معلیٰ ، صفحہ ۴) ۔

حکیم غلام رضا خاں نے ۱۸۵۷ع کے بعد اکمل المطابع اور اکمل الاخبار کے نام سے پریس اور اخبار جاری کیا ۔ پریس کے منشی اور اخبار کے ایڈیٹر بہاری لال مشتاق تھے اور مہتمم میر فخر الدین ("صحافت ـــــ پاکستان و ہند" میں ، صفحہ ۲۷۷) مشتاق خوش نویس اور کاتب تھے (تلامذۂ غالب) ۔ کوئی بعید نہیں کہ مشتاق نے "اردوے معلیٰ" کی کتابت بھی کی ہو ۔ "اردوے معلیٰ" میں بہاری لال کے نام دو خط ہیں ۔ دوسرے خط سے ہمیں "اردوے معلیٰ" کی تالیف کے

ماحول اور افراد کے بارے میں مفید روشنی حاصل ہوتی ہے :

"تمہارے خال فرخندہ فال ، منشی بال مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں - خوش خو ، شگفتہ رو ، بذلہ گو . . . . دوسرے تمہاری سعادت مندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم . . . . اردو نظم و نثر میں تمہاری طبع کی روانی اور تمہاری قلم کی گل فشانی - مگر چونکہ تم کو مشاہدۂ اخبار اطراف ، اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے ، بہ تقلید اور انشا پردازوں کے تمہاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں[1] ہوتی ہیں - میں تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہوں ، خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ زایل ہو جائے -

مگر بہاری لال ! اس نونہال باغ دولت ، یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو - یہ دانش مند ستودہ خوی ، امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلیٰ کو پہنچنے والا ہے - اس کی ترقی کے ضمن میں تمہاری بھی ترقی ہونے والی ہے . . . . . . میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع ، اجمل المطابع بھی ہے - حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبان روزگار ہیں ، نکوخوی اور نیکو کردار ہیں - میر فخر الدین آزاد منش اور سعادت مند نوجوان ہیں - کم گفتار اور مرنج و مرنجاں ہیں - تم چاروں شخص

۱- ان غلطیوں میں سے ایک دل چسپ غلطی املا کی یہ ہے کہ "زلہ چیں" کو "ذلہ چیں" لکھا ہے -

(صفحہ ۵ ، اردوے معلیٰ ، طبع اول)

پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو۔
جہاں آفرین تم چاروں صاحبوں کو خشنود و دل شاد
اور اکمل المطابع کو با رونق اور آباد رکھے۔"

۷ - جون ۱۸٦۸ع کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ "اردوے معلیٰ" کی ترتیب و تالیف ، کتابت و اشاعت میں بہاری لال ، حکیم غلام نبی خاں اور میر فخر الدین کی دل چسپیاں بھی شریک تھیں۔ جواہر سنگھ جوہر اور بہاری لال کی وجہ سے ہرگوپال نرائن تفتہ ، کیول رام ہوشیار ، ہیرا سنگھ وغیرہ کے خط حاصل ہوئے ہوں گے۔ لوہارو والوں کے لیے خود میرزا نے کوشش کی - جوہر سے چونکہ مجروح کے خواجہ تاشی والے روابط تھے اس لیے وہ بھی شریک کار رہے - مقدمہ انھیں نے لکھا ، اپنے خط اور اپنے دوستوں کے خط جمع کیے - یوں اس کتاب نے شوق کے زور ، معیار کی بلندی ، اسلوب کی رعنائی ، عبارت کی دل کشی ، جملوں کی شوخی ، مطالب کی وسعتوں اور معانی کی افادیت کی بنا پر خطوط کے تمام مجموعوں سے زیادہ مقبولیت حاصل کی۔

اردوے معلیٰ کا مقصدِ تالیف

"اردوے معلیٰ" میں چار سو اسی خط ہیں - یہ خط اسلوب کے لحاظ سے خالص ادبی اور مواد کے لحاظ سے سادہ اور ہلکے پھلکے ہیں - میر مہدی صاحب نے مؤلف یا مؤلفین کے مقصد کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے :

"خطوں کو دو حصوں پر منقسم کیا :
پہلے حصے میں . . . . صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے
تا طلباے مدرسہ فائدہ اٹھائیں۔
دوسرے حصہ میں . . . . مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ
وغیرہ لکھی تا سخن ورانِ معنی یاب اس کے دیکھنے

سے مزا پائیں ۔"

منشی جواہر سنگھ نے مجروح سے دیباچے کی فرمائش کی تھی ۔ انہوں نے کتاب کے بارے میں یہ باتیں اس طرح لکھیں جیسے وہ تمام معاملات میں شریک اور ترتیب کتاب کے مراحل سے واقف ہیں ۔

حکیم غلام رضا خاں نے کتاب کے حقوق حاصل کیے ۔ مرزا کی تحریر ہے کہ :

"میں نے از راہ فرطِ محبت اپنا حقِ تالیف نور چشم اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو بخش دیا ۔"

اردوے معلیٰ کا نام

خطوط کی جمع و ترتیب کے بعد نام کا مرحلہ تھا ۔ دیباچہ و خطوط و خاتمہ میں کوئی ایسی عبارت نہیں ملتی جس کے سہارے نام اور نام رکھنے والے اشخاص کا تعین کیا جا سکے ۔ البتہ منشی غلام غوث خاں بے خبر (مکتوب بہ نام غالب میں) لکھتے ہیں :

"جناب عالی ! کل ایٹہ میں تھا ۔ مرزا حاتم علی مہر جو اپنے بیٹے کے اس ضلع میں سرشتہ دار کلکٹری ہونے کے سبب سے بالفعل وہیں ہیں ، میرے پاس بیٹھے تھے کہ ہرکارہ ڈاک کا آپ کا خط لایا ۔ میں نے پڑھا ، انھوں نے سنا ، دونوں نے لطف اٹھایا ۔

پہلا مجموعہ اگر ایسا مہمل چھپا تو دوسرے کا چھپنا بہت مناسب ہوا ۔ مگر گستاخی معاف ، یہ نام "اردوے معلیٰ" نہایت بھونڈا رکھا گیا ۔ لالہ صاحب یا بابو صاحب کی تجویز ہو گی ، آپ نے اخلاق سے دخل نہ دیا ہو گا ۔ آپ کی تصنیف اور ایسا بھدا نام ! لا حول و لا ۔

اے قبلہ ! "قند ہندی" نام رکھا ہوتا ، یا پھر سے جو

چھپا ہے "قند مکرر" فرمایا ہوتا ؟ یہ دونوں نام کیسے شیریں تھے ؟ جب چھاپہ اتمام پر آئے اور قیمت قرار پائے تو مجھے اطلاع ہو ، کچھ جلدیں میں بھی لوں گا ۔"
(فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹)

اس خط میں تاریخ درج نہیں لیکن آخر ۱۸۶۷ع سے پہلے کا نہیں ۔ گویا ۱۸۶۷ع کے آخر یا ۱۸۶۸ع کے اوائل میں کتاب کا نام تجویز ہو چکا تھا ۔ بے خبر کو یہ نام پسند نہیں آیا ۔ کیا بعید ہے کہ اس ناپسندیدگی میں میرزا حاتم علی مہر بھی شریک ہوں ، اور دونوں نے اس بد ذوقی کا مجرم "لالہ" بہاری لال اور "بابو" جواہر سنگھ یا پیارے لال کو قرار دیا ہو ۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ غالب اپنی کتابوں کا نام بہت شاعرانہ اور ذوق آفریں رکھتے تھے ۔ "پنج آہنگ" ، "دستنبو" ، "مہر نیم روز" ، "ابر گہربار" ، "چراغ دیر" ، "درفش کاویانی" ، "نکات و رقعات" ، "عود ہندی" وغیرہ ۔ لیکن یہ خطوط و رقعات جس مقصد سے جمع کیے گئے تھے اس کا تقاضا یہی تھا کہ نام صاف اور معنی خیز ہو ۔ "اعلیٰ درجے کے نصاب میں داخل ہونے والی کتاب" یا "تعلیم اطفال کے لیے دستور العمل" (تعبیر سر ورق اردوے معلیٰ سطر ۹) اور "اردو کا اعلیٰ نصاب" "اردوے معلیٰ" کے بجائے "قند ہندی" اور "قند مکرر" فارسی نصاب کی غمازی کرتا ۔ اگرچہ اس زمانے کے پڑھے لکھے لوگوں کو یہ سادہ نام اچھا نہ لگتا ہو گا مگر آج کا نقاد یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اردوے معلیٰ کے سادہ و رنگین خط اس کا اسلوب اور انداز واقعاً "اردوے معلیٰ" ہے ۔

خالص اردو خطوط و عبارات کو "فغان بے خبر" اور مجموعۂ کلام فارسی میں عام خطوط کو "خون نابۂ جگر" کہنا ہی دور از کار استعارہ ہے ، چہ جائے کہ "قند ہندی" اور قند مکرر ۔"

اردوے معلیٰ کا مواد

"اردوے معلیٰ" کا پہلا حصہ فقط خطوط و رقعاتِ سادہ پر مشتمل ہے ۔ نجی خط اور دوستانہ مراسلات ہیں ۔ مکتوب الیہ چھوٹے بھی ہیں بڑے بھی ، برابر والے بھی ہیں اور کمتر درجے کے بھی ۔ مگر مرزا کے جو خط جمع کیے گئے ہیں ان میں ایک عجیب قسم کی ہمواری اور لطیف روانی ملتی ہے جسے بے تکلفی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور محبت کے رچاؤ سے بھی ۔ غالب کی افتاد طبع کا نتیجہ کہیے یا اسلوب کا انوکھا پن ، بیان پر قدرت کہیے یا انداز کی ندرت ۔ مثلاً پہلا خط نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام سے ہے اور آخری خط بہاری لال مشتاق کے نام ۔ دونوں مکتوب الیہ مرتبے کے اعتبار سے زمین آسمان کا فرق رکھتے ہیں لیکن دونوں کے خط دیکھیے ۔ ایک کو لکھتے ہیں :

> "نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت ، فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی ، حق تعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۔"

دوسرے کو لکھتے ہیں :

> "برخوردار ، بہاری لال ! مجھ کو تم سے جو محبت ہے ، اس کے دو سبب ہیں : ایک تو یہ کہ تمھارے خال فرخ فال ، منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ، خوش خو ، شگفتہ رو ، بذلہ گو ۔ دوسرے تمھاری سعادت مندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم ۔"

ظاہر ہے کہ یہ خط بہاری لال نے اردوے معلیٰ کی تالیف کے آخری مراحل میں غالب سے حاصل کیا ہے اور غالب نے ۷ ۔ جون ۱۸۶۸ع کو خوشنودی و فرمایش کی بنا پر قلم سنبھال کر اور پہلو نکال کر لکھا ہے ۔ لیکن غلام بابا صاحب کے خط پر تکلف اور

دوسرے پر بے تکلفی کا گمان ہوتا ہے۔ وہاں ممنونیت ہے ، یہاں محبت و کرم ، ممنونیت میں سادگی سے دل موہ لیا ، اور کرم و بزرگی میں مکند لال ، غلام رضا خاں ، غلام نبی خاں ، میر فخر الدین کو شریک لطف کر کے بہاری لال کی غلطیوں کی اصلاح کی اور اس انداز سے کہ وہ احساس ندامت کے بجائے ، مسرت و امتنان محسوس کریں ۔ یہ سلیقہ اور بات چیت کا لہجہ کسے نصیب ہوا ؟

اردوے معلیٰ کے مکتوب الیہ انچاس ہیں ، ان میں سے غلام بابا ، صاحب عالم ، مفتی محمد عباس انور الدولہ شفق ، غلام غوث خاں بے خبر ذرا اونچے درجے کے لوگ ہیں اور غالب ان لوگوں سے احسان مندی و مقصد برآری و ارادت کے جذبات رکھتے ہیں ۔

بشیر الدین ، عبدالجمیل ، عبد الغفور سرور ، ابراہیم علی خاں وفا ، تفضل حسین خاں ، عبدالرزاق شاکر ، مردان علی خاں رعنا ، پیارے لال آشوب ، ایک ہی قسم کے لوگ ہیں ۔ ان سے باوجود استادی و شاگردی ، برابری اور بے تکلفی کے ایک قسم کا تکلف بھی ہے ۔

ہرگوپال نرائن تفتہ ، میر مہدی مجروح ، حاتم علی مہر ، حسین مرزا ، غلام رضا خاں ، میرن صاحب سرفراز حسین ، یوسف علی عزیز ، امین الدین خاں ، علاؤ الدین خاں ، میاں داد خاں سیاح سے بہ فرق مراتب اتحاد و یگانگت ، محبت اور بے تکلفی ہے ۔

شاہ عالم ، عبداللطیف ، سالک ، رضوان ، ذوالفقار الدین حیدر ، شیو نرائن ، جواہر سنگھ ، ہیرا سنگھ ، بہاری لال چھوٹے ہیں اور غالب ان سے بزرگانہ تعلقات رکھتے ہیں ۔

ضیاء الدین خاں ، امین الدین خاں ، علاؤ الدین خاں ، امیر الدین خاں ، شہاب الدین خاں ، حسین علی خاں مذکورہ بالا گروہ سے بالکل جدا ہیں ، لیکن ایک عام قاری ان سب لوگوں کے نام خطوں کو پڑھ کر کوئی ایسی نا ہمواری محسوس نہیں کر سکتا

کہ نمایاں طور سے حدیں کھینچ سکے، بلکہ مجروح ، تفتہ ، علاؤ الدین خاں ، سرفراز حسین اور میرن صاحب کے نام خط پڑھ کر ، ہندو مسلمان ، دوست اور فرزند ، ہم عمری و کم سنی کا احساس بھی دب جاتا ہے - وہ بے ساختگی اور وہ بے تکلفی ہے کہ جیسے ساتھ کے کھیلے کودے بے تکلف دوست ہیں کہ آپس میں کوئی راز راز نہیں -

برابر والوں میں رکھ رکھاؤ ہے تو بے تکلفی کے ساتھ ، بات چیت ہے تو شوخی و زندہ دلی کے رنگ میں ، شکوہ شکایت ہے تو خوشی اور ہنسی کے پیرایے میں - کھنچاؤ اور تکدر ہے تو صاف شفاف فضا میں - غم کی بات ہے تو مسکرا کر ، دکھ کا بیان ہے تو لبوں پر تبسم ، تہی دست ہیں تو رندی ہاتھ سے نہیں جاتی اور تعزیت ہے تو بذلہ سنجی کا دامن نہیں چھوٹتا - وہی آمنے سامنے بیٹھنے کا نقشہ ، صفائی اور بے ریائی کا رنگ کہیں نہیں دبتا ، دل میں اتر جانے اور احساسات کو متاثر کرنے والا جادو ہے جو ہر صفحے پر جاگتا ہے اور سحر آفرینی ہے جو مسلسل ماضی کو حال کرتی چلی جاتی ہے -

زبان وہی ہے جو ان کا روزمرہ ہے - وہ دلی کے روڑے اور لکھنئو کے بانکوں کی طرح فقروں کی نوک پلک نہیں بناتے ، محاوروں اور چٹکلوں سے مناسبت نہیں رکھتے - ناسخ کا مزاج اور ذوق کا شعور ، غالب کے شعور سے ہم آہنگ نہیں - وہ نواب منش ، صاحب لوگ ، رند لاابالی ، جدت پسند ، سب سے الگ اور سب میں مل بیٹھنے والے آدمی ہیں - انھوں نے محمد حسین دکنی ، محمد حسن قتیل ، غیاث الدین ، محمد ابراہیم ذوق ، منشی غلام امام شہید دو آنکھیں دکھائی ہیں - انھیں پرانوں نے پسند نہیں کیا ، وہ جوانوں کی پسند کے آدمی ہیں - انھیں جوانی میں بنارس اور کلکتے کی ہوا راس آئی - وہ بڑھاپے میں نئی روشنی والوں کے ساتھ

اٹھے بیٹھے - پہلے زمانے کے استاد بوڑھوں میں جوان ہوتے تھے، غالب اپنے عہد کے جوانوں میں بوڑھے ہوئے، اس لیے دوسروں کی جوانی پر ثقاہت کا بوڑھا پن آ گیا اور غالب کے بڑھاپے میں جوانی کا رنگ چمکا - یہی رنگ ان کا آخری رنگ تھا جو ابھی تک تابندہ و درخشندہ ہے -

آخری یادگار۔۔اردوے معلیٰ

غالب کی زندگی میں جو کتاب مکمل ہوئی اور چھپی وہ "اردوے معلیٰ" ہے - اس کی پہلی جلد غالب کے مشوروں سے مکمل ہوئی - اس کی کتابت کے مرحلے غالب نے دیکھے، اس کی طباعت کی منزلیں غالب کی زندگی میں طے ہوئیں - مجروح کا دیباچہ اور کتاب کا اچھا خاصہ حصہ کاپی اور پروف کی صورت میں دیکھا - اسی لیے ترتیب اور کتابت و طباعت کی صحت و خوبی کے اہتمام میں کوتاہی نہیں ہوئی - افسوس ہے کہ جلدی کے باوجود کتاب کی تکمیل غالب نہ دیکھ سکے -

کتاب کا پہلا حصہ، جمعہ کے دن ۲۱ - ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۶ - مارچ ۱۸۶۹ع کو چھپ کر تیار ہوا - اس کے بعد خاتمۂ کتاب و صحت نامہ و سرورق کی طباعت ہوئی - میرا اندازہ ہے کہ اس میں بھی مہینہ لگ گیا ہوگا (کتاب کا سائز ۴/۱ × ۶ انچ سترہ سطری مسطر، کتابت اچھی، کاغذ ولایتی ہے، جو باوجود کہنگی کے "عود ہندی" کی طرح خستہ نہیں ہوا ہے[1]) اور غالب نے ۱۵ فروری، ۲ - ذی قعدہ پیر کے دن ظہر کے وقت انتقال کیا - اس کے بعد کتاب کا دوسرا حصہ چھپنے سے رہ گیا، صحبت درہم برہم ہو گئی اور جس کی خوشی سے سب خوش تھے، وہ نہ رہا -

---

۱- میرے پاس اس کے دو مکمل نسخے ہیں - ایک مجلس ترقی ادب لاہور کے کتب خانے سے مستعار اور دوسرا میرا ذاتی نسخہ ہے -

اردوے معلیٰ اور عود ہندی

"عود ہندی" ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ع کو طباعت کی آخری منزل سے گزری اور یقیناً نومبر دسمبر تک مرزا کو مکمل صورت میں ملی ہو گی - یوں تو فروری ہی میں کچھ لوگ نا مکمل نسخے پریس سے لے چکے تھے ، جس کی اطلاع غلام غوث نے غالب کو دی تھی :

"منشی ممتاز علی خاں صاحب کے بھانجے نے آپ کی اردو انشا مجھے دکھائی - سب چھپ گئی ، ایک صفحہ اخیر کا باقی ہے - خاں صاحب نے قطعۂ تاریخ کے انتظار میں کہ کوئی کہہ دے ، اسے پھینک رکھا ہے ، مراد آباد میں اخبار "جلوۂ طور" کا مہتمم بھی وارد تھا - وہ کہتا تھا کہ میں نے ویسے ہی نا تمام پچیس جلدیں لیں اور ان کو دیں -"

(فغان بے خبر ، صفحہ ۱۲۹)

مولوی عبدالقیوم کے خط میں لکھتے ہیں :

"عود ہندی" ، یعنی مرزا غالب کے رقعات کا مجموعہ مجھ تک پہنچا - افسوس ہے کہ نہایت غلط چھپا ، بہت جگہ غلطی سے مطلب خبط ہے -" (فغان بے خبر ، صفحہ ۱۴۱)

پھر "اردوے معلیٰ" کا ذکر کرتے ہیں :

"کہنے والے نے آپ سے سچ کہا - دہلی میں یہ مجموعہ ترتیب اور نام بدل کر چھپا ہے - میر فخر الدین مہتمم اکمل المطابع نے چھاپا ہے - "اردوے معلیٰ" نام رکھا ہے - دو حصے قرار دیے ہیں ، ایک حصہ ، جس میں رقعات ہیں ، مدت ہوئی طیار ہو گیا ، دو دو روپے کو بکتا ہے - دوسرا حصہ جس میں متفرقات نثریں مثل تقریظ

اور دیباچہ وغیرہ کے ہوں گے ، ابھی نہیں چھپا ہے -
''اردوے معلیٰ'' اور ''عود ہندی'' میں یہ فرق ہے کہ
اکثر رقعے اس کے اس میں اور اس کے اس میں نہیں ہیں ''-
(فغان بے خبر ، صفحہ ۱۴۲)

اردوے معلیٰ اور عود ہندی میں یہی فرق نہیں کہ عود ہندی کے ۱۸۸ صفحے اور دوسری کتاب کے ۴۶۴ یا تفتہ اور علاؤ الدین کے نام ''عود ہندی'' میں ایک ایک خط اور دوسری میں ۸۹ اور ۵۶ خط ہیں ، بلکہ ''عود ہندی'' میں بائیس مکتوب الیہ ہیں ، ''اردوے معلیٰ'' میں انچاس - مجموعی خطوط ایک میں ایک سو چھیاسٹھ ہیں ، دوسرے میں چار سو اسی - یعنی ہیئت و حجم میں بھی فرق ہے اور پھیلاؤ میں بھی -

دوسرا اہم اختلاف نوعیت خطوط کا ہے : ''عود ہندی'' کے خطوط علمی اور نسبتاً بھاری ہیں ، ''اردوے معلیٰ'' کے خطوط ادبی اور سادے ہیں - ''عود ہندی'' سے اگر میر مہدی کے خط نکال لیے جائیں تو کتاب بڑی حد تک سپاٹ ہو جائے - ''اردوے معلیٰ'' میں یہ بات نہیں - اس میں ہر مکتوب الیہ کے خطوں میں اس قسم کے دل کش مکاتیب موجود ہیں -

''اردوے معلیٰ'' ، مدارس کے نصاب میں رکھی جائے تو طلباء دل چسپی کے ساتھ پڑھیں گے اور ''عود ہندی'' کو طلباء بد دلی سے پڑھیں گے - گویا مجموعی تاثر کے لحاظ سے بھی دونوں میں اختلاف موجود ہے -

اہتمام ترتیب ، مذاق مرتبین ، کتابت و طباعت ، مواد و ہیئت کے اختلاف نے ثابت کر دیا ہے کہ ''اردوے معلیٰ'' میں ترتیب اور نام ہی نہیں بدلا گیا ہے بلکہ یہ کتاب دوسرے مقصد کے لیے تیار ہوئی ، اس کا نصب العین اس سے جدا تھا -

اردوے معلیٰ کا دوسرا حصہ

۱۸۶۹ع کے پہلے ایڈیشن کے بعد اردو گائڈ، کلکتہ سے مارچ ۱۸۸۳ع میں ٹائپ حروف میں ایک خوبصورت ایڈیشن چھپا۔ لیکن بقول ڈاکٹر عبدالستار صاحب:

"کہیں کہیں کچھ لفظ یا فقرے عمداً حذف کر دیے ہیں اور مجروح کے دیباچے اور سالک کی تقریظ کو خارج کر دیا ہے۔ جو غلطیاں پہلی اشاعت میں رہ گئی تھیں وہ ویسے ہی رہیں۔"

(مقدمہ خطوط غالب طبع الہ آباد، صفحہ ۵)

پھر ۱۸۹۱ع اکمل المطابع، مطبع فاروقی دہلی اور رام نرائن الہ آباد ۱۹۲۷ع بعد میں پہلا حصہ چھپا۔ ۱۸۷۵ع میں مولانا حالی اینگلو عربک اسکول دہلی میں مدرس ہو گئے۔ اس کے بعد طویل مدت تک انھیں مستقل طور پر یہاں رہنا پڑا۔ ۱۸۸۱ع میں مولانا آزاد کی "آب حیات" چھپی جس کے رد عمل میں حالی کو "یادگار غالب" کا خیال آیا۔ انھوں نے غالب کے شاگردوں، دوستوں اور عزیزوں سے مل کر سوانح کا ذخیرہ جمع کیا اور ۱۸۹۷ع میں نامی پریس کان پور سے "یادگار غالب" چھپ کر لوگوں تک پہنچی۔ حالی کا یہ ذخیرہ کن نوادر پر مشتمل تھا؟ ہمیں معلوم نہیں ہے، لیکن حالی اس ذخیرے کو "متھوں اور یادداشتوں" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حالی جمع کر کے کسی اور م غالباً "حیات جاوید" میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد جب ن یادداشتوں کو مرتب کرنے کا ارادہ کیا تو:

"معلوم ہوا کہ مرزا کی تصنیفات پر پھر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہو گی۔ اور اس کے سوا کچھ اور کتابیں بھی درکار ہوں گی۔ میں (حالی) نے دلی کے بعض بزرگوں

اور دوستوں کو لکھا اور انھوں نے مہربانی فرما کر
میری تمام مطلوبہ کتابیں اور جس قدر مرزا کے حالات
ان کو معلوم ہو سکے ، لکھ کر میرے پاس بھیج دیے۔"
(یادگار غالب ، طبع مجلس ، صفحہ ۵)

پھر بعض پر حاشیے کا نشان دے کر ذیل میں ان بزرگوں
اور دوستوں کے نام یہ لکھے ہیں :

نواب سعید الدین احمد خاں خلف الصدق نواب ضیاءالدین احمد
خاں مرحوم -

سید اکبر مرزا ، سید مظفر مرزا نبائر نواب حسام الدین حیدر
خاں مرحوم -

میر مہدی حسین مجروح -

لالہ بہاری لال مشتاق -

نہ معلوم حالی "مطلوبہ کتابوں" سے کیا مراد لیتے ہیں -
میرے نزدیک کچھ قلمی نسخے اور رقعات کے مجموعے ہوں گے جو
ان لوگوں نے حالی کو بھیجے ، اس لیے کہ آفاق حسین نے "نادرات
غالب" کے آغاز میں اپنی تمہید کا آغاز ہی یوں کیا ہے کہ :

"یہ خطوط مرزا غالب کے عزیز دوست میر مہدی حسین
مجروح اور میر افضل علی عرف میرن صاحب نے فراہم
کیے تھے -" (کتاب مذکور ، صفحہ ۵)

اور یہ مجموعہ حالی کے استعمال میں آیا (نادرات ، تمہید صفحہ ۶)
اسی طرح بہاری لال مشتاق نے "اردوے معلیٰ" حصہ دوم
بھی مولانا حالی کو دیا ہو گا - کیوں کہ اس کا مواد و ترتیب
میر مہدی مجروح کے تحریر کردہ دیباچے کے مطابق ہے ، یعنی اس
میں "مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ" ہے - نیز یہ کہ کتاب
کے آخر میں پہلے حصے کی طرح ہندو مکتوب الیہ پائے جاتے ہیں -

کیول رام ہشیار ، جواہر سنگھ جوہر ۔ شاید مولانا حالی اسی مجموعے کے بارے میں کہتے ہیں :

''اور بہت سے خطوط ان دونوں کتابوں [عود ہندی و اردوے معلیٰ] کی اشاعت کے بعد دستیاب ہوئے ہیں جو اب تک شائع نہیں ہوئے ۔ مگر عنقریب بعض احباب کا ارادہ ان کے چھپوانے کا ہے ۔''

پھر حاشیے میں لکھتے ہیں :

''یادگار کا پہلا ایڈیشن چھپنے کے بعد مطبع مجتبائی میں کل رقعات اور تقریظیں چھپ گئی ہیں ۔''

(یادگار غالب ، طبع دوم علی گڑھ ، صفحہ ۱۵۷)

یہاں مولانا اپنی ترتیب و تالیف کا ذکر نہیں کرتے ۔ گویا انھیں یہی مرتب شدہ نسخہ چھپنے سے پہلے مل گیا ، اور احباب اسی کو چھاپنا چاہتے تھے جو ''یادگار غالب'' کی طبع اول ۱۸۹۷ع کے بعد مجتبائی سے ۱۸۹۹ع میں چھپ گیا ۔

میرا خیال ہے کہ یہ حصہ جوہر ہی نے مکمل کیا تھا ۔ تکمیل کے بعد کرامت علی کے نام خط مل گیا تو اسے اپنے خطوں سے پہلے درج کر دیا ۔ اس حصے کا آغاز اس سرنامے سے ہوتا ہے ''خطوط ، در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار بہ زبان اردو'' ان خطوں کے بعد مجروح نے خود یا جوہر نے مجروح کے دو خطوں کو لکھ لیا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خط مولانا حالی نے بڑھائے ہوں ، کیونکہ مطبع مجتبائی کا نسخہ جس قلم سے شروع ہوا ہے وہ قلم جوہر کے خطوں پر ختم ہو گیا ، جیسے کتاب مکمل ہو گئی ۔ پھر صفحہ ۶۳ سے ''میر مہدی صاحب'' کے نام جو خط چھپے ہیں ان کا قلم خفی ، عبارت گنجان اور مسطر تنگ کر دیا گیا ہے ۔ گویا آخری ورق سے زیادہ کتاب میں گنجائش نہیں تھی اس لیے یہ

کوشش کرنا پڑی -
حصہ دوم سے پہلے محمد عبدالاحد نے لکھا ہے :

"جب 'اردوے معلیٰ' مرزا غالب ، ہندوستان کے سعدی مولانا حالی کی اجازت سے مطبع میں چھپی تو مولانا موصوف نے ایک . . . قلمی مسودہ . . . مرزا غالب کے رقعات کا اپنے پاس سے بھی عنایت فرمایا ، جس کو احقر نے حصہ دوم "اردوے معلیٰ" کے نام سے نامزد کر کے اسی کے آخر میں شامل کر دیا -"

اس عبارت سے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ مسودہ حالی کا مرتب کردہ ہے - مگر جب مطبع فاروقی والوں نے اسے چھاپا تو پیش لفظ یہ لکھا :

". . . . سید محمد عبدالسلام . . . . . عرض کرتا ہے کہ جب "اردوے معلیٰ" مرزا غالب کا حصہ اول....حاجی حکیم غلام رضا خاں صاحب رئیس دہلی کی اجازت سے مطبع فاروقی دہلی میں سہ بارہ چھپی (کذا) تو خیال ہوا کہ اس کا دوسرا حصہ جو شمس العلماء مولانا حالی نے مرتب کیا اس کے بارے میں جناب شمس العلماء سے اجازت حاصل کی جائے -"

محمد عبدالاحد نے یہ حصہ ۱۸۹۹ع میں چھاپا اور محمد عبدالسلام نے ۱۹۱۰ع میں - بلحاظ زمانہ و علم واقعات عبدالاحد صاحب کا بیان ہی درست ہے کہ مولانا حالی کے پاس "مسودہ" موجود تھا - انھوں نے از راہ شفقت چھاپنے کی اجازت دے دی - دس برس بعد جب عبدالسلام نے حکیم غلام رضا صاحب کی اجازت سے تیسری مرتبہ "اردوے معلیٰ" چھاپنا چاہی تو مطبع مجتبائی کا ایڈیشن ختم ہو چکا ہو گا ، اس لیے مولانا حالی نے اسی چھپے ہوئے حصہ دوم

کو دوبارہ چھاپنے کی اجازت دے دی ۔ عبدالسلام کو حالی نے ''مسودہ'' نہیں دیا جس کے عبدالاحد مدعی ہیں بلکہ چھپے ہوئے مجموعے کو دوسری مرتبہ چھاپنے کی اجازت دی ۔ اس لیے یہ شہرت بلا دلیل ہے کہ ''اردوے معلیٰ'' کا حصہ دوم حالی کا مرتب کردہ ہے ۔

مطبع مجتبائی طبع اول ۱۸۹۹ء میں یہ حصہ ۶۴ صفحات پر اور فاروقی طبع ۱۹۱۰ء میں پچپن صفحات پر مشتمل ہے ۔ دونوں ایڈیشن یکساں ترتیب و مواد و عبارات و اغلاط کے حامل ہیں : یعنی پہلے سات تقریظیں ہیں ان تقریظوں میں سے ''گلزار سرور''، ''حدائق انظار''، ''قواعد تذکیر و تانیث''، ''قصائد نادر'' کے دیباچے یا تقریظیں ''عود ہندی'' میں بھی موجود ہیں ۔ البتہ اس کی تقریظ ''مثنوی مہر''۔ ''اردوے معلیٰ'' میں نہیں ہے ۔ لیکن ''اردوے معلیٰ'' میں ''سراج المعرفت'' کتاب ابو ظفر ''دیوان ذکا'' کی تقریظیں زائد ہیں ۔ ''عود ہندی'' ان سے خالی ہے ۔ ان کے بعد ۳۵ خط بہ تفصیل ذیل ہیں :

تفتہ کے نام ۳۳ ۔
پیارے لال کے نام ۱ ۔
ذکا کے نام ۵ ۔
سیاح کے نام ۵ ۔
بشیر الدین کے نام ۱ ۔
عبدالغفور سرور کے نام ۔ ۔
کیول رام ہوشیار کے نام ۱ ۔
کرامت علی کے نام ۱ ۔
جوہر کے نام ۱ ۔
ہیرا سنگھ کے نام ۱ ۔

مجروح کے نام ۲ -

زیر نظر کتاب

میں نے ''اردوے معلیٰ''، حصہ اول و دوم کو بنیادی طور پر دونوں حصوں کی پہلی اشاعتوں کے مطابق رکھا ہے - یعنی حصہ اول طبع ۱۸۶۹ع اکمل المطابع سے لفظ بہ لفظ مقابلہ کر کے دیکھا ہے اور حصہ دوم، طبع مجتبائی ۱۸۹۹ع کے مطابق رکھا ہے لیکن اگر متعلقہ خطوط کے برعکس یا ان کی معتبر روایت مل گئی ہے تو اختلاف حاشیے میں بیان کر دیا ہے اور اگر زائد عبارت ملی تو اسے کہیں دار خطوں میں درج کر دیا ہے - اس کے لیے زیادہ‌تر دار و مدار قدیم رسائل، پھر "خطوط غالب" مرتبہ مہیش پرشاد طبع اول الہ آباد ۱۹۴۱ع پر ہے -

اس حصے میں جو حواشی مولانا حالی یا کسی اور نے لکھے ہیں وہ بھی نقل کر دیے ہیں تا کہ قدیم ماخذ محفوظ ہو جائے -

تیسرا حصہ

لاہور کے مشہور ناشر اور صاحب ذوق تاجر جناب شیخ مبارک علی صاحب نے ۱۹۲۳ع میں ''اردوے معلیٰ چھاپنے کا اہتمام کیا تو جناب شیر محمد سرخوش کے اس زمانے کے رسائل میں تازہ چھپے ہوئے خطوط غالب کو بھی یک جا کر کے ضمیمہ بنا دیا - یہ خط بیشتر قدر بلگرامی کے نام تھے اور حسرت موہانی کے رسالہ ''اردوے معلیٰ''، دسمبر ۱۹۰۷ع میں چھپ چکے تھے - جناب آغا محمد باقر صاحب نے دو خط بڑھائے، ایک خط لطیف احمد کا بھی شمار کر لیجیے تو کل ۲۴ خطوں کا یہ مجموعہ ضمیمہ سے عبارت ہے -

مجھے ۱۳ فروری ۱۹۴۶ع کو لکھنؤ کے مشہور بازار ''نخاس'' سے ''اردوے معلیٰ'' کا پہلا ایڈیشن ملا، تو میں نے دوران مطالعہ

سب نسخوں کو سامنے رکھ لیا اور نیت کی کہ ایک جامع نسخہ تیار کروں گا ۔ جو نیا خط کسی رسالے سے ملا نقل کر لیا ۔ لکھنئو یونیورسٹی اور جناب مخدومی پروفیسر مسعود حسن صاحب ادیب مدظلہ کے کتب خانوں میں پرانے رسالوں کا مطالعہ کیا ، گلی گلی کی خاک چھانی اور اچھی خاصی چیزاں جمع کر لیں ۔ پاکستان آنے کے بعد بھی چھان بین کا سلسلہ جاری رہا ، اور لگن لگی رہی ۔ خوش نصیبی سے ۴ ۔ اگست ۱۹۶۵ء کو جناب سید امتیاز علی صاحب تاج مدظلہم نے حکم دیا کہ ''عود ہندی'' کے انداز پر ''اردوے معلی'' بھی مرتب کر دوں ، تو خیال ہوا کہ یہ کام سال بھر میں مکمل ہو جائے گا مگر چار پانچ سال کی مسلسل محنت کے بعد آج یہ سطریں لکھنے بیٹھا ہوں ۔ میں نے حصہ اول و دوم کی ترتیب کے بعد سوچا کہ اگر ضمیمہ چھوڑ دیا تو ایک حوالے کے قابل اور مسلسل استعمال میں آنے والی کتاب کا ضروری حصہ رہ جائے گا ۔ اس کے خط براہ راست اصل تحریر غالب یا عکس تحریر سے بھی مقابلہ کر کے دیکھے گئے ہیں ، جیسے نواب سجاد مرزا صاحب کے نام والے مکتوب (جس کے لیے جناب آغا محمد باقر صاحب نبیرۂ مولانا آزاد کا ممنون ہوں ۔ موصوف نے ایک خط کا عکس بھی مرحمت فرمایا) ۔ قدر کے نام والے خط مدت ہوئی کہ مولانا حسرت کے رسالے سے مقابلہ کر کے دیکھے تھے ، پھر مہیش پرشاد صاحب کے مجموعے سے تصحیح کی ۔ موصوف نے بعض مکاتیب کی دوسرے ماخذ سے بھی تصحیح کی ہے ۔ بعض خط ، رسائل و اخبارات سے نقل کیے جن میں ایک نادر خط ''اودھ اخبار'' کے معاصر پرچے سے لیا اور تین چار خط ''فصیح الملک'' اور ''خیابان'' و ''نقوش'' سے ۔

اس حصے میں ۸۹ کم یاب خط یا تحریریں ہیں جو صحت متن اور تعیین تاریخ کے لحاظ سے محنت طلب تھیں ۔ اور افادیت

کے پیش نظر بہت اہمیت کی مالک ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ''اردوے معلیٰ'' کا یہ تیسرا حصہ بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا اور قبولیت کا درجہ حاصل کرے گا۔

میں نے سوچا تھا کہ تدوین و ترتیب کے بعد اس مجموعے کا نام ''فاضل ایڈیشن'' یا ''نسخۂ مجلس'' رکھوں۔ پھر خیال آیا کہ اس کے بجائے ''اردوے معلیٰ صدی ایڈیشن'' کہوں۔ مکرم و معظم جناب سید امتیاز علی صاحب تاج نے آخری نام پسند فرمایا اور اب اسی نام کو عنوان قرار دیا ہے۔

تصحیح و ترتیب کے بارے میں ضروری معروضات

''اردوے معلیٰ'' کی تصحیح کا سہل طریقہ تو یہی تھا کہ میں متن کے لیے بنیادی ماخذ سامنے رکھتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا، لیکن طبع مشکل پسند نے اجازت نہ دی۔ اب یہ کتاب باوجود صد عیب، اپنے نزدیک جن خوبیوں سے آراستہ کی ہے، ان کا مختصر سا تذکرہ بھی کر دوں:

۱۔ ہر خط کو متعدد اہم ماخذ سے مقابلہ کیا اور ہر ایک کے حاشیے میں ان کتابوں اور رسالوں کے حوالے لکھ دیے کہ قاری کو مراجعے میں آسانی ہو۔

۲۔ ''اردوے معلیٰ'' کے پہلے ایڈیشن میں خطوں کے صفحات لکھنے کے بجائے آغاز صفحہ کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

۳۔ ہر خط کے ساتھ سنہ یا تاریخ و ماہ لکھنے کی پابندی کی ہے اور اس سلسلے میں لاتعداد کتابوں، رسالوں، یاد داشتوں کی چھان بین کی ہے۔ اردو، فارسی خطوط بار بار پڑھے اور بڑے سوچ بچار کے بعد محتاط طریقے سے تاریخ لکھی اور مناسب اختصار کے ساتھ وجوہ لکھنے کی کوشش کی ہے۔

۴۔ تفصیل طلب اشاروں اور اشتباہ پیدا کرنے والے مقامات پر

مختصر حواشی بھی لکھ دیے ہیں -

۵- مکتوب الیہ کے مختصر سوانح ہر ایک نام کے ذیل میں درج کر دیے ہیں -

۶- بعض نادر خطوں کے عکس بھی شریک اشاعت کیے ہیں -

۷- ثانوی ماخذ کے اغلاط لکھنے یا ابتدائی ماخذ کی فروگذاشتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے پہلو تہی کی ہے کہ تحقیق میں کسی کی غلطی کو اچھالنا اسے زیب دیتا ہے جس نے کبھی غلطی نہ کی ہو -

و عین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما ان عین السخط تبدی المساویا

۸- ترتیب و اسلوب میں بہت سی باتیں مجھے پسند نہ تھیں ، مثلاً دوسرے حصے میں تقریظات کا پہلے ہونا یا تیسرے حصے میں مکتوب الیہ کی ترتیب کا باقی رکھنا - مگر میں نے اپنی پسند کو چھوڑ دیا کہ عہد غالب کی یادگر اور اگلوں کی محنت یا "اردوے معلیٰ" کی صورت کو بدلنا اچھا نہیں-

نام نیک رفتگاں ضایع مکن

البتہ میں نے لگے ہاتھ دفتر مکاتیب غالب ضرور مرتب کر لیا ہے جس میں تمام خط تاریخ تحریر کے اعتبار سے ہیں - ان شاء اللہ اس پر نظرثانی ہو جائے تو نذر احباب کروں گا -

شوق ساماں فضولی ہے ، وگرنہ غالب[1]
ہم میں سرمایۂ ایجاد تمنا کب تھا

۱- میں اسے یوں لکھنا چاہتا تھا -

شوق ساماں فضولی ہے ، وگرنہ فاضل
ہم میں سرمایۂ ایجاد تمنا کب تھا

تشکر و امتنان

میرا خوش گوار فریضہ ہے کہ میں اپنے تمام معاونین کا شکریہ ادا کروں خصوصاً جناب پروفیسر حمید احمد خاں صاحب (وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور) کا کہ صاحب موصوف نے پہلے ''عود ہندی" چھاپنے کی سفارش فرما کر مجھے مزید محنت کرنے کا حوصلہ دیا اور اب یہ خدمت اپنے نام سے معنون کرنے کی اجازت مرحمت کی -

جناب سید امتیاز علی تاج ناظم مجلس ترقی ادب لاہور نے ''عود ہندی" اور ''کلیات غالب فارسی" کے بعد ''اردوے معلیٰ" کی ترتیب کا حکم دیا ، آفریں کہی اور ہمت افزائی فرمائی -

جناب شیخ مبارک علی صاحب (لاہور) ، جناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب (الہ آباد) ، جناب امتیاز علی خاں صاحب عرشی (رام پور) جناب ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب (لاہور) وہ حضرات ہیں جنھوں نے شفقت ، محبت اور تبصرۂ کتاب سے سرفراز کیا اور ''اردوے معلیٰ" مرتب کرنے کا مشورہ دیا ، یہ سن کر کہ میں یہ کام کر رہا ہوں مسرت ظاہر کی -

جناب کلب علی خاں فائق نے متعدد مقامات پر اصلاح فرمائی ، جناب عبد الغفار صاحب نے طباعت کے مراحل میں مخلصانہ مدد فرمائی اور مجھے بے حد ممنون کیا -

یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب
کروں خوان گفتگو پر دل و جاں کی میہمانی

نجات کا طالب

مرتضیٰ حسین فاضل

۳۰ - جنوری ۱۹۶۸ع

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

الحمد للہ کہ حصۂ اول کارنامۂ فصاحت و سرمایۂ بلاغت
جس کا ہر حرف نایاب و ہر فقرہ لاجواب ہے ــــــ اعنی کتاب

۱۲۸۵ھ

اردوے معلیٰ

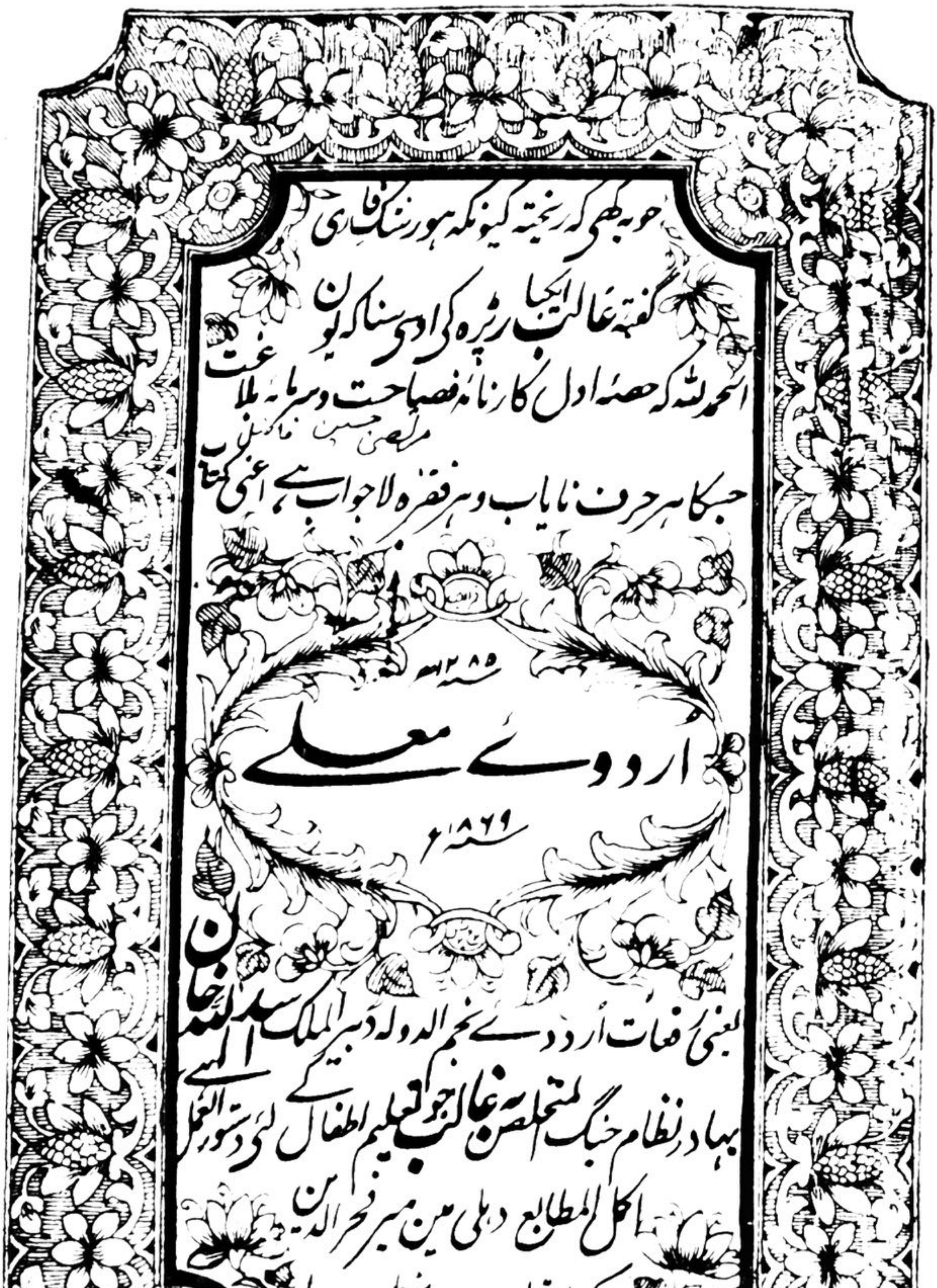
۱۸۶۹ع

یعنی رقعات اردوے نجم الدولہ دبیر الملک
اسداللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص
بہ غالب جو تعلیم اطفال کے لیے دستور العمل ہے

اکمل المطابع دھلی میں میر فخرالدین کے اہتمام سے منطبع ہوا

حصۂ اول[1]

[1] سرورق پر خفی قلم سے قمرالدین اور ''لوح یونس'' تحریر ہے یعنی لوح کی کتابت اور نقش و نگر میں دو آدمیوں نے حصہ لیا ہے - ''حصہ اول'' یہ عنوان اردوے معلیٰ طبع اول میں موجود ہے - دیکھیے صفحہ د سطر ۱۵ -



جو یہ بھی کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشکِ فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں

الحمد للہ کہ حصۂ اول کارنامۂ فصاحت و سرمایۂ بلاغت
مرقعِ حسن و کمال
جسکا ہر حرف نایاب و ہر فقرہ لاجواب ہے یعنی کتاب

سنہ ۱۲۸۵ھ

اُردوے معلّٰے

سنہ ۱۸۶۹ء

یعنی رقعات اُردوے نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان
بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب جو تعلیم اطفال کے لئے دستور العمل ہے
اکمل المطابع دہلی مین میر فخر الدین
کے اہتمام سے منطبع ہوا

عکسِ سرورق اردوے معلیٰ طبع اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

من[1] تصنیف شاعر شیریں مقال ، ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب مرزا اسد اللہ خاں غالب مدظلہم

ستائش داور جہاں آفریں آسان نہیں ، کیوں کر بیاں ہو ، اور نعت حضرت سید المرسلین مشکل ہے ، زبان کیا مرد میداں ہو۔ وہ دریائے زخار[2] ہے ، یہ محیط نا پیدا کنار ہے۔ وہاں ذہن نارسا اور فہم بے سر و پا ، یہاں عقل معترف بہ عجز و قصور و خرد ناچار و مجبور۔ پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے ، سوائے اس کے کہ اصل مطلب گزارش کرے ـــــ اور وہ یہ ہے کہ سخن وران خرد پیشہ اور خردمندان درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے۔ اور ہر عقیل و فہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے ، یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی اسلوبی میں انہیں زبانوں کی ہم پایہ ہے۔ اگر فصحائے عرب و عجم کہا حقہ اس زبان کی

۱- اردوئے معلی ، طبع اول ، صفحہ اول۔

۲- اردوئے معلی ، طبع اول میں ذال سے ہے اور دوسرے ایڈیشنوں میں بھی یہی ہے ، لیکن اردوئے معلی طبع ۱۹۲۲ع مجیدی کانپور صفحہ ۱ میں "زخار" ہے۔

ماہیت پر عبور پائیں ، تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی تحسین فرمائیں ۔
ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد میں کاملان عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی[1] و پیراستگی میں سعیِ فراواں اور کوششِ بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بالفعل اس زمانے میں اس زبان کی خوبی کا وہ[2] مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے ۔ اب یہ بدر انور بدرجۂ کمال ہے ، آگے بیم زوال ہے ۔ خوصاً زبان اہل دہلی کہ اردوے معلیٰ بولنا ان کا حصہ ہے ، ہر چند بعض حضرات کو اس بات کا غصہ ہے ۔ مگر جو صاحب کہ فہم سلیم و ذہن مستقیم و طبع رسا و مزاج انصاف آشنا رکھتے ہیں ، وہ اس امر کو مان جاتے ہیں ۔ معوج الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں ۔ بھلا دہلی کا اس[3] قدر کیوں کر نہ مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر[4] ، مسکن و ماوا ہو ، جس کی طبع وقاد نے عقدہ ہائے معانی کو وا کیا ہے ، جس کے ذہن نقاد نے پست و بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے ۔ فصاحت اگر لعل ناب ہے تو وہ اس کی آب و تاب ہے ، اور بلاغت اگر گوہر بے بہا ہے ، تو وہ اس کی آبروے جوہر فزا ہے ۔ یعنی اگر گل ہے تو وہ اس کی شمیم روح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اس کی صیقل جلوہ نما ہے ۔ اس کا سینۂ بے کینہ نکات حکمیہ کا گنجینہ ، اس کا قلبِ با صفا اسرار علمیہ کا دفینہ ۔ شعر و شاعری کی اس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اردو نے اس کی زبان پر گزر کر

۱۔ اردوے معلیٰ ، طبع اول ، اکمل المطابع دہلی آغاز صفحہ ۲ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی و مجتبائی : "یہ مرتبہ ۔"

۳۔ متن طبع ، اول صفحہ ۲ ۔ طبع مجیدی کان پور ۔ صفحہ ۲ ۔ نسخۂ مبارک علی میں "مرتبہ نہ ۔"

۴۔ مبارک علی : "مینوچہر ۔"

عزت پائی ہے - جس قدر تعریف کہ بہ رمز و ایما ہے ، یہ جناب نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں صاحب غالب تخلص کی ذات با برکات کی خوبیوں کا ایک ادنیٰ[1] شمہ ہے -

میرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالم گیر
ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

حضرت کا جو سخن ہے وہ در عدن ہے ؛ جو بات ہے از رہ معنی کرامات ہے - یہ نثر کی رنگینی ، یہ نظم کی شیرینی ، یہ غزل کی فصاحت[2] ، یہ قصیدے کی متانت ، یہ لفظوں کی محبوبی ، یہ ترکیب کی خوش اسلوبی ، یہ جدت معانی ، یہ طلاقت لسانی ، یہ سلاست عبارت ، یہ روانی مطالب ، دیکھی نہ سنی - سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں ، باتیں ہیں کہ مصری کی ڈلیاں ہیں - نثر نثریٰ[3] نثار پر نظم انجم قربان ، حسن تقریر پر تحریر شعاع سے نثار کرنے کو آفتاب زر بدامان - گفتار شکر بار کو جادو کہوں ، سحر کہوں ، حیران ہوں کیا کہوں !! لا حول و لا قوۃ ، کیا سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں - کیا جادو ہے ، کیا سحر کا اثر ہے - گفتار اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں نہ جادو ہے نہ سحر ہے - ہاں ، بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے - بھلا اس عبارت فصاحت نشان کا کیا وصف[4] بیان ہو ، جس کی صفائی اِستعارات کی خجلت سے در شاہوار پانی پانی - جس کی رنگینی فقرات سے جگر خون لعل رمانی - نہیں نہیں ، یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش نہیں - کیا موتی ، کیا لعل ، ان کی وجہ قدر و مقدار ؛ یعنی آب و تاب

۱- اردوے معلیٰ ، طبع اول : "ادنا -"
۲- اردوے معلیٰ ، طبع اول آغاز صفحہ ۳ -
۳- نثریٰ : ایک ستارہ -
۴- مبارک علی : " کیسا وصف -"

اندک تغیر میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکساں تہی دستانِ سرمایۂ سخن کو فیض رساں۔ عبارت متین کی کیفیت دیکھ کر جامی تو کیا، فلاطون خم نشین کے نشے[1] ہرن ہوتے ہیں اور اس کے ادراک غوامض میں اپنی عقل و خرد کھوتے ہیں۔ جہاں ایسے ایسے سرخوشان خمستان معنی جرعہ خوار بادۂ گفتار اور نشۂ حسنِ بیان سے سرشار ہوں، پھر ہم سے نارسیدہ اس پختگیِ مطالب کو کیا پائیں؟ کہاں سے ایسی قوت متخیلہ لائیں، سوائے اس کے کہ یہ راہ باریک دیکھ کر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرق انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ اس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا، اور اس یوسف مصر سخن دانی کا کوئی طالب دیدار نہ ہوا۔ حضرت کا ظہور[2]، حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا، شاہ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا۔ نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا، ظہوری کو فن شعر میں اپنا حریف غالب نظر آ جاتا۔ خیر، اب ہم یوں دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اس وقت میں زینت بخش جہاں ہوتے، تو ہم کہاں ہوتے؟ یہ ہمارے طالع کی خوبی، یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روز گار کے جمال با کمال سے مقتبس انوار فیض ہوئے اور شرف قدم بوسی سے بہرہ اندوز[3]۔

جب حضرت کو دیکھ لیا، گویا سب سخن دانانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سن لیا، سب کا کلام سن لیا۔ مبین میرے قول کی یہ اردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے

۱۔ طبع اول: ”نشہ“ (ن ش ہ)۔
۲۔ اردوے معلیٰ، طبع اول، صفحہ ۴۔
۳۔ نسخۂ مبارک علی: ”بہرہ اندوز ہوے۔“

روح کو اہتزاز ہے - جو کہ بعد تکمیل ہو جانے کلیات نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزۂ گوش فصاحت و پیرایۂ گلوے بلاغت ہے ، اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے ورد زبان ہے - مدت سے حضرت کو اس طرز نو ایجاد اردو سے لگاؤ ہے ، اور خط و کتابت میں اسی کا برتاؤ ہے - جب شائقین ہنر دوست نے اس نمک ہندی کا مزہ چکھا ، ہر ایک سرمایۂ لذت مائدہ سخن سمجھ کر طلب گار و خواست گر ہوا - اس واسطے منشی جواہر سنگھ[1] صاحب جوہر کہ یہ صاحب اخلاق و مروت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ، ملازمین[2] معززین سرکار سے ہیں اور اب پنشن دار ہیں علم فارسی کو خوب جانتے ہیں - اشعار بھی اسی زبان میں فرماتے ہیں - منشی صاحب کے اشعار قابل دید ہیں - جناب میرزا صاحب قبلہ کے شاگرد رشید ہیں - چناں چہ خود جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں :

در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم

ان کی[3] طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گہر ہاے شب افروز سلک تحریر میں منسلک ہوکر زینت بخش عروس سخن ہوں اور یہ گل ہاے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گل دستہ ہوں ، تا اس کے روائح روح پرور سے دماغ نکتہ سرایان غیرت چمن ہو - اس واسطے میر فخرالدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی نے سعی بے پایاں اور لالہ بہاری لال صاحب منشی مطبع مذکور نے کوشش فرواں سے اکثر خطوط جمع

۱- منشی جواہر سنگھ جوہر : رائے چھج مل کے فرزند اور غالب کے عزیز شاگرد تھے - صرف فارسی میں شاعری کرتے تھے - ان کی تاریخ وفات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی -

۲- نسخۂ مبارک علی ''ملازمین و معززین -''

۳- اردوے معلیٰ ، طبع اول ، صفحہ ۵ -

کیے اور قصد انطباع کیا اور "اردوے معلیٰ" نام رکھا گیا ۔ اور ان خطوں کو دو حصوں پر منقسم کیا ۔ پہلے حصے میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے تا طلباے مدرسہ فائدہ اٹھائیں ۔ دوسرے حصے میں مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخن وران معنی یاب اس کے دیکھنے سے مزا پائیں ۔ اور منشی صاحب موصوف نے اس ہیچ مداں خاکسار یعنی مجروح دل افگار سے اس کا دیباچہ لکھنے کو فرمایا ۔ بندہ یہ سن کر حیران ہوا کہ یا رب در شاہوار کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں پتھر کے ٹکڑوں کا کیا وقار ۔ مگر الامر فوق الادب سمجھ کر اور اپنے کو اسی خوان نعمت کا زلہ[1] چین جان کر یہ چند سطریں لکھیں بقول عرفی :

چو ذرہ گرچہ حقیریم نسبتم ایں بس
کہ آفتاب بود نقطۂ مقابل ما

۱۔ اصل نسخہ ، اردوے معلیٰ طبع اول میں "ذُلّہ" ذال سے ہے اور اس پر پیش بھی تحریر ہے ۔ فاضل

[۱] رقعہ بنام میر غلام بابا خان[1] بہادر (۱)

نواب[2] صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے[3] کہ آپ کے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی ۔ حق تعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۔ ۳۶ "درفش[4] کاویانی" کی رسید پہنچی ۔ بہ موجب ارشاد[5] کے اب اور نہ بھیجوں گا ۔ قبلہ ! غرض شہرت ہے ، اس قلمرو میں میں نے جلدیں تقسیم کی ہیں ، اس ملک میں آپ بانٹ دیں ۔ اتنی میری عرض قبول

۱۔ میر غلام بابا صاحب سورت کے دولت مند اور صوفی بزرگ تھے ۔ ۶ ۔ دسمبر ۱۸۳۴ع کو ولادت ور ۱۸۹۳ع کو وفات ہوئی ۔ غالب سے اچھے مراسم تھے ۔ قاطع برہان کی دوسری اشاعت کے لیے نواب صاحب نے ایک گھڑی اور سو روپے (مکتوب بنام سیاح مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ع) بھیج کر مدد کی تھی۔ اس خط میں درفش کاویانی کے ۳۶ نسخوں کی رسید کا ذکر ہے ۔ سیاح کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ۲۰ فروری کو روانہ کی تھیں (دیکھیے خط نمبر ۲۶) نیز خط ۳۷ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع مجتبائی صفحہ ۵، مبارک علی صفحہ ۵، رام نرائن صفحہ ۱ ، خطوط غالب مہر صفحہ ۴۱۴ ۔ طبع اول میں "رقعہ" سے پہلے "حصہ اول" درج ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول اکمل المطابع دہلی ۱۸۶۹ع آغاز صفحہ ۶ ۔

۴۔ درفش کاویانی ، برہان قاطع کے اغلاط پر میرزا کی تالیف قاطع برہان کا دوسرا ایڈیشن جو دسمبر ۱۸۶۵ع میں چھپی اور جنوری کے بعد لوگوں تک بھیجنے کے قابل ہوئی ۔

۵۔ خطوط غالب طبع لاہور میں "حسب الارشاد" ہے ۔ اسی طرح "ابراہیم علی خاں صاحب" کے بعد "اورمیرعلم علی خاں صاحب" ندارد ہے ۔ نیز دیکھیے اردوے معلیٰ مجتبائی ۔

ہو کہ بڑودہ ، گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علی خاں صاحب اور میر عالم علی خاں صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیے گا ، اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجیے گا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھجوا دیں -

خواجہ بدر الدین خاں[1] میرے بھتیجے نے "بوستان خیال" کو اردو میں لکھا ہے ، اس کا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونے والا ہے ، اس کے دو اشتہار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں - آپ یا آپ کے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہوں تو اشتہار کے مضمون کے مطابق عمل میں لائیں -

والسلام مع الاکرام - میاں سیف الحق سیاح کو سلام -

۲۲ مارچ ۱۸۶۶ عیسوی[2]

[۲] ایضاً رقعہ[4] ثانی[3] (۲)

سبحان اللہ تعالیٰ[4] شانہ ما اعظم برہانہ - جناب مستطاب

۱- بدر الدین خاں کی والدہ میرزا غالب کی بہن کی نند تھیں - (حاشیہ خطوط غالب ، از مہر ، صفحہ ۴۲۳)

۲- اردوے معلیٰ میں "عیسوی" ہے جسے بعد کے نسخوں میں مخفف کر کے 'ع' کر دیا گیا - ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ع مطابق پنجشنبہ ۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۲ھ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں صرف اسی خط سے پہلے یہ عنوان ہے ، ورنہ عموما 'ایضاً' ہی لکھا گیا ہے - خطوط پر نمبر شمار کا اضافہ میں نے کیا ہے - پہلا نمبر شمار مسلسل خطوط کے لیے ، دوسرا نمبر شمار مکتوبات بنام مکتوب الیہ خاص -

۴- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی ۱۸۹۹ع ، صفحہ ۱ ، اردوے معلیٰ طبع مجیدی پریس کانپور صفحہ ۵ ، اردوے معلیٰ طبع مبارک علی لاہور صفحہ ۵ ، اردوے معلیٰ طبع رام نرائن لال الہ آباد صفحہ ۱ -

نواب میر غلام بابا خاں بہادر سے بتوسط منشی[1] میاں داد خاں صاحب شناسائی بہم پہنچی ۔ لیکن واہ! "اول ساغر و دردی" کیا جگر خون کن اتفاق ہے ۔ پہلا عنایت نامہ جو حضرت کا مجھ کو آیا، اس میں خبرِ مرگ ۔ اب میں جو اس کا جواب لکھوں، اور یہ میرا پہلا خط ہو گا، لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہوں گے ۔ نہ نامۂ شوق، نہ محبت نامہ، صرف تعزیت نامہ ۔ صریر[2] قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے، جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے ۔ ہے ہے! نواب میر جعفر علی خاں[3] جیسا امیر روشن گہر، نام آور، روشناس اعیان ہند و انگلینڈ[4] وسط جوانی یعنی ۴۶ برس کی عمر میں یوں مر جائے ۔

نخل چمن سروری افتاد ز پا، ہائے

سچ تو یوں ہے کہ یہ دہر آشوب غم ہے، مجموع اہل ہند ماتم‌دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے ۔ اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں، اور[5] کیا کروں؟

قطعۂ سال رحلت نواب غفران مآب، جب دل خار خار غم سے پُر خوں ہوا ہے[6]، یوں موزوں ہوا ہے ۔ ۱۲ ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی، خطوط غالب طبع لاہور ۔ "منشی" ندارد ۔ مہر، خطوط غالب، طبع شیخ غلام علی لاہور، ۱۹۶۷ع صفحہ ۳۱۲ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۷ ۔

۳۔ نواب میر غلام بابا خاں کی زوجۂ اول رحیم النساء بیگم عرف چھوٹی بیگم کے والد (خطوط غالب، مہر صفحہ ۳۰۲) ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۷: 'انگلینڈ' ۔ طبع مجیدی کانپور صفحہ ۵: 'انگلینڈ' ۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول: "اور" ۔ نسخۂ مبارک علی میں نہیں ہے ۔

۶۔ اردوے معلیٰ طبع اول: "ہے" ۔ نسخۂ مبارک علی میں نہیں ہے ۔

گردید نہاں ، مہر جہاں تاب ، دریغ
شد تیرہ جہان ، بہ چشم احباب دریغ
این واقعہ را ز روے زاری غالب
تاریخ رقم کرد ، کہ "نواب دریغ"

"از روے زاری"- زاے ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو سنہ ۱۲۸۰ع پیدا ہوتے ہیں - فھذاالمطلوب - شریک بزم ماتم ، منشی میاں داد خاں صاحب کو سلام -

یکشنبہ ، بست و یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ
مطابق ششم ستمبر سنہ ۱۸۶۳ع[1]

[۳] ایضاً (۳)

نواب صاحب[2] ، جمیل المناقب عمیم الاحسان ، عنایت فرماے مخلصان ، زاد مجدہ !

شکر یاد آوری و رواں پروری بجا لاتا ہوں - پہلے اس سے آپ کا[3] مودت نامہ پہنچا ہے - وہ میرے خط کے جواب میں تھا - اس کا جواب نہیں لکھا گیا - پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا - خط کیا تھا ، خوان دعوت تھا - میں نے کھانے بھی کھائے ، میوے بھی کھائے ، ناچ بھی دیکھا ، گانا بھی سنا - خدا تم کو سلامت رکھے کہ اس نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو - صاحب[4] !

۱- اردوے معلیٰ طبع فاروق دہلی ۱۹۱۰ع میں "۱۸۶۴ع" چھپ گیا ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۶ ، مجیدی صفحہ ۶ ، مبارک علی صفحہ ۶ ، رام نرائن صفحہ ۲ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۲۱۷ -

۳- مہر : "آپ کا جو مودت نامہ" - 'جو' زائد ہے -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۸ : "ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے کیا تھے ؟" دیکھیے خط نمبر ۳۸ ، مورخہ ۳۱ مارچ -

ریاست و امارت میں ایسے ایسے[1] جھگڑے بہت رہتے ہیں - میں بسبب فرط محبت اخبار میں تمھاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر خوش ہوا اور تم کو تہنیت دی - "ظفر نامۂ ابد"[2] بہت مبارک لفظ ہے - ان شاء اللہ العلی العظیم ہمیشہ مظفر و منصور رہو گے -

کارت بجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی !

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ[3] ۳ اپریل سنہ ۱۸۶۷ع

[۴] ایضاً (۴)

جناب سید صاحب[4] و قبلہ !

بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا - آپ جو فرماتے ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت[5] کبھی کبھی لکھا کر ، آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا ، اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی - ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا ، بینائی ضعیف ہو گئی - متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہیں - عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آ گئے تو میں مطلب کہتا گیا ، وہ لکھتے گئے -

---

۱- اردوئے معلیٰ طبع اول صفحہ ۷ : "ایسے ایسے"- نسخۂ مبارک علی میں "ایسے -"

۲- یہ مادہ نظم بھی کیا ہے - دیکھیے خط نمبر ۷ -

۳- جنتری پنجاہ سالہ طبع فیض الکریم دکن میں ۳ اپریل ۱۸۶۷ع مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ کو چہار شنبہ کا دن ہے -

۴- مجتبائی صفحہ ۶ ، مجیدی صفحہ ۶ ، مبارک علی صفحہ ۶ ، رام نرائن صفحہ ۳ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۱۴۷ - اردوئے معلیٰ طبع اول اور مطبع مجیدی کان پور صفحہ ۶ کے علاوہ دوسرے نسخوں اور مجموعوں میں "صاحب ، قبلہ" کے درمیان واو نہیں ہے -

۵- خطوط غالب : "خیریت کبھی کبھی -"

یہ حسن اتفاق ہے کہ کل آپ کا خط آیا ، آج ہی ایک دوست میرا آ گیا کہ یہ سطریں لکھوا دیں - اور یہ آپ کبھی نہ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تجھے[1] قطع محبت ہو گیا ہے - منشی صاحب کی محبت اور ان کے توسط سے آپ کی محبت دل و جان میں اس قدر سما گئی ہے ، جیسا اہل اسلام میں ملکہ ایمان کا - پس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں - امراض جسمانی کا بیان اور اخلاص ہمدگر کی شرح کے بعد ہجوم غم ہائے نہانی کا ذکر کیا کروں ؟ جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے ، یا ٹڈی دل آتا ہے - بس اللہ ہی اللہ ہے - سیف الحق منشی میاں داد خاں کو سلام کہیے گا اور خط پڑھا دیجیے گا - فقط[2]

نجات کا طالب ، غالب

روز چہار شنبہ[3] ۶ - اپریل سنہ ۱۸۶۴ع

۱- خطوط غالب میں 'مجھے' کو 'تجھے' لکھا گیا ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول اور متعدد نسخوں میر سنہ کے بعد 'فقط' مکرر ہے جو خطوط غالب میں حذف کر دیا گیا - میرے خیال میں دوسرا فقط زائد ہے -

۳- اردوے معلیٰ میں یہی تاریخ ہے - ۶ اپریل ۱۸۶۸ع مطابق ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۸۴ھ کو جنتری پنجاہ سالہ میں دوشنبہ کا دن بتایا گیا ہے - اس لیے یا تو یہ کہنا ہو گا کہ ۱۵ اپریل کو غالب نے سولہ لکھا ، کاتب نے چھ کر دیا ، یا دن غلط لکھ گئے - اور اگر دن اور تاریخ صحیح ہے تو پھر سنہ غلط ہے ، یعنی بدھ ۶ اپریل ۱۸۶۴ع مطابق ۲۸ شوال ۱۲۸۰ھ - نیز دیکھیے خط ۱۰۶ بنام تفتہ -

[۵] 'ایضاً (۵)

بخدمت نواب صاحب ، جمیل المناقب ، عمیم الاحسان ، نواب میر غلام بابا خاں[2] بہادر زاد مجدہ !

عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ یہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے ۔

سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں ۔ مبارک ہو اور مبارک ہو ۔

نظارۂ بزم جمشیدی سے محروم رہوں گا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا ۔ خاطر جمع[3] ہے ۔

کیوں حضرت ! صاحبزادے کا اسم تاریخی پسند آ گیا یا نہیں ؟ نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی ۔ "سید مہابت[4] علی خاں" عجب ہے اگر پسند نہ آئے ، اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپ کے خط میں توضیح ، نہ میاں داد خاں کے خط میں ۔ خیر[5] ، یہ میں نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی نام رکھیے ، پسند آئے[6] نہ آئے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۹ ، مجتبائی صفحہ ۷ ، مجیدی صفحہ ۷ ، مبارک علی صفحہ ۷ ، رام نرائن صفحہ ۴ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۲۱۵ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۹ : "خان بہادر" ۔ مجتبائی دہلی ، مطبع مجیدی کان پور ۱۹۲۱ء صفحہ ۷ : "خان صاحب بہادر" نسخۂ خطوط غالب مہر صفحہ ۲۱۵ : "صاحب بہادر" ۔ آغاز عنوان میں "بخدمت" بھی درج نہیں ۔

۳- اردوے معلیٰ فاروقی میں "خاطر رہے ۔"

۴- اردوے معلیٰ طبع اول میں اس نام کے نیچے —۱۲۸۳— عدد مرقوم ہیں ۔

۵- خطوط غالب از مہر صفحہ ۲۱۵ : "خبر ۔"

۶- اردوے معلیٰ طبع اول : "پسند نہ آنے نہ آنے" — لیکن غلط نامے

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۴ پر)

کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔

جواب کا طالب ، غالب

۹[1] ماہ اگست سنہ ۱۸۶۶عیسوی

[۹] ایضاً (۶)

ستودہ[2] بہ ہر زبان و نامور بہ ہر دیار، نواب صاحب شفیق کرم گستر ، مرتضوی تبار ، نواب میر غلام بابا خاں بہادر کو مسرت بعد مسرت و جشن بعد جشن مبارک و ہمایوں ہو !

رقعۂ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی ، بہ سواریِ ریل روانہ ہونے کی لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج ، کانوں سے بہرا ، ضعف بصارت ، ضعف دماغ ، ضعف دل ، ضعف معدہ ، ان سب ضعفوں پر ضعف طالع۔ کیوں کر قصد سفر کروں ؟ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتے کے بعد ناگاہ قولنج [کے[3]] دورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں ، حالت جان میں نہیں ، آنا میرا سورت تک کسی صورت[4] حیّز امکان میں نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳)

میں تصحیح کی گئی ہے۔ خطوط غالب میں : ''آنے یا نہ آنے''۔ 'یا' زائد ہے۔

۱۔ جنتری میں ۹۔ اگست ۱۸۶۶ع مطابق ہے جمعرات ۲۷ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ کے۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۷ ، مجیدی صفحہ ۷ ، مبارک علی صفحہ ۷ ، رام نرائن صفحہ ۴ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۵۱۴۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ''قولنج دورے کی۔''

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۰۔

خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا جیسا کہ سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی ، سیدانی صاحب[1] کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا چاہیے۔ مادۂ 'خجستہ بہار' ذہن میں آیا ، سات عدد کم پائے۔ 'خجستہ بہار' پر 'ادب' کے اعداد بڑھائے ، شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے ، بوڑھوں کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جوش محبت سے چار مصرع موزوں ہوئے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف !

راقم ، اسد اللہ[2] غالب

۱۴ نومبر سنہ ۱۸۶۶ع

سیف الحق[3] صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصور[4]

۱۔ خطوط غالب مہر میں ''سیدانی صاحبہ''۔ متن مطابق اصل۔

۲۔ خطوط غالب ، مہر میں ''اسد اللہ خاں غالب''۔ اصل میں ''خاں'' ندارد۔ یہ خط ابھی ختم نہیں ہوا ، اس کے بعد دیکھیے خط نمبر ۲۳ بنام سیف الحق مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ع۔

۳۔ پہلے خط کا تتمہ ہے۔

۴۔ 'آثار الصنادید' میں چار مصوروں کا ذکر ہے : غلام علی خاں جو تصویر باغ و بہار میں طاق تھے ، مرزا شاہ رخ بیگ اور فیض علی خاں جو مکان و عمارات کی تصویر کے استاد۔ محمد عالم کے بارے میں سرسید لکھتے ہیں :

''استاد فن ہے اور اس امر کے دقائق سے آگاہ۔ وضع قدیم کی تصویر جیسی اس سرگروہ اہل کمال کے قلم سے کھنچ سکتی ہے ، اور کی مجال نہیں۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۶ پر)

خاکسار کا خاکا اتار کر دربار کا نقشہ اتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں، وہ آجائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجا[1] ہے۔

قطعہ

خجستہ جشن و دبستان نشینی بیگم
بفیض ہمت نواب و یمن اقبالش
چو از پئے ادب آموزی است، خوش باشد
اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

[۱۲۸۳ھ]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵)
(آثارالصنادید طبع نول کشور صفحہ ۱۲۲)۔ غالب کی تین تصویریں اس وقت عام ہیں؛ ایک نسخۂ سبد چین کے ساتھ چسپاں ہے، دوسری کلیات طبع اول نول کشور اور تیسری قلعۂ معلیٰ سے دریافت ہونے والی۔ معلوم نہیں غالب نے کس مصور اور کس تصویر کا ذکر کیا ہے۔ تینوں تصویریں بڑے اہتمام سے بنی ہیں۔ حبیب الرحمان خاں شروانی (مطبوعہ سبدچین) کی تصویر اور قلعے والی تصویروں کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ اس خط میں انھی میں سے کسی کی طرف اشارہ ہے۔ شاید سبد چین والی تصویر اسی عہد سے متعلق ہے، نیز دیکھیے خط بنام سیاح۔

۱۔ خطوط غالب طبع لاہور میں: ''بھیجا جاتا ہے۔'' عموماً اردوے معلیٰ کے نسخوں میں 'جاتا' ندارد—نیز اردو کے تمام نسخوں میں قطعہ پر خط ختم ہو جاتا ہے، لیکن خطوط غالب طبع لاہور میں اس کے بعد سنہ کا اضافہ ہے۔

[۷] ایضاً (۷)

نواب صاحب[1] ، جمیل المناقب ، عمیم الاحسان ، عالی شان ، والا دودمان زاد مجدکم !

سلام مسنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام میمنت فرجام میں ، جو از روے اخبار بمبئی[2] آپ کی افزائش عز و جاہ کے حالات معلوم ہوے ، متواتر شکر الٰہی بجا لایا ، اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا ۔ خصوصاً عدالت العالیہ میں فتح پانا اور حق حقیقی کا ظہور میں آنا ، کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب ، اور کس طرح کی نشاط و انبساط کا سبب ہوا[3] ہے ۔

حق تعالیٰ یہ فتح مبارک و ہمایوں کرے ۔ **قطعہ**

فتح "سید غلام بابا خان" خود نشان دوام اقبال است
ہم ازین رو بود کہ غالب گفت کہ "ظفر نامۂ ابد" سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاودان باد !

اسد اللہ خاں

[اپریل[4] ۱۸٦۷ع]

۱۔ مجتبائی صفحہ ۸ ، مبارک علی صفحہ ۸ ، مجیدی صفحہ ۸ ، رام نرائن صفحہ ۵ ، مہیش ندارد ، مہر ۳۱٦ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول "بنبئی" ۔ (صفحہ ۱۱)

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۱ ۔

۴۔ خط پر تاریخ نہیں چھپی ہے ، لیکن خط نمبر ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکتوب اس کے بعد کا ہے ۔ نیز ۳۱ مارچ ۱۸٦۷ع کو سیاح کو خط لکھتے ہوے کہتے ہیں :

"میں تہنیت میں خط لکھوں گا مگر رشک آتا ہے کہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۸ پر)

[۸] ایضاً (۸)

جناب[1] نواب صاحب !

میں آپ کے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپ کے دوام دولت کا دعا گو ہوں ۔ اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا ، اور آپ کے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا ۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں ، خدا آپ کو ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے ۔

خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے ۔ اگر میرے اوقات شباروزی[2] اور میرے حالات آپ دیکھیں تو عجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیوں کر ہے ۔ صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا[3] رہنا ، اور پھر دم بہ دم پیشاب کو اٹھنا ۔ ان مجموعِ مصائب میں سے ایک ادنا مصیبت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۲ ہجری شروع ہوئی ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷)

بحوالہ 'اودھ اخبار' لکھوں اور بحوالہ سیف الحق نہ لکھوں ۔''

ظاہر ہے کہ مارچ کے آخری ہفتے میں خبر کامیابی پڑھی ۔ ۳۱ مارچ کو سیاح کے نام اور ۳ اپریل کو نواب صاحب کے نام خط لکھا ہے جس میں ''ظفر نامہ' ابد'' تاریخ لکھی ، پھر اسی تاریخ کو نظم کر دیا ۔ مطبع مجتبائی و مبارک علی ''اسد اللہ غالب فقط ۔''

۱۔ مجتبائی صفحہ ۹ ، مجیدی صفحہ ۸ ، مبارک علی صفحہ ۸ ، رام نرائن صفحہ ٦ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۳۱۳ ۔

۲۔ اصل و طبع ۱۸۹۹ع و مبارک علی : ''شبا روزی'' لیکن خطوط غالب جلد ۲ ''شبانہ روزی ۔''

۳۔ خطوط غالب : ''پڑے رہنا'' اور پھر بجائے پڑا ، پڑے ۔

سنہ ۱۲۱۲ھ کی میری ولادت ہے۔ اب کے رجب کے مہینے سے ستروان[1] سال شروع ہو گا۔ سترا، بہترا، بہرا، بوڑھا، اپاہج آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمھاری خوبی ہے، میں کسی لائق نہیں۔

نجات کا طالب، غالب

چار شنبہ ۳۱ مئی[2] سنہ ۱۸۶۵ع

[۹] ایضاً (۹)

بجناب نواب[3] صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کہ ہمیشہ ورد زبان ہے، گھڑی کے عطیے کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجا لاتا ہوں۔ پہلے تو آپ[4] دوست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغان کو میں نے بہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا۔ خداے عالم آراے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا ممد و مددگار رہے۔ ظاہرا بوقت روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہو گیا، خیر یہاں بن جائے گی۔

۱۔ خطوط غالب: 'سترھواں' بجائے 'ستروان'۔

۲۔ خطوط غالب جلد ۲ طبع اول: ''چہار شنبہ ۳۱ مئی ۱۸۶۷ع''
مگر خطوط غالب طبع دوم صفحہ ۲۱۳: ''۳۱ مئی ۱۸۶۵''
صحیح ہے۔ اردوے معلی کے تمام نسخوں میں ۱۸۶۷ع ہے۔
جنتری میں ۳۱ مئی ۱۸۶۵ع کو چہار شنبہ ۵ ۱ محرم ۱۲۸۲ھ ہے۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۹، مجیدی صفحہ ۸، مبارک علی صفحہ ۹،
رام نرائن صفحہ ۶، مہیش ندارد، مہر صفحہ ۲۱۳۔

۴۔ اردوے معلی طبع اول صفحہ ۱۲۔

والسلام بالوف الاحترام - خوشنودیِ احباب کا طالب ، غالب
شنبہ[1] ، سوم دسمبر سنہ ۱۸۶۴ع

[۱۰] ایضاً (۱۰)

نواب[2] صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان ، امیدگاہِ درویشاں ، زاد افضالکم !

آپ کا بندۂ منت پزیر[3] غالب خونیں صفیر یوں نواسنج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز ورود لایا اور مژدۂ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا ۔ جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے اگر اس کو قدر دانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ[4] لوں ۔ البتہ آپ نے از راہ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدر افزائی کی ہے ۔ جو اغلاط فارسی دانانِ ہند کے ذہن میں راسخ ہو گئے تھے ، ان کو دفع کیا ہے تو کیا برائی کی ہے ۔ بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گم نام اپنی شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہیں ۔ واہ واہ ! اپنے نامور بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع لاہور مبارک علی اور خطوط غالب ، مہر میں غلطی سے "سہ شنبہ" چھپا ہے ۔ تقویم کی رو سے طبع اول کا 'شنبہ' ہی صحیح ہے جو ۳ رجب ۱۲۸۱ھ کے مطابق ہے ۔ نیز دیکھیے خط بنام سیاح نمبر مسلسل ۲۱ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۰ ، مجیدی صفحہ ۹ ، مبارک علی صفحہ ۹ ، رام نرائن صفحہ ۷ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۳۱۴ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول : "پذیر ۔"

۴- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی اور خطوط غالب طبع لاہور : "مالک جانتا ہوں ۔"

عطیہ[1] حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اس کو بے تکلف عطیۂ مرتضوی سمجھا - علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا - خدا کا احسان ہے کہ میں احسان‌مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا - آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی - چھاپے کے واسطے برسات کا موسم اچھا ہے - بس اب اس کے چھپ[2] جانے میں دیر کیا ہے -

نجات کا طالب ، غالب

صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر[3] سنہ ۱۸٦۵ء

۱- غالباً اس سے وہ سو روپے مراد ہیں جو 'درفش کاویانی' کی اشاعت کے سلسلے میں نواب صاحب نے بھیجے تھے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۳ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں پانچ کا ہندسہ کچھ اس طرح چھپا ہے جس سے '٦۰' کا شبہ ہوتا ہے - چنانچہ ۱۸٦۰ء ہی نقل ہوتا گیا لیکن مہر صاحب نے '٦۵' ہی لکھا ہے - پھر مہینوں میں اختلاف ہے - طبع اول اور مجتبائی اور نسخۂ مبارک علی میں دسمبر ہے مگر مہر صاحب کے نسخے میں ستمبر ہے - جنتری میں یکشنبہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ء مطابق ۲۷ رجب ۱۲۸۲ھ ہے - نواب میر غلام بابا خاں کے نام کل دس خط مہر صاحب نے بھی لکھے ہیں -

[۱۱] بنام منشی[1] میاں داد خاں المخاطب به سیف الحق المتخلص به سیاح (۱)

سعادت[2] و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے خطوط کا جواب نہیں لکھا ۔ غزلوں کے مسودے گم ہوگئے ۔ اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا ۔ اب یہ سطریں جو لکھتا ہوں ، اس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہے ۔

بھائی ! بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہے ۔ ایک مثنوی میں نے اس کی تعریف میں لکھی ہے اور "چراغ دیر" اس کا نام رکھا ہے ، وہ فارسی دیوان[3] میں موجود ہے ، اس کو دیکھنا ۔

۱۔ محمد میاں داد خاں سیاح ، منشی عبداللہ خاں اورنگ آبادی کے فرزند تھے ۔ دولت و ثروت شوقینیوں میں اڑا دی ۔ دنیا جہان کی سیاحت کی ۔ شعرگوئی ، خطاطی ، بذلہ سنجی ، غرض ہر فن مولا تھے ۔ فارسی بول چال میں رواں تھے ، عشاق تخلص تھا ۔ مرزا غالب سے ملے اور ان سے تلمذ اختیار کیا تو سیاح تخلص عطا ہوا ۔ جب 'لطائف غیبی' چھپی تو 'سیف الحق' خطاب نے شہرت پائی ۔ ۱۸۶۲ء میں نواب میر غلام بابا کے یہاں ملازم ہوگئے ۔ تقریباً ۷۵ برس کی عمر پا کر ۱۹۰۷ء سورت میں رحلت کی ۔ (تلامذۂ غالب صفحہ ۱۵۵) ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۰ ، مجیدی صفحہ ۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۰ ، رام نرائن صفحہ ۷ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۱۳۳ ۔

۳۔ دیکھیے دیوان فارسی طبع دہلی صفحہ ۶۶ ۔ نیز کلیات فارسی جلد اول ترتیب حقیر طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۲۵۷ ۔ اس مثنوی میں واقعاً میرزا کے انتہائی گہرے تاثرات کی نشان دہی ہوتی ہے ، ایک سو آٹھ شعر ہیں ۔

اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں - فتنہ و فساد[۱] کے زمانے سے بہت پہلے ان کا خط اور کچھ ان کا کلام میرے پاس آیا ہے - تم ان کو میرا سلام کہنا - اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنئو سے بنارس تک کے سفر کی سرگذشت[۲] لکھی ہے ، اسی طرح آیندہ بھی لکھتے رہو گے - میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں -

اگر بہ‌دل نہ خلد ہر چہ از نظر[۳] گزرد
زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد

خیر ، اگر سیر و سیاحت میسر نہیں ، نہ سہی ، 'ذکر العیش نصف العیش ، پر قناعت کی - میاں داد خاں سیاح کی سرگذشتِ سیر و سفر ہی سہی[۴] -

غزل تمھاری رہنے دیتا ہوں - اس کے دیکھنے کی ابھی فرصت نہیں ہے - جیسا تم نے وعدہ کیا ہے ، جب اور غزلیں بھیجوگے ، اُن کے ساتھ اس کو بھی دیکھ لوں گا ، بلکہ احتیاط مقتضی اس کا[۵]

۱- فتنہ و فساد سے مراد ہنگامۂ ۱۸۵۷ع ہے -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول : ''سرگرشت'' بزانے معجمہ -
۳- یہ شعر ردیف دال کی غزل کا مطلع ہے - اردوے معلیٰ طبع اول اور خطوط غالب مہر میں ''ہرچہ در'' چھپا ہے لیکن غلط نامۂ اردوے معلیٰ میں تصحیح ہے - چنانچہ فاروقی ایڈیشن اور دیوان فارسی و کلیات میں ''از نظر'' ہی ہے -
۴- اردوے معلیٰ طبع اول ''سنی'' لیکن غلط نامے میں اصلاح ہے -
۵- اردوے معلیٰ طبع اول و فاروقی میں ''مقتضی اس کا ہے'' - لیکن خطوط غالب طبع لاہور میں ''اس کی ہے'' لکھا ہے - اسی طرح تمام نسخوں کے برخلاف اس فقرے : ''ان غزلوں کے ساتھ اس کو بھی لکھ بھیجنا'' سے ''غزل'' حذف ہے -

ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔
ناتوانی زور پر ہے ، بڑھاپے نے نکما[1] کر دیا ہے۔ ضعف ، سستی، کاہلی ، گراں جانی ، گرانی ، رکاب میں پاؤں ہے ، باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑا سفر دور[2] دراز درپیش ہے۔ زاد راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر نا پرسیدہ بخش دیا تو خیر ، اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ[3] زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر[4] ہے :

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ ، اللہ ، اللہ ! نجات کا طالب ، غالب

صبح دو شنبہ ۳۱ دسمبر[5] سنہ ۱۸۶۰ء

[۱۲] ایضاً (۲)

صاحب[6] ! یہ سر پیٹنے کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۴۱۔ نیز دیکھیے خط بنام سیاح حصہ دوم اردوے معلیٰ خط نمبر ۴۰۔
۲۔ نسخۂ مبارک علی صفحہ ۱۰ ، خطوط غالب از مہر صفحہ ۴۳۲ ، مجتبائی اور مجیدی میں "دور و دراز" ہے۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع فاروقی دہلی بین السطور غالباً مولانا حالی نے لکھا ہے : سقر : دوزخ ۔ ۱۲ ۔ مقر : ٹھکانا ۔ ۱۲ ۔ ہاویہ : طبقۂ دوزخ ۔ ۱۲ ۔ زاویہ : گوشہ ۱۲
۴۔ ذوق دہلوی کا شعر ہے۔
۵۔ جنتری میں دو شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۶۰ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ ہے۔
۶۔ مجتبائی صفحہ ۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۰ ، رام نرائن صفحہ ۹ ، مہیش ندارد ، مہر صفحہ ۴۳۸۔

میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تم کو نہیں پہنچتا ۔ سنو ! چھوٹے صاحب کا خط آیا ، اس میں قطعے کا شکر[1] اور اجزاے کتاب کے بھیجنے کی تاکید [تھی[2]] ۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلد آپ کے واسطے اور ایک مجلد منشی میاں داد خاں کے واسطے بہ سبیل ڈاک پارسل بھیجوں گا ۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ اپنے نام کا خط ان کو پڑھا دو ۔ اور ایک پتا تم کو دیتا ہوں : نواب صاحب کا جو خط طلبِ کتاب کے باب میں آیا تھا اس میں مندرج تھا کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں ، تم اجزاے کتاب کا پارسل اس پتے سے سورت[3] کو بھیجنا ۔ بھائی ! میں نے اسی پتے سے خط بھیجا تھا ، نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ ۔ پیڈ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے ، نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی رہے ۔

صبح شنبہ ۱۴ ربیع الثانی[4] مطابق ۱۷ ستمبر سال حال
[۱۸۶۴ع-۱۲۸۱ھ]
غالب

۱- طبع اول و مجیدی ''شکر'' ۔ نسخۂ مبارک علی و خطوط غالب مہر ''شکریہ ۔''

۲- طبع اول میں ''تھی'' ندارد ۔ مجتبائی ، مجیدی ، مبارک علی : ''تاکید تھی ۔''

۳- نسخۂ مبارک علی ، خطوط غالب ، مہر : ''سورت بھیجنا'' یعنی ''کو'' موجود نہیں ہے ۔ متن مطابق طبع اول ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۱۵ ۔ خطوں کی تاریخ و تطبیق ، دن اور سنہ کے اعتبار سے بعض مقامات پر بہت مشکل ہے ۔ چنانچہ
(باقی حاشیہ صفحہ ۶۶ پر)

[۱۳] ایضاً (۳)

منشی' صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سلمکم اللہ تعالیٰ !

فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں - چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خاں سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دے دینا ، سو اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہے - حال تصویر کا یہ کہ میں نے اسے سر پر رکھا ، آنکھوں سے لگایا ، گویا چھوٹے صاحب کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٥)

خود غالب کے تحریر کردہ دن اور تاریخوں کی فہرست بنائی جائے یا مختلف تقویموں کو سامنے رکھیے تو اس کی بے شمار مثالیں ملیں گی - میں حتی الامکان مولوی صفی الدین کی جنتری پنجاہ سالہ مع ضمیمہ شش سالہ طبع فیض الکریم ، حیدر آباد دکن استعمال کر رہا ہوں - زیر نظر خط کا دن اور تاریخ اس جنتری کے لحاظ سے صحیح ہے - لیکن ابوالنصر محمد خالد اور عبدالقدوس ہاشمی کی تقویم کے اعتبار سے یکم ربیع الثانی مطابق ۳ ستمبر کو شنبہ ہے - جب کہ جنتری پنجاہ سالہ میں یکم ربیع الثانی ، اتوار ۴ ستمبر ۱۸٦۴ع کے مطابق ہے - یعنی دو تقویمیں ۱۴ ربیع الثانی کو جمعہ ١٦ ستمبر مانتی ہیں - مہر صاحب ''دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱۷ ستمبر'' لکھتے ہیں - خطوط غالب طبع ۱۸٦۲ع صفحہ ۴۴٦ ، طبع ۱۹۵٦ع صفحہ ۴۳۸ - نیز دیکھیے خط نمبر ۱۰۹ بنام تفتہ ، خط نمبر ۳۹ (۱۷ ستمبر ۱۸٦۴ع شنبہ) از خطوط غالب ، طبع الہ آباد ، ترتیب مہیش پرشاد -

۱- مجتبائی صفحہ ۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۱ ، صفحہ ۹ ، مہر صفحہ ۴۳۹ پر ''فقیر کی طرف سے دعا و سلام'' رام نرائن ہے ، بجائے ''سلام و دعا -''

دیکھا - لیکن اس کا سبب نہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی - خیر ، دیدار تو میسر ہوا ، گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سن لیں گے - دیکھو منشی صاحب ! آئینہ کی تصویر[1] کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں ، مگر فقیر اس کا معتقد نہیں - اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہے ، آگے پہنچے اور پنجے[2] کا پتا نہیں - مکالمہ یک طرف ، مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی - اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں - نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا ، بلکہ یہ خط ان کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں - میں سادات کا نیاز مند اور علی کا غلام ہوں :

بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوانِ شما

نجات کا طالب ، غالب

۱۷[3] - ذیقعد سنہ ۱۲۸۱ ہجری

[۳۱] ایضاً (۳)

برخوردار[4] کامگار ، سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہ !

درویش گوشہ نشیں غالب حزیں کی دعائے درویشانہ سے کامیاب و بہرہ مند ہوں - لکھنئو کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے

۱- آئینے کی تصویر سے کیمرے کی تصویر مراد ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'پنجے' ہے لیکن بعد کے نسخوں میں اسے 'نیچے' کر دیا گیا - دیکھیے طبع فاروقی ، نامی ، الہ آباد ، لاہور ، خطوط غالب (مہر) -

۳- جمعہ ۱۴ اپریل ۱۸۶۵ع کے مطابق ہے -

۴- مجتبائی صفحہ ۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۰ ، مہر صفحہ ۴۲۸ -

کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک کون[1] ہو گا ، یعنی راہیں وسیع ہو جائیں گی ، بازار اچھے نکل آئیں گے - جو دیکھے گا وہ داد[2] دے گا اور دلی کے فساد کے بعد کون نہیں ہے - یہاں فساد در فساد چلا جائے گا - شہر کی صورت سوائے اس بازار کے ، جو قلعے کے لاہوری دروازے سے شہر کے لاہوری دروازے تک ہے[3] ، سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے -

دیوان کا چھاپا کیسا ؟ وہ شخص نا آشنا ، موسوم بہ عظیم الدین[4] جس نے مجھ سے دیوان منگا بھیجا ، آدمی نہیں ہے ، بھوت ہے ، پلید ہے ، غول ہے ، قصہ مختصر سخت نامعقول ہے - مجھ کو اس کے طور پر انطباعِ دیوان نامطبوع ہے - اب میں اس سے دیوان مانگ رہا ہوں اور وہ نہیں دیتا - خدا کرے ہاتھ آ جائے - تم[5] دعا مانگو - زیادہ

۱- کون : تعمیر ، تخلیق - فساد کی ضد - مرزا غالب کو لکھنؤ کی تباہی اور عمارتوں کے انہدام کی خبر نہیں ، یہ شہر بھی دہلی کی طرح بالکل تباہ ہوگیا - انگریزوں نے تقریباً تمام شاہی عمارتیں مسمار کر دی تھیں - محلے اڑا دیے - شاہی قلعہ مچھی بھون زمین کے برابر کر دیا تھا -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۶ -

۳- یعنی چاندنی چوک ، کھاری باؤلی وغیرہ ، جس کی پوری تفصیل میر مہدی مجروح کے خط میں ہے -

۴- ان دنوں غالب کو اردو دیوان کے سلسلے میں بہت پریشانی ہے - منشی شیو نرائن کے تقاضے اور عظیم الدین میرٹھی کی غفلت اور دیوان کی واپسی میں لیت و لعل ہے -

۵- خطوط غالب اور اردو طبع لاہور میں 'تم' کے بعد 'بھی' کا اضافہ ہے -

کیا لکھوں ؟
غالب

دو شنبہ ۱۱ جون سنہ ۱۸٦۰ع[1]

[۱۵] ایضاً (۵)

صاحب[2] ! تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اس کے سراسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے ، پہنچا ۔ جواب لکھتا ہوں اور پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ ایک قرن بارہ[3] برس سے فردوس مکاں نواب یوسف علی خاں والی رام پور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینہ ماہ بہ ماہ بہ سبیل ہنڈوی بھجواتے تھے ۔ اس مغفور کی اندازہ دانی دیکھیے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی ۔ اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے ، میں خط کا جواب لکھ بھیجتا ۔ اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو ، کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہتے ۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعے کی آمد مفقود ، انگریزی پنشن مسدود ، یہ بزرگوار وجہِ مقرری ماہ بہ ماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا ، تب میری اور میرے متوسلوں کی زیست ہوئی ۔ رئیس حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً دوبداً سلامت رکھے ۔ وجہِ مقرری کی ہنڈوی[4] ہر مہینے بہ حسبِ دستورِ قدیم اپنے خط میں بھیجے جاتا ہے ۔

۱- ۱۱ جون ۱۸٦۰ع مطابق ہے دوشنبہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۲۷٦ھ کے ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۱۳ ، مجیدی صفحہ ۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۱ ، مہر صفحہ ۴۴ ۔ مبارک علی ، مہر : "صاحب مہربانی نامہ ۔"
۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'بارہ' ہندسوں میں درج ہے ۔ نواب صاحب فروری ۱۸۵۷ع میں مرزا کے شاگرد ہوئے تھے ۔ (مکاتیب غالب ، طبع ۱۹۴۹ع ، صفحہ ۳۸ ، مقدمہ) ۔
۴- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۷ ۔

فتوح کی رسم دیکھیے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں۔ پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپے بھیج دیے تھے، تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا۔ اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہِ مقرری کے ساتھ دو سو[1] پہنچیں گے۔ وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ع حال میں[2] مر گئے۔ اپریل کا روپیہ رئیس حال سے میں نے پایا، مصرف کتاب کا روپیہ نہ آیا۔ یاد دلاؤں گا مگر اُس مرحوم کا وعدہ سر رشتہ[5] دفتر سے نہ تھا جو از روے دفتر اس کی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں، اگر اسباب نے مساعدت[3] کی فہوالمراد ورنہ:

انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

منشی صاحب! اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں۔

نجات کا طالب، غالب

۳۰ جولائی[4] سنہ ۱۸۶۵ع

[۱۶] ایضاً (۶)

منشی[5] صاحب شفیق، بہ دل مہرباں، عزیز تر از جاں، سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے! پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب! ٹوپیوں

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں 'دو سو' رقمی ہندسوں میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ نواب یوسف علی خاں مرحوم نے ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ع کو رحلت کی (مکاتیب غالب صفحہ ۲، مکاتیب)۔

۳۔ غالباً اسی خط کی بنا پر نواب میر غلام بابا خاں نے سو روپے اور ایک گھڑی مرحمت فرمائی تھی - دیکھیے خط نمبر ۱۲۔

۴۔ مطابق یکشنبہ ۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۲ ہجری -

۵۔ مجتبائی صفحہ ۱۳، مجیدی صفحہ ۱۲، مبارک علی صفحہ ۱۳، رام نرائن صفحہ ۱۲، مہر صفحہ ۴۴۶ -

کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے لطائف غیبی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیج کر منگوائیں ، پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیج کر ٹوپیاں منگوائیں ۔ میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تم کو بھیج دیں ۔ چاہو تم پہنو ، چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کرو ۔ یہ جو میں نے[1] تم کو سیف الحق خطاب دیا ہے ، اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے ، تم میرے ہاتھ ہو ، تم میرے بازو ہو ، میرے نطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہے گی ۔ 'لطائف غیبی' نے اعداء کی دھجیاں اڑا دیں ۔

ایک نئی بات سنو ! محمد مرزا خاں میرے سببی بھائی کا[2] نواسہ ہے ۔ اس نے ایک اخبار نکالا ہے مسمیٰ بہ 'اشرف الاخبار' ۔ اس کا ایک لفافہ تم کو بھیجتا ہوں ۔ اس کو پڑھ کر معلوم کر لو گے کہ تمھارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے ۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے ۔ ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی بھی نظر سے گزر جائے اور اس سرکار میں یہ اخبار خرید کیا جائے اور تم ان کی طرف سے حکم خریداری ابتداء جنوری ۱۸۶۷ع سے بہ نام محمد مرزا خاں لکھو ۔ اور وہ خط اس پتے سے دلی کو روانہ کرو جو ان کے اخبار کے آخر میں لکھا ہے ۔

حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں ۔ انھوں نے مجھے شرمندہ کیا ، اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا ۔ سید تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں ۔ میں تو مسلمانوں میں بھی

۱۔ اردوے معلیٰ کی عبارت خطوط غالب (مہر) میں یوں ہے : ''تمھیں جو میں نے سیف الحق'' ۔ نسخہ مبارک علی : ''جو میں نے سیف الحق ۔''

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۸ ۔

ایک ذلیل ، علیل ، فقیر ، حقیر آدمی ہوں ۔ یہ ان کی بزرگی ، ان کی خوبی ، ان کی مہربانی ہے ۔ حق تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ان مقدمات میں من کل الوجوہ ان کو فتح و ظفر نصیب ہو ۔ میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا ۔

ہاں صاحب ! برادر صاحب بہ جان برابر مرزا معین الدین حسین خاں بہادر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی ! میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے ۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خاں سے صلاح پوچھو ، وہ اجازت دے تو فوراً ریل پیل کرتے چلے آؤ ۔

دیدار کا طالب ، غالب

سہ شنبہ[1] ۷ شوال سنہ ۱۲۸۳ھ ، مطابق ۱۲ فروری سنہ ۱۸٦۷ء

[۱۷] ایضاً (۷)

صاحب[2]! کل آپ کا خط آیا ۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں ۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو ، میں نے نہیں پایا ورنہ[3] کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا ۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے شاید ملاقات نہیں ، لیکن ان کے محامد و مکارم سنتا ہوں ۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں ، لیکن میں نے ان کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا ۔ اغنیا

۱۔ جنتری میں ایک دن کا فرق ہے ، یعنی چہار شنبہ ۷ شوال ۱۳ فروری ہے اور تقویم عبدالقدوس کے مطابق خط کا اندراج صحیح ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۵ ، مجیدی صفحہ ۱۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۳ ، مہر صفحہ ۴۳۵ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۰ ۔

کے واسطے اچھے ہیں ۔ ہائے مولوی محمد محسن[1] اور مولوی عبدالکریم! اس عہد میں اگر ان بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا ۔ وقت گزر جاتا ہے ، بات رہ جاتی ہے ۔

ہاں خاں صاحب ! آپ جو کلکتے پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق[2] کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اس نے رہائی کیوں نہ پائی ؟ اور وہاں جزیرے میں اس کا کیا حال ہے ؟ گزارا کس طرح ہوتا ہے ؟

غالب

جمعہ[3] ۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع

[۱۸] ایضاً (۸)

آئیے[4] بیٹھیے مولانا سیاح ، سلام علیکم ! مزاج مبارک ! سورت کا پہنچنا بہ ہر صورت مبارک ہو ۔ بھائی ! میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے ، لیکن تم کو چین کہاں ؟ خدا جانے کے ہفتے یا کے مہینے ٹھہرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے ۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں ۔ حیدر آباد ، اورنگ آباد دونوں شہر اچھے ہیں ، ان کو دیکھیں ۔

۱۔ خطوط غالب (مہر) : ''مولوی محمد حسن ۔'' یہ مولوی محمد محسن وہی ہیں جن کا وقف ہگلی مسلمانان بنگال کا سب سے بڑا وقف ہے ۔

۲۔ مولوی فضل حق خیر آبادی جنھیں ۱۸۵۷ع کے ہنگامے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا اور انڈیمان بھیجا گیا تھا ۔ وہیں ۱۸۶۲ع میں رحلت کی ۔

۳۔ جنتری میں جمعہ ۴ اکتوبر کو ۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۵ ، مجیدی صفحہ ۱۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۳ ، مہر صفحہ ۴۳۶ ۔ اردوے معلیٰ طبع اول : 'آ بیٹھے' لیکن غلط نامہ میں تصحیح ہے ۔

میرزا معین الدین حسین خاں اور میرزا محمد حسین خاں یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابن عم تھے نواب خدا بخش خاں کے اور معین الدین حسین خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیا الدین خاں سے -

یہاں کوئی امر نیا نہیں واقع ہوا - وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو - مسجد جامع کے باب میں کچھ پرسشیں لاہور سے آئی تھیں ، یہاں سے ان کے جواب گئے ہیں - یقین ہے کہ واگزار کا حکم آئے اور مسلمانوں کو مل جائے - ہنوز بدستور[1] پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا - والسلام مع الاکرام -

غالب

صبح[2] سہ شنبہ ۲ ذیقعدہ و مئی معاً [۱۲۷۸ھ-۱۸۶۲ع]

[۱۹] ایضاً (۹)

نور چشم[3] اقبال نشاں سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جاں کی دعا پہنچے - واقعی تمھارے دو خط آئے ہیں - آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا ، اب وہ بھی نہیں ہو سکتا - ہاتھ میں رعشہ ، آنکھوں میں ضعف بصر - کوئی متصدی میرا نوکر نہیں ، دوست آشنا کوئی آ جاتا ہے تو اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں - بھائی ! میں تو اب[4] کوئی دن کا مہمان ہوں اور اخبار والے میرا کیا حال جانیں -

---

۱- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۰ -

۲- اردوے معلیٰ میں سہ‌شنبہ ہے مگر خطوط غالب میں ''شنبہ'' ہے - جنتری میں ۲ ذی قعدہ مئی کو جمعہ اور تقویم میں جمعہ یکم ذی حجہ ۳۰ مئی ہے ، یعنی ۲ ذی حجہ ۳ مئی کو ہفتہ ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۴ ، مہر صفحہ ۴۵۰ -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول کے علاوہ اکثر نسخوں میں 'اب' موجود نہیں -

ہاں "اکمل الاخبار" اور "اشرف الاخبار" والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں ، سو ان کے اخبار میں میں نے اپنا مفصل حال چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے - اس پر کسی نے عمل نہ کیا - اب تک ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے[1] اصلاحوں کے چلے آتے ہیں اور میں شرمندہ ہوتا ہوں - بوڑھا ، اپاہج ، پورا بہرا ، آدھا اندھا ، دن رات پڑا رہتا ہوں ، حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے - تشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے - سو تشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانے کا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بہ سبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے -

تصویر کھینچنے والا جو ہندوستانی ایک دوست تھا ، وہ شہر سے چلا گیا - ایک انگریز ہے ، وہ کھینچتا ہے - مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اتروں ، پالکی میں بیٹھوں اور اس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹے کرسی پر بیٹھوں اور تصویر کھنچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں - اب تم از راہ مہربانی میر ابراہیم علی خاں بہادر اور حکیم سید احمد حسن صاحب کو ، اور[2] جب بمبئی سے واپس آ جائیں تو نواب غلام بابا خاں کو یہ خط پڑھوا دینا - تمھارے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اس کا مر جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا - بھائی اس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو کہ ۷۴[3] برس کی عمر میں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں "واسطے" رہ گیا تھا - غلط نامہ میں تصحیح ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۱ - نیز بمبئی کو "بنبئی" لکھا گیا ہے -

۳- اردوے معلیٰ میں چوہتر ہے لیکن مہر صاحب نے اکہتر کر دیا

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۶ پر)

سات بچے پیدا ہوئے ، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسی کی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہیں ہوئی - تم ابھی جوان ہو ، حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے - والسلام -

۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۷ع

[۲۰] ایضاً (۱۰)

خان[۲] صاحب ، سعادت و اقبال نشان ، میاں داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے - تمھارا کوئی خط ، سوائے اس خط کے جس کا میں جواب لکھتا ہوں ، ہرگز نہیں پہنچا - بہت دن سے مجھ کو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھ کو یاد نہیں کیا - کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا ، آج اس کا جواب لکھتا ہوں -

مُہر میں تو کھودنے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو - کھدوا دینے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت ؟ میں احباب کا خادم ہوں - میر غلام بابا خان صاحب سے میرا سلام کہیے اور وہ نگین مع نقشہ بے تکلف بھیج دیجیے - آپ کے حکم کی تعمیل اور اس نگین کی درستی ہو جاوے گی - خاطر عاطر جمع رہے - زیادہ کیا لکھوں ؟

اجی سیاح صاحب ! ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے - کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو - میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خان صاحب کو مُہر کھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے - یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خان کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵)

ہے - مگر غالب ہجری حساب سے لکھ رہے ہیں - نیز دیکھیے خط نمبر ۴۰ اور خط بنام قدر بلگرامی -

۱- مطابق یکشنبہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷ ، مجیدی صفحہ ۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۶ ، مہر صفحہ ۴۴۳ -

حسب الحکم تھا ۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کو اس کا جواب لکھوں اور ان کے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ ہو جاؤ گے ، تمھیں کو خط لکھا ۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں ، گاہ گاہ خط لکھا کرو ۔

والسلام

نجات کا طالب ، غالب

سہ شنبہ[1] یکم مارچ سنہ ۱۸۶۶ع

[۲۱] ایضاً (۱۱)

منشی صاحب ! یہ کیا اتفاق ہے[2] کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا

کس زبان مرا نمی فہمد　　　　بہ عزیزان چہ التماس کنم

یاد کرو ، اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں "قاطع برہان" کو دوبارہ چھاپا[3] چاہتا ہوں ، نواب صاحب مدد دیں ، یعنی سو دو سو جلدیں خرید لیں ۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی ۔ بھلا یہ میرے کس کام کی ؟ چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں ، پھر سوچا کہ برا مانیں گے ۔ آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیج دوں گا ۔ اسی خط کے ساتھ نواب صاحب

۱- جنتری طبع دکن میں سہ شنبہ یکم مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کے مطابق ہے ۔ یکم مارچ ۱۸۶۶ع کو جمعرات ہے ۔ جناب مہر نے اسی پیچیدگی کی وجہ سے دن نہیں لکھا ہے ۔ یکم مارچ ۱۸۶۳ع کو ۲۱ رمضان ۱۳۸۰ھ ہے اور یکم مارچ ۱۸۶۶ع کو ۱۳ شوال ۱۲۸۲ھ ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۲ ۔ مجتبائی صفحہ ۱۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۶ ، مہر صفحہ ۴۳۸ ۔

۳- مجتبائی ، مبارک ، مہر : "چھپوایا چاہتا ہوں ۔"

کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا[1] پہنچتا ہے اور یہ بھی تم کو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی - ظاہرا سہو سے وہیں رہ گئی ہو گی -

ہاں صاحب ! ۳۰ جلدیں "لطائف غیبی" کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں ، جس کی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچے - فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے - رسید جلد لکھو -

غالب

۳ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ع[2]

[۲۲] ایضاً (۱۲)

سعادت[3] و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے - خط میں آپ نے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کے دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی - یہ ایک پارسل جو بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے ، اس میں وہی "لطائف غیبی" ہے جس کو میں نے اپنے مطالعے میں رکھ کر صحیح کیا ہے - اس کے بھیجنے سے یہ مدعا کہ تم ان تیس رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کر لو - اگر چھوٹے صاحب نے رکھ لیا ہے تو ان سے مستعار لے کر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ ان کی نذر کر دو -

صاحب ! میں نے صرف اپنے صرف زر سے 'لطائف غیبی ، کی جلدیں

۱- خطوط غالب : "رسید کا تم کو پہنچتا ہے" - اردوے معلی : "تم کو" ندارد -

۲- مطابق شنبہ ۳ رجب ۱۲۸۱ھ - دیکھیے خط بنام غلام بابا خاں نمبر ۹ -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۷ ، مہر ۳۳۹ -

نہیں چھپوائیں ، مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپی[1] ہیں - بیس میں نے مول لیں ، تیس تم کو دلوا دیں ، بیس بھائی ضیاء الدین خاں نے لیں ، دس مصطفیٰ خاں صاحب نے لیں ، باقی کا حال مجھے نہیں معلوم ۱۲ -

دیکھو سیف الحق ! شیخ[2] سعدی کا قول کیا سچا ہے :

اگر دنیا نباشد دردمندم وگر باشد بہ مہرش پائے بندم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست کہ رنج خاطرست ار هست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے ، جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے - میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست ہوں - ان کی فتح کی دعا مانگتا ہوں - آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجھ کو لکھا کریں -

غربیلہ[3] کی ہندی نخرہ ہے ، فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں -

نجات کا طالب ، غالب
پنجم شعبان[4] سنہ ۱۲۸۱ھ

[۲۳] ایضاً (۱۳)

بھائی سیف الحق[5] ! تمھارا خط پہنچا - قاضی[6] صاحب بڑودہ کو

۱- اردوے معلیٰ طبع اول 'چھاپیں' -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۳ -
۳- فرہنگ غالب (عرشی) میں یہ لفظ اور معنی موجود نہیں ہیں - دیکھیے انفس اللغات ، کلمۂ ''نخرہ -''
۴- ۵ شعبان ۱۲۸۱ھ مطابق ۴ جنوری ۱۸۶۵ع چہار شنبہ -
۵- مجتبائی صفحہ ۱۹ ، مجیدی صفحہ ۱۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۷ ، مہر صفحہ ۴۴۵ -
۶- قاضی بڑودہ سے مراد قاضی نورالدین حسین فائق ہیں جن کے
(باقی حاشیہ صفحہ ۸۰ پر)

معاف رکھو - اگر کوئی وجہ اپنے پر ان کے عتاب کی پاتا تو ان سے عذر کرتا اور اپنا گناہِ معاف کرواتا - جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں - تم برا نہ مانو ، کس واسطے کہ اگر میں برا ہوں تو اس نے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور اس نے برا کہا تو اس کو خدا کے حوالے کرو -

غالب برا نہ مان جو دشمن برا کہیں
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب ! کیوں اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھروں ؟ گوشہ نشین آدمی ، عکس کی تصویر اتارنے والے کو کہاں ڈھونڈوں ؟ دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے ، اگر ہاتھ آ جاوے گی تو وہ ورق بھیج دوں گا -

اجی ، وہ تو میں نے نواب صاحب کو ہنسی[1] سے ایک بات لکھی تھی ، دوستانہ اختلاط تھا ، کہ بھئی میں بہرا ہوں ، گانا کیا سنوں گا ، بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں - غذا چھ ماشہ آٹا ، کھانا کیا کھاؤں - بمبئی[2] ، سورت میں انگریزی شرابیں اچھی[3] ہوتی ہیں - اگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹)
تذکرۂ ''مخزن شعرا'' پر غالب نے تبصرہ لکھا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب غالب سے ناراض ہو گئے تھے - چنانچہ شہاب الدین خاں ثاقب کے نام خط نمبر ۳۲۱ میں بھی غالب نے انہیں برا بھلا کہا ہے - دیکھیے حصہ سوم طبع زیر نظر ، خط نمبر ۵۸ -

۱- دیکھیے مکتوب بنام نواب غلام بابا خاں ، خط نمبر ۶ ، مورخہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء ، خط نمبر ۷ -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول : ''بنبئی -''
۳- اردوے معلیٰ طبع اول و دوم کے علاوہ تمام نسخوں میں ''اچھی'' ندارد -

وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔

نجات کا طالب ، غالب
۵ ستمبر[1] سنہ ۱۸۶۶ع

[۲۴] ایضاً (۱۴)

صاحب[2]!

تمھارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی۔ ٹوپیاں اگرچہ تمھارے سر پر ٹھیک[3] نہ آئیں ، لیکن ضائع نہ گئیں۔ میرے شفیق اور تمھارے مربّی کے صرف میں آئیں ، تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔

مصور سے سخت عاجز ہوں ، وعدہ ہی وعدہ ہے ، وفا کا نام نہیں۔

کلیات[4] میر تقی کا انتخاب تمھارے خط کے پہنچنے سے دو دن پہلے میر فخر الدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ ان کے حوالے کر دیے۔

حضرت! بہتان لگانے کی خو کس سے سیکھے ہو؟ میرے پاس کوئی غزل تمھاری نہیں ہے۔ نواب صاحب کو سلام کہنا[5] اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا ارمغان سمجھنا ، سیف الحق کی نذر

۱- مطابق سہ شنبہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۱۱۹ ، مجیدی صفحہ ۱۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷ ، مہر صفحہ ۳۵۱۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۴۔
۴- اس کتاب کا نام منتخب کلیت میر تقی ، (انتخاب فخر الدین) ہے۔ میرے پاس اس کا پہلا ایڈیشن طبع اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۳ھ موجود ہے۔
۵- خطوط غالب (طبع سوم) مہر : "سلام کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا ارمغان سمجھنا۔"

تصور نہ کرنا -

نجات کا طالب ، غالب

۲۵[1] جنوری سنہ ۱۸٦۷ء

[۲۵] ایضاً (۱۵)

اقبال[2] نشان سیف الحق کو دعا پہنچے - پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں - چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروائیے اور اطراف و جوانب دور نزدیک بھیجیے - جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہوں ، وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخر الدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیج دیں - جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں[3] وہ اس کے خریدنے کی اطلاع کا خط ، جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں -

غالب[4]

۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦٦ء

۱- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی اور خطوط غالب مہر کی تینوں طباعتوں میں ۲۵ جنوری ۱۸٦۸ء - جنتری میں یہ تاریخ مطابق ہے ۱۸ رمضان ۱۲۸۳ھ بروز جمعہ - نیز دیکھیے خطوط مکتوبہ ۲ جنوری ، ۲۵ جنوری ، ۱۲ فروری اور ۲۳ اپریل -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۹ ، مہر صفحہ ۴۴۴ -

۳- خطوط غالب ، مہر میں یہ جملہ حذف ہوگیا اور عبارت یوں بنی : "خط میرے پاس بھیج دیں - جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں ، وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں -"

۴- مطابق پنجشنبہ ۴ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ -

۲۶ - ایضاً (۱۵)

مولانا[1] سیف الحق ! اب تو کوئی خط تمھارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا ؟ بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں ؟ اگلے پانچ روپے پر میں بے مزہ ہوا تھا ، یہ ڈھائی اور طرہ ہوئے - بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں ؟ اس رقعہ کا جواب جلد لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی -

عنایت کا طالب ، غالب

۲۳[2] اپریل سنہ ۱۸٦٦ع

[۲۷] ایضاً (۱۷)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان ، سیف[3] الحق میاں داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام - کل سہ شنبہ ۲۰ فروری[4] صبح کے وقت چھ پارسل[5] ، ۳٦ "درفش کاویانی" کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کیے - کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا ، حال معلوم ہوا - خیر اب اور نہ بھیجوں گا -

صاحب ! یہ تم نے پانچ روپے کے ٹکٹ کیوں بھیجے ؟ میں نہ کتاب فروش ، نہ دلال ، یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی ، اور تم نے بہت برا

۱- مجتبائی صفحہ ۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۹ ، مہر صفحہ ۳۴۴ -

۲- مطابق دو شنبہ ۷ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۵ ، مجتبائی صفحہ ۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۹ ، مہر ۳۴۳ -

۴- اردوے معلیٰ کے تمام نسخوں میں "بیس فروری" ہے لیکن خطوط غالب مہر ندارد -

۵- دیکھیے پہلا خط بنام غلام بابا خاں -

کیا ۔ حضرت! ۱۶ جلدیں "لطائف غیبی" کی بھیج کر اس کے پان سات دن کے بعد بیس "نامۂ غالب" کا پارسل ارسال کیا ہے ۔ "لطائف" کی رسید تم نے بھیج دی ، یقین ہے کہ "نامۂ غالب" کا پارسل بھی پہنچ جائے گا ، گھبراؤ نہیں ۔ نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا ۔

نجات کا طالب ، غالب

۲۱[1] فروری سنہ ۱۸۶۶ء

[۲۸] ایضاً (۱۸)

منشی صاحب!

وہی[2] جہان ، وہی زمین ، وہی آسمان ، وہی سورت بمبئی[3] ، وہی دلی ، وہی نواب میر غلام بابا خاں ، وہی سیف الحق سیاح ، وہی غالب نیم جان ۔ انگریزی ڈاک جاری ، ہرکاروں کو ریل کی سواری ۔ ربیع الاول میں تمھارا خط آیا ، ربیع الثانی ، جمادی الاول ، جمادی الثانی ، رجب ، آج شعبان کی ۲۶ ہے ۔ صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہوں ، ۸ بج گئے ہیں ۔ اس وقت تک نہ کوئی[4] تمھارا خط آیا ، نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ ۔ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو اور اس خط میں ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو ۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا ارسال کرتا ہوں ۔

۱۔ مطابق چہار شنبہ ۵ شوال ۱۲۸۲ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۱ ، مجیدی صفحہ ۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۰ ، مہر صفحہ ۴۴۶ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ : "سورت بنبئی" ۔ اردوے معلیٰ نسخۂ مبارک علی اور خطوط غالب میں "بمبئی" ندارد ۔

۴۔ خطوط غالب : "نہ تمھارا کوئی خط آیا ۔"

خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمھارے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔

نجات کا طالب، غالب
۳[۱] جنوری سنہ ۱۸۶۷ع

خط بیرنگ[۲] ہے اور پارسل پیڈ۔

[۲۹] ایضاً (۱۹)

برخوردار[۳]! تمھارا خط پہنچا۔ لکھنئو کا کیا کہنا ہے، وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ! وہ سرکار امیر گر تھی۔ جو بے سر و پا وہاں پہنچا امیر بن گیا۔ اس باغ کی یہ فصل خزاں ہے۔

میں بہت خوشی سے تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ اردو کا دیوان غاصب[۴] نا انصاف سے ہاتھ آ گیا اور میں نے نور چشم منشی شیو نرائن کو بھیج دیا۔ یقین کلی ہے کہ وہ چھاپیں گے۔ جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائے گا۔ طریقۂ سعادت مندی یہ ہے کہ ہم کو اپنی خیر و عافیت کا طالب جان کر جہاں جاؤ، وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتا ہم پر ظاہر کرتے رہو۔ ہم تم سے راضی

۱- ۳ جنوری ۱۸۶۷ع مطابق ۲۶ شعبان ۱۲۸۳ھ پنجشنبہ کا دن تھا۔
۲- یہ عبارت اردوے معلیٰ طبع اول میں تاریخ کے بعد اور خطوط غالب میں تاریخ سے پہلے ہے۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۶، طبع مجتبائی صفحہ ۲۱، مجیدی صفحہ ۱۹، مبارک علی صفحہ ۱۹، رام نرائن صفحہ ۲۱، مہر صفحہ ۳۲۹۔
۴- غاصب ناانصاف سے مراد عظیم الدین میرٹھی ہیں۔ اس سلسلے میں دیکھیے خط بنام منشی شیو نرائن، ۲۵- جون ۱۸۶۰ع جس میں اسی تاریخ دیوان بھیجنے کی اطلاع دی ہے۔

ہیں اور چوں کہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی ، شرمندہ بھی ہیں ۔
راقم ، اسد اللہ خاں

مرقومہ شنبہ ، روز عید[1] ، مطابق ۳۰ جون سنہ ۱۸۶۰ع

[۳۰] ایضاً (۲۰)

منشی[2] صاحب سعادت و اقبال نشان ، سیف الحق میاں داد خاں ! تم سلامت رہو ۔ تمھارے خط کے صفحۂ سادہ پر یہ سطریں رقم کرتا ہوں تا کہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ ۔ نامۂ غالب صاحبِ مطبع نے اپنی بیکری کے واسطے نہیں چھاپی جو میں مول لے کر بھیجوں ، اور تم سے اس کی قیمت مانگ لوں ۔ میں نے آپ تین سو جلد[3] چھپوائی ، دوستوں کو دور و نزدیک بانٹ دیں[4] ۔ آج یک شنبہ ہے ، پارسل روانہ نہ ہوگا ۔ جتنے یہ نسخے اب میرے پاس باقی ہیں ، کل تمھیں بھیج دوں گا ۔

ہاں صاحب ! سو روپیہ کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا ۔ کاپی آج شروع ہو گئی ۔ جس دن نوٹ پہنچا اس کے دوسرے دن روپیہ مل گیا ۔ تیسرے دن میں نے تم کو تمھارے رجسٹری دار خط کا جواب لکھ بھیجا ۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے

۱۔ تقویم کی رو سے ۳۰ جون ۱۸۶۰ع مطابق ہے ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ روز شنبہ کے ، چونکہ ۲۵ جون کو یہ دیوان شیو نرائن کو بھیجا گیا ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۱ ، مہر صفحہ ۳۴۲ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۶ و طبع مجتبائی صفحہ ۲۰ مطابق متن نسخۂ مبارک علی اور خطوط غالب مہر صفحہ ۳۴۲ "تین سو جلدیں ۔"

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول : "بانٹ دی ۔"

بہ موجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہو گا۔ کل حضرت کا بھی ایک خط آیا ہے۔ اس کا[1] جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہے۔

بندہ پرور! سچ کہتے ہو، رحیم[2] بیگ کا وطن اصلی سردھنہ اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلمی اس کا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا۔ نظم و نثر میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے۔

راقم، غالب علی شاہ

یک شنبہ[3] ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع

[۳۱] ایضاً (۲۱)

صاحب![4] آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں۔ جس زمانے میں وہ دلی آئے تھے، میری ان کی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ وہ میرے دوست ہیں، شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ انھوں نے میری مدح میں نہیں لکھا۔ آغا عبدالرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا۔ بہرحال میں تمھارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہ ہوتی۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۷۔

۲- رحیم بیگ مولف ساطع برہان کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں ''سمبر''۔ 'ت' کے نقطے رہ گئے ہیں۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ع یکشنبہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ کے مطابق ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۶ بنام سیاح، مکتوب ۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ع۔

۴- مجتبائی صفحہ ۲۲، مجیدی صفحہ ۲۰، مبارک علی صفحہ ۲۰، رام نرائن صفحہ ۲۲، مہر صفحہ ۴۳۶۔

ان دنوں ضعف دماغ و دوران سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والیِ رام پور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہے - دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی - تمھاری بھیجی ہوئی غزلیں سب محفوظ دھری ہوئی ہیں ، خاطر جمع رکھو - جب نواب صاحب کی غزلیں دیکھوں گا ، تو یہ بھی دیکھی جائیں گی - جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دے سکوں تو فکرِ تاریخ کیا کروں ؟ اگر میرا حال درست ہوتا تو جناب مولوی عبدالغفور خاں صاحب نساخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا - اور اس خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھتا - آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ ان کو دکھا دیں -

نجات کا طالب ، غالب

چہار شنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۱ع[1]

[۳۲] ایضاً (۲۲)

جناب[2] منشی صاحب !

آپ کا خط مع خط مہری لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا[3] ، پہنچا - اس کے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی - جب گورنمنٹ اعلیٰ نے مجھ کو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کے اگلے زمانے کے خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا - ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں - مجھ کو تو چھ آنے کے پیسوں کا افسوس

۱- خطوط غالب میں تاریخ پہلے اور نام بعد میں ہے - اردوے معلیٰ میں ''عیسوی'' درج ہے - ۲۰ نومبر ۱۸۶۱ع مطابق ہے ۱۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۷۸ھ کے -

۲- مجتبائی صفحہ ۲۲ ، مجیدی صفحہ ۲۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۰ ، رام نرائن صفحہ ۲۲ ، مہر صفحہ ۳۳۶ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۸ -

ہے ، جو تم نے بابت محصول دیے ۔

راقم ، اسد اللہ[1]

مرقوم ۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۲ع

[۳۳] ایضاً (۲۳)

صاحب[2]! میرا سلام! تمھارا خط پہنچا ، دونو(ں) غزلیں دیکھیں ، خوش ہوا ۔ فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور فن شعر میں اگر اس شیوے کی رعایت کی جاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہے ۔ یاد کرو ، کبھی کوئی غزل تمھاری اس طرح کی نہیں ہوئی کہ جس میں اصلاح نہ ہوئی ہو ، خصوصاً روزمرۂ اردو میں ۔ دونوں غزلیں لفظاً اور معنیاً[3] بے عیب ہیں ۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہیں ۔ آفرین صد ہزار آفرین ۔

میر غلام بابا صاحب واقعی ایسے ہی ہیں جیسا تم لکھتے ہو ۔ سیاحت میں دس ہزار آدمی تمھاری نظر سے گزرا ہوگا ۔ اس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے مداح ہو ، تو بے شک وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے ، لاریب فیہ ۔ کیا فرمائش کروں ، اور تم سے منگاؤں ؟ وہاں کون سی چیز ہے کہ یہاں نہیں ۔ آم مجھ کو بہت مرغوب ہیں ، انگور سے کم عزیز نہیں ، لیکن بمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت ؟ مالدے کا آم یہاں پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے ، اچھا ہوتا ہے ۔ کہاں یہ کہ وہاں بہت اچھا ہوگا ۔ سورت سے دلی آم بھیجنے محض تکلف ہے ۔ روپے کے آم اور چار روپے

۱۔ خطوط غالب صفحہ ۳۳۶ میں نام بعد میں ہے ۔ ۱۰ فروری ۱۸۶۲ع ، دوشنبہ ۱۰ شعبان ۱۲۷۸ھ کے مطابق ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۲ ، مجیدی صفحہ ۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۳ ، مہر صفحہ ۳۳۳ ۔

۳۔ طبع اول اردوے معلیٰ ''معنیاً'' باقی نسخوں میں ''معنی'' ہے ۔

محصول ڈاک ، اور پھر سو میں سے شاید دس پہنچیں - میرے سر کی قسم - کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا - یہاں دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ[1] اور خوش بو افراط سے ہیں - پیوندی آم بھی بہت ہیں - رام پور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر بہ سبیلِ ارمغان بھیجتے رہتے ہیں - اے لو ، آج بریلی[2] سے ایک بھینگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی - دو ٹوکرے ، ہر ٹوکرے میں سو آم - کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے ، دو سو میں سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے - اوائلِ جون ماہ حال میں ایک ہفتہ مینہ برس کر ، پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لُو چل رہی ہے -

سہ شنبہ[3] ، ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ع

[۳۴] ایضاً (۲۴)

صاحب[4] ! میں تم سے شرمندہ (ہوں[5]) - پہلا خط تمھارا مع قصیدہ

۱- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۲۹ -

۲- عبدالجمیل بریلوی کو اس ارمغان کی رسید لکھی ہے جس میں مہینہ درج نہیں ہے -

۳- خطوط غالب مہر میں دن تحریر نہیں ہے - اردوے معلیٰ میں "سہ شنبہ ۱۷ - جون شنبہ ۱۸۶۲ع" چھپا ہے - نسخۂ مبارک و مطبع مجتبائی : "سہ شنبہ ۱۷ جون ۱۸۶۶ع -" مہر : "۱۷ جون ۱۸۶۶ع" - جنتری میں "سہ شنبہ ۱۷ جون ۱۸۶۲ع مطابق ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ" ہے اور "سنہ ۶۶ کے جون کی سترھویں کو یک شنبہ کا دن تھا -

۴- مجتبائی صفحہ ۲۳ ، مجیدی صفحہ ۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۱ ، رام نرائن صفحہ ۲۴ ، مہر صفحہ ۳۴۶ -

۵- اردوے معلیٰ طبع اول میں "ہوں" ندارد -

پہنچا ۔ میں قصیدہ کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا ، اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا ۔ ہر چند ڈھونڈا ، نہ پایا ۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر مجھ کو یاد ہے کہ اسی وقت میں نے اُن اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا ۔ اشعار سب ہموار تھے ، تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذرگزرانو اور مع الخیر وطن کو جاؤ ۔ لیکن بھائی ! وطن پہنچ کر ضرور مجھ کو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اُس نشان سے تم کو خط بھیجوں ۔

نواب میر غلام بابا خاں صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا ۔ فقط

صبح سہ شنبہ ۱۸[1] نومبر سنہ ۱۸۶۲ع

[۳۵] ایضاً (۲۵)

منشی[2] صاحب سعادت و اقبال نشان !

شکوہ تمھارا میرے سر آنکھوں پر ، مگر کوئی خط تمھارا جواب طلب نہ تھا ۔ اشعار کی اصلاح سے میں نے ہاتھ اٹھایا ۔ کیا کروں ، ایک برس سے عوارضِ فساد خون میں مبتلا ہوں ۔ بدن پھوڑوں کی کثرت سے سرو چراغاں ہو گیا ہے ۔ طاقت نے جواب دیا ۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں[3] ، کھانا کھانے[4] کے وقت پلنگ پر سے اتر بیٹھتا ہوں ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ۱۸ نومبر ۱۸۶۲ع ہے لیکن خطوط غالب اور اردوے معلیٰ کے دوسرے نسخوں میں "۶۲" کو "۶۶" کر دیا گیا ہے ۔ جنتری میں اس دن اور تاریخ کو ۲۵ جمادی الاول ۱۲۷۹ھ ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۴۲ ، مجیدی صفحہ ۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۲ ، رام نرائن صفحہ ۴۲ ، مہر صفحہ ۳۴۷ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول[*] ، آغاز صفحہ ۳۰ ۔

۴۔ خطوط غالب مہر : "کھانا کھاتے وقت ۔"

کھانا کھا کر، ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں ۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے، آٹر کے پیشاب کیا جاتا ہے ۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے ۔ تشت چوکی سہی، مگر کئی قدم جانا، پھر آنا کیا ایسا آسان ہے؟ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی، اب نجات چاہتا ہوں ۔ بہت جیا، کہاں تک جیوں گا (اب[1] تم دوسرے صفحے کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادتِ فرزند کی مبارک باد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا :

قطعہ[2]

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہ چاردہ
بر فراز لوح گردوں گردۂ تمثال اوست
فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب
از سر ناز و طرب فرزند فرخ سال[3] اوست

۱۲۸۰ = ۱۲۲۱ + ۹ + ۵۰

سنہ ۱۲۸۰ ۔ ناز کے 'نون' کے پچاس، اور طرب کی 'طوئے' کے نو

۱۔ "اب تم دوسرے صفحے کو پڑھو" اردوئے معلیٰ طبع اول میں یہ عبارت بین القوسین ہے ۔

۲۔ خطوط غالب مہر میں لفظ "قطعہ" نہیں لکھا گیا ۔

۳۔ غالب نے "فرزند فرخ" میں ۵۹ کا اضافہ کرکے ۱۲۸۰ کیا ہے لیکن خطوط غالب میں "فرزند فرخ فال" کو واوین میں رکھا گیا ہے ۔ حالانکہ 'فال' کو شریک کرنے سے ایک سو اکیس اور بڑھ جاتے ہیں ۔

"فرزند فرخ سال"[1] پر بڑھانے ہوں گے ۔

غالب

روز پنجشنبہ[2] ۱۷ اگست سنہ ۱۸۶۳ع

[۳۶] ایضاً (۲۶)

منشی[3] صاحب سعادت و اقبال نشان ، منشی میاں داد خاں سیاح ، سیف الحق ، سلمکم اللہ تعالیٰ !

دعا اور سلام اور شکر اور سپاس ۔ تمھارا خط مرقومۂ ۳۰ اگست پرسوں بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۸۶۵ع کو پہنچا ۔ کل دسویں ستمبر ماہ حال کو سو روپے مندرجہ اس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے ۔ چھوٹے صاحب نے بڑی جواں مردی اور بڑی ہمت کی ۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور اُن کا نام ہوا ۔ اللہ اللہ ! اب بھی ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں کہ نہ میں نے اُن کو دیکھا ، نہ اُنھوں نے مجھ کو دیکھا ۔ نہ میرا کوئی حق اُن پر ثابت ، نہ اُن کو کوئی خدمت مجھ

۱- اردوے معلی طبع اول میں مصرع تو 'فرزند فرخ سال اوست' ، ہی چھپا ہے لیکن نثر میں "فرخ فال پر بڑھانے ہوں گے" ہے ۔ طبع فاروقی صفحہ ۲۲ بہ تصحیح حالی میں مصرع میں بھی 'سال' کو 'فال' کر دیا گیا ہے ۔ میرے خیال میں دونوں جگہ سال ہی صحیح ہے ۔ غالباً نثر میں مرزا صاحب رواروی میں 'فال' لکھ گئے ہیں ۔ نیز دیکھیے کلیات غالب جلد اول صفحہ ۵۰۶ طبع مجلس ترقی ادب لاہور ۔

۲- یہ تاریخ ۸ صفر ۱۲۷۸ھ کے مطابق ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۴ ، مجیدی صفحہ ۲۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۵ ، مہر صفحہ ۱۴۴ ۔

سے لینی منظور ۔ خیر ، فقیر ہوں جب تک جیوں گا ، دعا دوں گا ۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہوں گا ۔ تمھارا بھی[1] احسان مانوں گا ۔ اب دو ایک دن میں کاغذ آ جائے تو اس کا انطباع شروع ہو جائے ۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسان مند نہیں ہوا تھا ۔ اب احسان بھی اٹھایا تو اپنے آقا ، یعنی علی مرتضیٰ علیہ السلام[2] کے فرزند کا ۔ وہ جو ایک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے ، وہ ایک لڑکے پڑھانے والے مُلّاے مکتب دار کا خبط[3] ہے ۔ رحیم بیگ اس کا نام ، میرٹھ کا رہنے والا ، کئی برس سے اندھا ہوگیا ہے ، باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے ۔ اس کی تحریر میں نے دیکھی ، تم کو بھی[4] بھیجوں گا ۔ مگر ایک بڑے مزے کی بات ہے کہ اس میں بیشتر وہ باتیں ہیں جن کو 'لطائف غیبی' میں رد کر چکے ہو ۔ بہر حال اب اس کے جواب کی فکر نہ کرنا[5] ۔ والسلام والاکرام ۔

نجات کا طالب ، غالب

دوشنبہ[6] ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱ ۔

۲۔ طبع اول میں ''علیہ السلام'' ہے لیکن بعد کے ایڈیشنوں میں ''رضی اللہ عنہ'' کر دیا گیا ہے ۔

۳۔ نسخۂ مبارک علی میں ''خط ۔''

۴۔ خطوط غالب مہر میں 'بھی' ندارد ۔

۵۔ مجتبائی و مبارک علی : ''فکر نہ کرنا فقط ۔''

۶۔ دوشنبہ ۱۱ ستمبر مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ ہے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۰ بنام سیاح مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ع ۔

[۳۷] ایضاً (۲۷)

صاحب[۱] !

میں خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزانِ وطن کو دیکھ کر خوش ہوئے اور مع الخیر و العافیت اپنے محسن و مربی کی خدمت میں پھر آ پہنچے ۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت[۲] سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط میں سلام صرف وفورِ اشتیاق سے لکھا ہے، محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجوں گا ۔

اجی ہاں میاں سیف الحق ! رام پور[۳] سے آ کر تین سو جلدیں "درفش کاویانی" کی تیار پائیں ۔ نواب میر غلام بابا خاں صاحب سے حصہ برادرانہ کیا : ڈیڑھ سو جلد کا پشتارہ بنایا ، اس پر ٹاٹ لپٹوایا ، ڈاک گھر بھجوایا ، مسترد آیا ۔ سرکاری ڈاک والوں نے ہرگز اس کا بھیجنا نہ قبول کیا ۔ ٹھیکے والے ، پمفلٹ پاکٹ والے ، ریل والے ، متفق اللفظ اس کے ارسال[۴] سے انکار کرتے ہیں ۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھواؤ اور اس باب میں جو وہ فرمائیں ، وہ مجھ کو لکھو ۔ مدعا یہ ہے کہ کسی طرح یہ پشتارہ تک وہاں پہنچ جائے ۔ اس خط کا جواب جس قدر جلد لکھو گے ، مجھ پر زیادہ احسان کرو گے ۔

نجات[۵] کا طالب ، غالب

سہ شنبہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۸۶۶ع

۱- مجتبائی صفحہ ۴۲ ، مجیدی صفحہ ۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۶ ، مہر صفحہ ۴۴۲ ۔

۲- خطوط غالب مہر میں "بہت سلام ۔"

۳- بقول عرشی صاحب غالب ۸ جنوری ۶۶ع کو رام پور سے واپس آئے (مکاتیب صفحہ ۱۳۰) ۔ نسخۂ مجتبائی و مبارک علی و خطوط غالب مہر میں "برادرانہ کو" ۔ نیز "پشتارہ بنوایا" ۔ متن مطابق طبع اول ۔

(حاشیہ نمبر ۴ اور ۵ صفحہ ۹۶ پر دیکھیے)

[۳۸] ایضاً (۲۸)

بھائی[1] تم جیتے رہو اور مراتب عالی[2] کو پہنچو - لو ایک ہنسی کی بات سنو ؛ تمھارا خط منشی کنھیا لال کے نام کا میرے پاس آیا - ہرچند میں نے خیال کیا ، اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا - یہ نادانی ان کی کہ مجھ سے کہہ نہ دیا کہ میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیج دینا - بے خبری میں جو خط آیا ، میں نہ نام سے واقف ، نہ مقام سے واقف ، خط پھیر نہ دوں تو کیا کروں - خط کے واپس کرنے کے بعد ایک دن آپ بھائی مرزا محمد حسین خاں کے ساتھ میرے پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا - دیکھنا میاں ! کیا خوب بیان ہے ؛ فرماتے ہیں کہ "میں غدر سے پہلے دو تین بار تیرے پاس حاضر ہوا ہوں" انصاف کرو ، دو تین ملاقاتیں اور دس گیارہ برس کی بات ، میں نسیان کا پتلا ، میرا قصور کیا - بہرحال یہ شریف ہیں اور عمدہ روزگار کیے ہوئے ہیں -

صاحب ! میں نے اودھ اخبار میں دیکھا کہ چھوٹے صاحب مقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبوں میں اُن کی افزائش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر کمال ہوئی - میں تو تہنیت میں خط لکھوں گا - مگر رشک آتا

(صفحہ ۹۵ کا حاشیہ نمبر ۴ اور ۵)

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲ -

۵- خطوط غالب میں نام تاریخ کے بعد ہے - اردوے معلیٰ طبع رام نرائن صفحہ ۲۶ میں ۱۸۶۹ع درج ہے - جنتری میں ہے : "سہ شنبہ ۵ رمضان ۱۲۸۲ھ ، ۲۳ جنوری ۱۸۶۶ع -"

۱- مجتبائی صفحہ ۲۴ ، مجیدی صفحہ ۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۶ ، مہر صفحہ ۳۴۷ -

۲- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی میں "مراتب علیا" - یہی مبارک علی اور مہر ایڈیشن میں ہے - اردوے معلیٰ طبع مجیدی میں "مراتب علیہ"۔

ہے کہ بہ حوالۂ ''اودھ اخبار'' لکھوں اور بہ حوالہ سیف الحق نہ لکھوں ؟ زیادہ زیادہ ۔

اسد اللہ خاں[1] غالب
۳۱ مارچ[2] سنہ ۱۸۶۷ع

[۳۹] ایضاً (۲۹)

منشی[3] صاحب ، سعادت و اقبال نشان ، عزیز تر از جان ، سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب کی دعا پہنچے ۔ پرسوں ایک خط تمھارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا[4] پہنچا ۔ تمھارے خط میں پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ پہنچے ، سو روپے وصول ہوگئے ۔ آج تم کو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں ۔

بھائی ! تم نے اخبار اطراف میں و جوانب میں میرا حال دیکھا ہوگا ۔ میں اب محض نکما ہو گیا ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس میں دھرے ہیں ۔ ازاں جملہ تین صاحبوں کے نام تم کو[5] لکھتا ہوں : میر ابراہیم علی خاں صاحب ، میر عالم علی خاں صاحب ، نواب[6] عباس علی خاں رئیس

۱- خطوط غالب ، مہر : 'خاں' ندارد ۔

۲- یکشنبہ ، ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ ، ۳۱ مارچ ۱۸۶۷ع ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳ بنام غلام بابا خاں ، ۳ اپریل ۱۸۶۷ع ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۲۶ ، نجیاری صفحہ ۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۴۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۷ ، مہر صفحہ ۴۴۸ ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳ ۔

۵- نسخۂ مبارک علی اور خطوط غالب مہر میں ''تم کو'' ندارد ۔

۶- عباس علی خاں بے تاب ابن محمد عبدالعلی خاں نواب کلب علی خاں کے حقیقی ماموں تھے ۔ ۲۹ رجب ۱۳۰۰ھ ، ۶ جون ۱۸۸۳ع کو انہوں نے رحلت کی ۔ (مکاتیب غالب صفحہ ۸۸) ۔

حال رام پور کے حقیقی ماموں ۔ غرض کہ انھیں اوراق میں تمھارے کاغذ بھی دھرے ہوئے ہیں ۔ جس دن ذرا[1] افاقت پاؤں گا ، تو ان سب کواغذ کو دیکھوں گا ۔

۲۳ اپریل[2] سنہ ۱۸۶۷ع

[۴۰] ایضاً (۳۰)

منشی[3] صاحب ، سعادت و اقبال نشان ، سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو غالب ناتواں نیم جاں کی دعا پہنچے ۔ بھائی ! میرا حال اسی سے جانو کہ اب میں خط نہیں لکھ سکتا ۔ آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا ، اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہیں ہو سکتا ۔ جب حال یہ ہے تو کہو صاحب ! میں اشعار کو اصلاح کیوں کر دوں ؟ اور پھر اس موسم میں کہ گرمی میں سر کا بھیجا پگھلا[4] جاتا ہے ، دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہیں ۔ رات کو صحن میں سوتا ہوں ، صبح کو دو آدمی ہاتھوں پر لے کر دالان میں لے آتے ہیں ۔ ایک کوٹھری ہے اندھیری ، اس میں ڈال دیتے ہیں ۔ تمام دن اس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہوں ۔ شام کو پھر دو آدمی بدستور لے جا کر پلنگ پر صحن میں ڈال دیتے ہیں ۔ تمھاری غزلیں ، میر ابراہیم علی خاں بہادر کی غزلیں ، میر عالم علی خاں کی غزلیں ، حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں ، یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں ۔ اگر کوئی دن زندگی

۱۔ 'ذرا' میں اردوے معلیٰ کا املا 'ز' سے ہے ۔

۲۔ مطابق سہ شنبہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۲۵ ، مجیدی صفحہ ۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۸ ، مہر صفحہ ۴۴۹ ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول : "پگلا ۔"

اور ہے[1] اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھوں گا ۔

تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے دوست ، میرے چہرے کی تصویر اتار کر لے گئے ۔ اس کو تین[2] مہینے ہوے ، آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے ۔ میں نے گوارا کیا آئینے پر نقشہ[3] اتروانا بھی ۔ ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں ۔ عید کے دن وہ آئے تھے ۔ میں نے ان سے کہا کہ بھائی ! میری شبیہ کھینچ دو ۔ وعدہ کیا تھا کہ کل نہیں تو پرسوں اسباب کھینچنے کا لے کر آؤں گا ۔ شوال ، ذیقعدہ ، ذی الحجہ ، محرم ، صفر یہ پانچواں مہینہ ہے ، آج تک نہیں آئے ۔

آغا غلام حسین خاں صاحب کا قطعہ پہنچا ۔ اس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے ۔ اب اصلاح دے کون ، میں تو اپنی مصیبت میں گرفتار ، بارے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بہ سواریِ ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا ، اس کو موقع و محل بتا دیا ۔ جو میں کہتا گیا اس طرح وہ بناتا گیا ۔ وہ قطعہ کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع میں بھیج دیا ۔ ہفتۂ آیندہ میں تم بھی دیکھ لو گے ۔

مرگ ناگاہ کا طالب ، غالب

۱۱[4] جون سنہ ۱۸۶۷ع

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۴۳ شروع ہوتا ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول نسخۂ مجتبائی : ''تین تین مہینے'' ۔ ایک 'تین' زائد ہے ۔

۳۔ یعنی کیمرے کی تصویر ۔ دیکھیے خط نمبر ۱۹ ۔

۴۔ مطابق ۷ صفر ۱۲۸۴ ، سہ شنبہ ۔ نیز دیکھیے حصۂ دوم میں کچھ اور خط بھی ہیں ۔

[۴۱] بنام مولوی منشی حبیب' اللہ خاں المتخلص بہ ذکا (۱)

صبح[۲] جمعہ دہم شوال سنہ ۱۲۸۳ھ ، ۱۵ فروری سنہ ۱۸۶۷ع

بھائی! میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور مجھ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے ؟ ظاہرا معاملۂ عالم ارواح ہے ۔ اسباب ظاہری کو اس میں دخل نہیں ۔ تمھارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے ، وقت پر پہنچے گا ۔ سترا بہترا اردو میں ترجمۂ "پیر خرف" ہے ۔ میری تہتر برس کی عمر ہے ۔ پس میں اخرف[۳] ہوا ۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں ، سامعہ باطل بہت دن سے تھا ، رفتہ

۱۔ منشی حبیب اللہ ذکا ، حافظ محمد میراں نائطی کے فرزند ۔ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ع میں بمقام نیلور (مدراس) پیدا ہوئے ۔ تعلیم و تربیت کے علاوہ طبیعت بھی اچھی پائی تھی ، فارسی و اردو نظم و نثر پر قدرت حاصل تھی ۔ سید محمد مہدی ثاقب اور سید محمد مرتضیٰ بنیش مشہدی کے شاگرد ہوئے ۔ حیدرآباد میں نواب مختار الملک بہادر کے کاتب خاص کا عہدہ حاصل کیا تھا ۔ ۱۸۶۲ع میں مرزا غالب کے شاگرد ہوئے اور استاد کے عاشق نکلے لیکن کبھی دہلی نہ آسکے ۔ ۱۲۹۱ھ یا ۱۸۷۴ع میں وفات پائی اور چنچل گوڑہ میں دفن ہوئے ۔ ۱۸۷۷ع (۱۲۹۴ھ) میں ذکا کے فرزند محمد میراں نے ان کا فارسی اردو مجموعۂ نظم و نثر ، "خاش خاش" کے نام سے شائع کیا تھا ۔ (تلامذۂ غالب ، صفحہ ۱۰۵ ۔ خطوط غالب مہر ، صفحہ ۴۵۱) ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۲۷ ، مجیدی صفحہ ۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۹ ، مہر صفحہ ۴۶۳ ۔ جنتری میں ۱۵ فروری جمعہ مطابق ۹ ذی الحجہ ہے ۔

۳۔ "خرف" کا اسم تفضیل بنایا ہے ۔

رفتہ وہ بھی حافظے کے مانند معدوم ہو گیا ۔ اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہیں ، رسمی پرسش مزاج سے[1] بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں ۔ غذا مفقود ہے ، صبح کو قند اور شیرۂ بادام مقشر ، دوپہر کو گوشت کا پانی ، سر شام تلے ہوے چار کباب ، سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب ، اور اسی قدر گلاب ۔ خرف ہوں ، پوچ ہوں ، ہیچ ہوں[2] ، عاصی ہوں ، فاسق ہوں ، روسیاہ ہوں ، یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے :

مشہور ہیں عالم میں ، مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ افاقت تھی ۔ ایک اور خط ضروری لکھنا تھا ۔ بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا ۔ مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے ۔ ناچار اب کتابت جداگانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے اور حالات تم کو معلوم ہو جائیں کہ میں :

قوم کا ترک سلجوقی ہوں ، دادا میرا ماوراء النہر[3] سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا ۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی ، صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا ۔ ایک پرگنہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول کا صفحہ ۳۵ شروع ہوتا ہے ۔
۲۔ نسخۂ اکمل المطابع کے علاوہ 'ہیچ ہوں' موجود نہیں ۔
۳۔ ماوراء النہر عموماً ترکستان کو کہا جاتا ہے ۔ اسی علاقے سے مرزا غالب کے دادا قوقان بیگ وارد لاہور ہوے تھے ۔ بقول غالب یہ زمانہ شاہ عالم مولود ۱۷ ذی قعدہ ۱۱۴۰ھ ، تخت نشین ۴ جمادی الاول ۱۱۷۳ھ ، متوفیٰ ۷ رمضان ۱۲۲۱ھ ، ۲۸ دسمبر ۱۸۰۶ عیسوی (جام جم : سرسید مشمولہ مقالات سرسید جلد ۱۶ ۔ صفحہ ۶۸ طبع مجلس ترقی ادب لاہور) ۔

سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا ۔ بعد انتقال اس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا ، وہ علاقہ نہ رہا ۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خاں بہادر لکھنئو جا کر نواب[1] آصف الدولہ کا نوکر رہا ۔ بعد چند روز حیدر آباد جا کر نواب[2] نظام علی خاں کا نوکر ہوا ۔ تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا ۔ کئی برس وہاں رہا ۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی ۔ والد نے گھر[3] آ کر الور کا قصد کیا ۔ راؤ راجہ[4] بختاور سنگھ کا نوکر ہوا ، وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا ۔ نصراللہ بیگ خاں بہادر میرا حقیقی چچا مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبے دار تھا ۔ اس نے مجھے پالا ۔ سنہ ۱۸۰۶ع[5] میں جب جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا ، صوبہ داری کمشنری ہو گئی[6] اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا ۔ میرے

۱۔ نواب آصف الدولہ مرزا یحییٰ خاں فرزند نواب شجاع الدولہ مولود ۱۱۶۱ھ ، مسند نشین ۱۱۸۸ھ ، متوفیٰ ۱۲۱۲ھ - ۱۷۹۷ع ، (تاریخ ادب اردو ، محمد عسکری)

۲۔ نظام علی خاں فرزند آصف جاہ مولود یکم شوال ۱۱۴۲ ہجری مسند نشین ۱۱۷۵ھ ، متوفیٰ ۱۲۱۴ھ (محبوب السلاطین ، طبع عزیز دکن ، صفحہ ۳۹۲ ببعد) ۔ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ''گھرآ کر''۔ باقی نسخے : ''گھبرا کر۔''

۴۔ الور کے راجہ کا نام ہے ۔ عبداللہ بیگ خاں ۱۸۰۲ع میں مارے گئے ۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول اور دوسرے نسخوں میں ۱۸۰۶ع ہی چھپا ہے مگر یہ سنہ نصر اللہ بیگ کی وفات کا سال ہے ۔ لارڈ لیک اور نصراللہ بیگ کا معرکہ ۱۸۰۳ع میں ہوا لہٰذا ماننا چاہیے کہ غالب کو سہو ہوا ۔ (ذکر غالب صفحہ ۲۶) اسی بنا پر خطوط غالب میں ۱۸۰۳ع ہی چھپا ہے ۔

۶۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶ ۔

چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار[1] سو سوار جمع کیے، چار سو سوار کا برگڈیر ہوا۔ ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات، علاوہ سال بھر مرزبانی کے تھی کہ بہ مرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ بر طرف ہو گیا۔ ملک کے عوض نقدی مقرر ہو گئی۔ وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا، جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا، جو چچا مر گیا۔ سنہ ۱۸۳۰ء[2] میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر سے ملنے کی درخواست کی۔ دفتر دیکھا گیا، میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی، سات پارچے اور جیغہ، سرپیچ، مالائے مروارید، یہ تین رقم خلعت ملا۔ زاں بعد جب دلی[3] میں دربار ہوا، مجھ کو یہی[4] خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بہ جرمِ مصاحبتِ بہادر شاہ دربار و خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت[5] کی درخواست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس کے بعد پنشن[6] چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا۔ غرض کہ یہ خلعت ریاست کا ہے، عوض خدمت نہیں، انعامی نہیں۔ معوج الذہن نہیں ہوں، غلط فہم نہیں ہوں، بدگمان نہیں ہوں۔ جو جس کو سمجھ لیا اس میں فرق نہیں آتا۔ دوست سے راز

۱- یہ عبارت اردوے معلیٰ کے متاخر ایڈیشنوں اور خطوط غالب مہر سے حذف ہو گئی۔

۲- غالب ۱۹ فروری ۱۸۲۸ء کو کلکتے پہنچے تھے اور ۲۸ نومبر ۱۸۲۹ء کو واپس آئے۔ (ذکر غالب)

۳- اردوے معلیٰ 'دلی'۔ خطوط غالب 'دہلی'۔

۴- اردوے معلیٰ 'یہی'۔ خطوط غالب، 'بھی'۔

۵- اردوے معلیٰ 'بریت'۔ خطوط غالب 'برأت'۔

۶- اردوے معلیٰ طبع اول 'پینشن'۔ اردوے معلیٰ کے دوسرے ایڈیشن اور خطوط غالب 'ہنڈ'۔

نہیں چھپاتا ۔ کسی صاحب نے حیدر آباد سے گم نام خط ڈاک میں بھیجا ۔ بند بری طرح کیا تھا ، کھولتے[1] میں سطر کٹ گئی ۔ بارے مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا ۔ بھیجنے والے کی غرض یہ تھی کہ مجھ کو تم سے رنج و ملال ہو ، قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو ۔ وہ خط بہ جنسہ تمھارے پاس اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں ۔ زنہار دستخط پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا ۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمھاری ترقیِ منصب اور افزونیِ مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی ۔

[۴۲] ایضاً[2] (۲)

بندہ پرور !

تمھارے دونوں خط پہنچے ۔ غالب گسستہ دم ، کوتہ قلم نہ لکھے تو اور بات ہے ۔ دونوں خط آپ کے[3] اور ایک پارسل آپ کا

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول 'کھولنے میں' ۔ اردوے معلیٰ کے متعدد ایڈیشن اور خطوط غالب 'کھولتے میں' ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۳۷ ۔ مجتبائی صفحہ ۲۹ ، مجیدی صفحہ ۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۷ ، رام نرائن صفحہ ۳۱ ، خطوط غالب مہر طبع ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۵۸ ۔

۳۔ یہاں سے خط کی عبارت طبع اول کے بعد حذف و اسقاط کا شکار ہو گئی ۔ چنانچہ مطبع مجتبائی دہلی کے نسخے میں ہے :
''دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دوسرے روز موصول ہوئے ۔ (عبارت مسلسل صحیح کے بعد) ۔ ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے جائیں گے ۔'' دیکھیے نسخۂ مجتبائی صفحہ ۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۷ ، خطوط غالب طبع اول مہر صفحہ ۱۸۵ ، طبع دوم صفحہ ۴۵۸ ، طبع سوم صفحہ ۴۶۶ ۔

اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیرِ دو سہ روز موصول ہوئے۔ آپ کا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائے گا۔ خاں صاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارمغان اور کچھ اوراق اصلاح طلب ہیں۔ ارمغان بسر و چشم قبول، اوراق اشعار بعد حک و اصلاح بھیجے جائیں گے۔

اہا ہا ہا! "محرق قاطع" کا تمھارے پاس پہنچنا: (ع)

کامے کہ خواستم ز خدا شد میسرم

میں اس خرافات کا جواب کیا لکھتا؟ مگر ہاں سخن فہم دوستوں کو غصہ آ گیا۔ ایک صاحب نے فارسی عبارت میں اس کے عیوب ظاہر کیے، دو طالب علموں نے اردو زبان میں دو رسالے جدا جدا لکھے۔ دانا ہو اور منصف ہو۔ "محرق" کو دیکھ کر جانو گے کہ مولف اس کا احمق ہے اور جب وہ احمق "دافع ہذیان" و "سوالات عبدالکریم" اور "لطائف غیبی" کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا اور "محرق" کو دھو نہ ڈالا تو معلوم ہوا کہ بے حیا بھی ہے۔ "دافع ہذیان"، "سوالات"، "لطائف غیبی"، تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں۔ یقین ہے کہ بہ تقدیم و تاخیرِ یک دو روز نظر انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیے گا۔ جب آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے، تو اس کی رسید رقم کیجیے گا[1]۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ لیجیے اور دو محمد نجیب خاں صاحب کو دیجیے۔

دو شنبہ ۲۸ نومبر[2] سنہ ۱۸۶۴ع

غالب

۱- نسخۂ مبارک علی و مہر: 'رسید رقم کی جائے گی۔'

۲- نسخۂ رام نرائن الہ آباد صفحہ ۳۲ میں 'سنہ ۱۸۸۴ع' درج ہے۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۶ پر)

[۴۳] ایضاً (۳)

میرے مشفق ! میرے شفیق[1] ! مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے ! مجھ سے برے کو اچھا جاننے والے ، میرے محب ، میرے محبوب ! تم کو میری خبر بھی ہے ؟ آگے ناتوان تھا ، اب نیم جان ہوں ، آگے بہرا تھا ، اب اندھا ہوا چاہتا ہوں[2] - رام پور کے سفر کا رہ آورد[3] ہے ، رعشہ و ضعف بصر ، جہاں چار سطریں لکھیں انگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں ، حرف سوجھنے سے رہ گئے - اکہتر برس جیا ، بہت جیا - اب زندگی برسوں کی نہیں - مہینوں کی اور دنوں کی ہے - پہلا خط تمھارا پہنچا ، اس سے تمھارا مریض ہونا معلوم ہوا - متواتر دوسرا خط مع غزل آیا ، غزل کو دیکھا ، سب شعر اچھے اور لطیف تھے[4] -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵)
جنتری میں دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ء مطابق ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۲۸۱ھ ہے - نیز دیکھیے خط نمبر ۲۸ -

۱- مجتبائی صفحہ ۳۰ ، مجیدی صفحہ ۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۶ ، مہر صفحہ ۳۶۰ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول کا صفحہ ۳۸ شروع ہوتا ہے -

۳- رہ آورد : تحفہ ، سوغات - اسی سال ۱۵ فروری کے خط میں نواب کلب علی خاں آف رام پور کو لکھتے ہیں : ''سامعہ مدت سے کھو بیٹھا ، اب آنکھوں کو بھی رو بیٹھا . دور سے صرف قد و قامت آدمی کا دیکھا جاتا ہے ، چہرہ اچھی طرح نظر نہیں آتا ہے -'' (مکاتیب صفحہ ۵۰) ۱۸ ستمبر ۱۸۶۶ء کو دوبارہ عرض کیا - ''بصارت میں فتور ، ہاتھ میں رعشہ ، حواس مختل'' (مکاتیب صفحہ ۵۸) - ۲۷ جنوری ۱۸۶۸ء ذکا کو لکھا ہے : ''ایک آنکھ کی بینائی زائل -''

۴- اردوے معلیٰ طبع اول کے بعد 'تھے' حذف ہوگیا - پھر پانچ چھ
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۷ پر)

حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں ۔ اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا ۔ غرض کہ وہ غزل بعد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو ۔ کل ایک خط رجسٹری دار آیا ، گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا ۔ حیران کہ ماجرا کیا ہے ۔ بارے کھولا اور دیکھا : خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بے جا سے لبریز ۔ صاحب ! میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو ، وہیں رہ جائے تو رہ جائے ، ورنہ دلی کے ڈاک خانہ میں پہنچ کر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے ۔ اسی طرح میرا خط یہاں کے ڈاک خانے سے نہ روانہ ہو ، کیا معنے ! جہاں پہنچے ، وہاں کے ڈاک کے کارپردازوں کو اختیار ہے ، مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں ۔ آپ مرزا[1] صابر کا تذکرہ مانگتے ہیں ، اس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر میں تاراج ہوگیا ۔ اب ایک مجلد اس کا کہیں نظر نہیں آتا ۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶)

سطروں کے بعد ایک اور سطر "اسی طرح میرا خط یہاں . . . . کیا معنی ، جہاں پہنچے" موجود نہیں ۔

۱- مرزا قادر بخش صابر دہلوی متوفیٰ ۱۲۹۹ ہجری کا تذکرہ 'گلستان سخن' مطبع مرتضوی دہلی سے ۷۱-۱۲۷۲ھ میں پہلی مرتبہ چھپا تھا ۔ یہ نسخہ مجلس ترقی ادب لاہور کے کتاب خانے میں موجود ہے ۔ اسی نسخے کو تصحیح و مقدمات کے بعد مجلس ترقی ادب لاہور نے جون ۱۹۶۶ء کو بہت عمدہ طریقے سے شائع کیا ہے ۔ غالب نے اس تذکرے کو صہبائی سے نسبت دی ہے۔ دیکھیے خط بنام شفق 'عود ہندی' طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۱۳۱ ۔

اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو ۔

جواب خط کا طالب ، غالب

صبح جمعہ ، ۲۵ ذی حجہ ، سنہ ۱۲۸۲ھ ۱۲ (؟) مئی سنہ ۱۸۶۶ع[1]

[۴۴] ایضاً (۴)

مولانا[2] ! ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا ، اس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا ۔ پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا ، اس میں میں نے اپنے خط کا جواب نہ پایا ، ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے[3] پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ ، نہ فطرت کیادانہ ، اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی ۔ بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اس کے مشاہدے سے طرب اندوز ہوئی ۔ اب درنگ ورزی کی تقصیر معاف کیجیے اور اپنی دونوں نگارشوں کا جواب لیجیے ۔

صاحب ! تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے ۔ مگر ہزار حیف ! کہ بعد از اتمام انطباع[4] پہنچی ، اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع فاروقی ، نامی کان پور اور نسخہ رام نرائن میں ۶۶ کے بجائے ۶۷ چھپا ہے ۔ جنتری میں جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۱ مئی ہے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۸ ، رام نرائن صفحہ ۳۳ ، مہر صفحہ ۴۵۶ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۹ ۔ اس خط کے لیے دیکھیے خط نمبر ۴۷ ۔

۴- کلیات غالب ، مطبع نول کشور میں جون ۱۸۶۳ع کو چھپ کر شایع ہوا ۔ ذکا نے قطعہ بعد میں لکھا ۔ ''خاش خاش'' میں یہ قطعہ موجود ہے :

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۹ پر)

بندہ پرورا! تم چراغ دودمان مہر و وفا ، اور منجملۂ اخوان الصفا ہو۔ مجھ سے تمھیں محبت روحانی ہے ، گویا یہ جملہ تمھاری زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو ، اس شیوہ میں شریکِ غالب ہو۔ ایک خواہش میری قبول ہو تا کہ مجھ کو راحت حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہیں کرتا ہوں ، واقعۂ حال دل نشین کرتا ہوں : جناب مولوی سوید الدین خاں صاحب کے بزرگوں میں ، اور فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلت و صفوت' مرعی تھی کہ وہ مقتضی اس کی ہوئی کہ ہم میں اور اُن میں برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے ، اور ہمیشہ یوں بلکہ روز افزوں رہے گا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔ اگر یوں نہ ہوتا تو میں اُن کے نام کا خط تمھارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ مولوی صاحب سے ملیں اور اُن کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کے پارسل کا اُن کے پاس اور اُن کے ذریعۂ عنایت سے اس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اس کے گزرنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸)

غالب کہ نفی مطلق اگر معنی کم است
گویم کہ ہمسرش بہ سخن کمتر آمدہ
دیوان او ز مطبع منشی نول کشور
طومار سعی کرد گزاران برآمدہ
تاریخ انطباع نویسد ذکا ، ہمی
جان سخن بہ قالب طبع اندر آمدہ
صدہای ہا ، ز رشک بر آمد ز منکران
یک حرف ہا چہ شد ہمہ گر زائد آمدہ

۱- نسخۂ مبارک علی میں 'صفت' ہے۔

کے بعد واقع ہو ، دریافت کر کے مجھ کو مطلع فرمائیں ۔
جمعہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ع[۱]

[۴۵] ایضاً (۵)

منشی[۲] صاحب ! الطاف نشان ، سعادت و اقبال توامان ، منشی حبیب اللہ خاں کو غالبِ سوختہ اختر کی[۳] دعا پہنچے ۔ تمھارا خط پہنچا ، پڑھ کر دل خوش ہوا ۔ تم میری بات پوچھتے ہو مگر میں کیا لکھوں ۔ ہاتھ میں رعشہ ، انگلیاں کہنے میں نہیں ، ایک[۴] آنکھ کی بینائی زائل ۔ جب کوئی دوست آ جاتا ہے تو اس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں ۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے ، موتیٰ کی روح کو اس کی بو پہنچتی ہے ۔ ایسے ہی میں سونگھ لیتا ہوں غذا کو ۔ پہلے مقدار غذا کی تولوں پر منحصر تھی ، اب ماشوں پر ہے ۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی ، اب دنوں پر ہے ۔ بھائی اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے ، بالکل میرا یہی حال ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

اپنے مرگ کا طالب ، غالب[۵]
دوم شوال سنہ ۱۲۸۴ھ

۱۔ فاروقی ، ناسی ، خطوط غالب میں تاریخ کے بعد 'غالب' کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ اس خط کے لیے مزید دیکھیے خط نمبر ۴۷ ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۲ ، مجیدی صفحہ ۳۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۹ ؛ رام نرائن صفحہ ۳۴ ، سہر صفحہ ۴۶۶ ۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۰ ۔
۴۔ دیکھیے خط نمبر ۴۳ ۔
۵۔ خطوط غالب میں نام بعد میں اور تاریخ پہلے ہے ۔ جنتری میں دوم شوال کو سہ شنبہ ۲۸ جنوری ۱۸۶۸ع ہے ۔

[۴۶] ایضاً (۶)

جان غالب[1] ! تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا ۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفتِ ڈاک کی مدت گزر گئی ۔ اس کا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا ۔ مؤید برہان[2] میرے پاس بھی آ گئی ہے اور میں اس کی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں ، وہ تمھارے پاس بھیجوں گا ۔ شرط مؤدت ، بشرط آں کہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو ، یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں ، تم اس کا جواب لکھو ۔ میرے بھیجے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جانو ، درج کر دو ۔ میں اب قریب مرگ ہوں ۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی ۔ بہتر برس کی عمر ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ میاں[3] محمد میراں کو دعا ۔

جواب کا طالب ، غالب

۱۴[4] مارچ سنہ ۱۸۶۷ع

۱- مجتبائی صفحہ ۳۲ ، مجیدی صفحہ ۳۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۴ ، مہر صفحہ ۴۶۵ ۔

۲- 'قاطع برہان' غالب کے جواب میں مولوی احمد علی جہاں گیر نگری نے 'مؤید برہان' لکھی جو ۶۵ ، ۱۸۶۶ع (۱۲۸۲ھ) میں مظہرالعجائب پریس کلکتے سے چھپی ۔ مرزا نے اس سلسلے میں ایک قطعہ لکھا :

مولوی احمد علی ، احمد تخلص نسخہ ای
در خصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

دیکھیے 'کلیات غالب' فارسی جلد اول طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، مرتبہ حقیر ، صفحہ ۵۰۹ ۔

۳- محمد میراں ، ذکا کے فرزند کا نام ہے ۔

۴- مطابق ۷ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ یوم پنجشنبہ ۔

[۴۷] ایضاً (۷)

بندہ پرور!

آج تمھارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اس کا جواب ڈاک میں بھجوایا[2] اور اس خط کے ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارھویں دن خط اور مہینا[3] بیس دن میں پارسل پہنچے گا۔ خط کا جواب ضروری الارسال نہیں، لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیے گا[4]۔ آپ کے خط کی عبارت تو میں سمجھا، لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا۔ میں نے پارسل کب آپ کے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ یہ پارسل مولوی موید الدین خاں کو دے دیجیے گا؟ پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپ کو اس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی موید الدین خاں صاحب سے ملیے اور میرا خط، جو آپ کے نام کا ہے، انھیں دکھائیے اور ان سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے۔ آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اردو عبارت سے استنباطِ مطلب اچھی طرح نہ کر سکے۔ بہ ہر حال اب مدعا سمجھ لیجیے اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمائیے اور

۱۔ مجتبائی صفحہ ۳۳، مجیدی صفحہ ۴۳، مبارک علی صفحہ ۳۰، رام نرائن صفحہ ۳۵، مہر صفحہ ۴۵۷۔

۲۔ خطوط غالب مہر میں 'بھجوایا' ندارد۔

۳۔ خطوط غالب 'مہینے'۔ اردوے معلیٰ کے متاخر نسخوں میں 'الف' کو 'ہ' کر دیا گیا ہے۔

۴۔ اردوے معلیٰ صفحہ ۱۴ شروع۔ نیز مطالب خط کے لیے دیکھیے خط نمبر ۴۴۔

پارسل کا حال معلوم کر کے لکھیے ۔

داد کا طالب ، غالب
۵ جمادی الاول[1] [۱۲۸۰ھ]
و نوزدہم اکتوبر [۱۸۶۳ع]
روز ورود نامی نامہ [دو شنبہ]

[۴۸] ایضاً (۸)

بندہ[2] پرور !

کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا ، آج میں پاسخ طراز ہوا ۔ جس کاغذ پر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں ، آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے ۔ پہچان لیجیے اور معلوم کیجیے کہ آپ کا مجموعۂ کلام معجز نظام اور اس کے بعد پیہم دو خط پہنچے ۔ میں صحیفۂ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں ، بلکہ اسی خط میں محمد نجیب خاں کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراقِ اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے لکھ دی ہے ۔ پارسل کے سرنامے سے میرا نام مٹا نہیں ، پارسل تلف ہوا نہیں ۔ آٹھ دس روز ہوئے ہوں گے کہ وہ مجلد اسی پارسل میں ، کہ اس کو رو گرداں کر لیا ہے ، بعد ادائے محصول آپ کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے ۔ یقین ہے کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ کے پاس پہنچ گیا ہوگا ۔

ہاں صاحب ! خطِ دیروزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف[3] علی

۱- سنہ اور دن تقویم سے نکالے ہیں ۔ لیکن پانچ جمادی الاول وہاں اٹھارہ اکتوبر کے مطابق نکلتا تھا ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۴۴ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۳۳ ، مجیدی صفحہ ۴۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۶ ، مہر صفحہ ۴۵۹ ۔

۳- مولوی نجف علی جھجر کے باشندے تھے ۔ ان کے والد کا نام محمد عظیم الدین تھا ۔ مرزا کی حمایت میں انھوں نے اٹھائیس صفحے کا رسالہ ''دافع ہذیان'' کے نام سے ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا تھا ۔

صاحب کے نام ، مع اس حکم کے کہ میں اس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں ، میں نے پایا ۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں ۔ صرف اتحادِ معنوی کے اقتضاء سے[1] انھوں نے 'دافع ہذیان' لکھ کر فنِ سخن میں مجھ کو مدد دی ہے ۔ منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک آن کے شاگرد اور میرے آشنا ہیں ۔ آن کو وہ خط بہ جنسہ بھیج دیا ۔ یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھجوا[2] دیں گے ۔ انھیں کے اظہار سے دریافت ہوا کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالہ میں ہیں ۔ نواب ناظم نے ان کو نوکر رکھ لیا ہے ۔ ہر شخص نے بہ قدرِ حال ایک ایک قدردان پایا ، غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی :

کسم بہ خود نہ پذیرفت و دہر بازم برد
چو نامۂ کہ بود نا نوشتہ عنوانش

یہ شعر میرا ہے ۔ ولی عہد خسرو دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدے کا ۔ اور دیکھو ایک رباعی میری :

دستم بہ کلید مخزنے می‌بایست — ور بود تہی بہ دامنے می بایست
یا ہیچ گہم بکس نیفتادے کار — یا خود بہ زمانہ چوں منے می‌بایست

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

[دسمبر[3] ۱۸۶۴ع]

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲ ۔
۲۔ خطوط غالب مہر : 'بھیج دیں' ۔
۳۔ خط میں تاریخ نہیں ہے ۔ نہ جناب مخدومی مہر صاحب نے لکھی ۔ میں نے خط نمبر ۴۲ کی روشنی میں یہ تاریخ معین کی ہے ۔

[۴۹] ایضاً (۹)

دوست[1] روحانی و برادرِ ایمانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام ! تم نے یوسف علی خاں کو کہاں سے ڈھونڈھ نکالا اور ان کا تخلص اور ان کا خطاب کس سے معلوم کیا ؟ بغیر نشان محلہ کے ان کو خط کیوں کر بھیجا اور وہ خط ان کو کیوں کر پہنچا[2] ؟

حیرت اندر حیرت ست اے یار من

پہلے یہ تو کہو کہ 'درفش کاویانی' اور وہ قطعہ جس کی پہلی بیت یہ ہے ، تم کو پہنچا ہے یا نہیں ؟ اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیوں نہ لکھی ؟

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ

درخصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

اگر یہ[3] پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو ، اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع دو[4] تا کہ ایک نسخہ اور بھیجوں ۔

زیستن دشوار ۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے بہترواں برس شروع ہوا ۔ غذا[5] صبح کو سات بادام کا شیرہ ، قند کے

۱- مجتبائی صفحہ ۳۴ ، مجیدی صفحہ ۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۷ ، مہر صفحہ ۳۶۱ ۔
۲- مصرع سے پہلے اردوے معلیٰ طبع اول میں سانٹھ کا رقمی ہندسہ ہے ۔
۳- یہ قطعہ غالب نے اکمل المطابع سے الگ چھپوایا تھا ۔
۴- خطوط غالب مہر میں "مجھ کو اطلاع ہو" (صفحہ ۳۶۱) ۔ نیز مبارک علی صفحہ ۳۲ ، فاروقی صفحہ ۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۷ ، مطابق طبع اول : 'اطلاع دو کہ' ۔
۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴ ۔

شربت کے ساتھ، دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی ، قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوے کباب ، چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شرابِ خانہ ساز اور اسی قدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہیں سکتا اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کر چار پایہ بن کر اٹھتا ہوں ، تو پنڈلیاں لرزتی ہیں ۔ مع ھذا دن بھر میں دس بارہ بار اور اسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے ۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے ، اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا ۔ اسبابِ حیات میں سے یہ بات ہے کہ شب کو بدخواب نہیں ہوتا ۔ بعد اراقہ[۱] بول، بے توقف نیند آ جاتی ہے ۔ ایک سو باسٹھ روپے ، آٹھ آنے[۲] کی آمد ، ۳۰۰ کا خرچ ۔ ہر مہینے میں ایک سو چالیس کا گھاٹا ۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں ؟ مردن ناگوار بدیہی ہے ، مرنا کیوں کر گوارا ہوگا ؟

جوابِ خط کا طالب ، غالب

سہ شنبہ از روے جنتری ۲۶ اور از روے رویت ۲۵ رجب

سنہ ۱۲۸۳ھ اور ۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع

بھائی[۳] یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ۔

[۵۰] ایضاً (۱۰)

جانان[۴] بلکہ جان ، مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالبِ

۱۔ خطوط غالب : ''اراقت'' ۔ اراقہ بول : پیشاب کرنا ۔ اسی طرح تمام نسخوں کے بر خلاف ''بے تکلف نیند ۔''

۲۔ یہ رقمیں رقمی ہندسوں میں لکھی گئی ہیں ۔

۳۔ خطوط غالب سہر میں یہ سطر تاریخ اور نام سے پہلے درج کر دی گئی ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۴۳ ، مجیدی صفحہ ۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۸ ، سہر صفحہ ۴۶۲ ۔

خستہ‌دل کا سلام اور نوردیدہ و سرور سینہ منشی محمد میراں[1] کو دعا ، اور مجھ کو فرزند ارجمند کے ظہور[2] کی نوید - جو نگارش صاحب‌زادے کی طرف سے تھی، رسم الخط بعینہ تمھاری تھی - اب تم بتاؤ کہ رقعہ اس کی طرف سے تم نے لکھا ہے یا خود اس نے تحریر کیا ہے ؟ لڑکا تمھارا تمھارے ساتھ حیدر آباد نہیں آیا ، ظاہرا اب تم نے وطن سے بلایا ہے - مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے ؟ یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اس کے ساتھ تم نے بلایا ہے ؟ ہاں صاحب ! محمد میراں ، یہ اسم مقتضی اس[3] کا ہے کہ آپ قوم کے سید ہوں - منشاءِ افراطِ پرسش وفورِ محبت ہے ، نہ فضولی -

یوسف[4] علی خاں شریف و عالی خاندان ہیں - بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپے مہینا پاتے تھے - جہاں سلطنت گئی وہاں وہ تنخواہ بھی گئی - شاعر ہیں ، ریختہ کہتے ہیں - ہوس پیشہ ہیں ، مضطر ہیں ، ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں ، علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں - ان کا باپ میرا دوست تھا - میں ان کو بجائے فرزند سمجھتا ہوں - بقدر اپنی دست گہ کے کچھ مہینہ مقرر کر دیا ہے - مگر بہ سبب کثرتِ عیال وہ ان کو مکتفی نہیں - تم ان کی درخواست کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے ؟

۱- ذکا کے بڑے صاحب‌زادے ، رسا تخلص تھا -
۲- خطوط غالب مہر ، تینوں ایڈیشن میں 'فرزند ارجمند کی نوید' - 'کے ظہور' ندارد -
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۴ -
۴- یوسف علی کے نام غالب کے متعدد خط اسی اردوے معلیٰ میں ہیں ، غالب نے انہیں رام پور بھی بھیجا تھا -

صاحب ! میں بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہوں - ایک دوست نے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسۂ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے ، نام اس کا "موید برہان" - اس رسالے میں دفع کیے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کیے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہیں اور اہل مدرسہ اور شعراے کلکتہ نے تقریظیں اور تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں - بس بھائی ! میں نے اتنے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو دو چار[1] جلدیں "درفش کاویانی" علاوہ اوراق مذکور بھیج دیے - اسی زمانے میں تین چار ورق ، خوب یاد ہے کہ "درفش" کی جلد میں رکھ[2] کر تم کو بھیجے ہیں - یا تو مجھے غلط یاد ہے ، یا تم نے "درفش" کو کھول کر دیکھا نہیں - وہ اوراق مع "درفش" زینت طاقِ نسیاں ہیں - دو ورق اس لفافے میں اپنے نزدیک مکرر بھیجتا ہوں ، تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس -

ہاں صاحب ! "اودھ اخبار" میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا : "مکاں تنگ ست و جہاں تنگ ست" - مدح[3] مختار الملک میں ، متضمن[4] استدعاے مسکن وسیع - پھر مہینہ بھر بعد اسی "اودھ اخبار" میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'در چار' ہے - صحت نامہ میں 'دو چار' - اردوے معلیٰ مبارک علی اور خطوط غالب مہر میں "اور چار" ہے -

۲- خطوط غالب مہر : "رکھ رکھ کر" -

۳- اردوے معلیٰ ، مبارک علی : "مع" -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۵ -

تیس[1] روپیہ مہینہ بڑھا دیا - اسی اخبار میں پھر دیکھا گیا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور ان کے شاگرد "رضیع"[2] (؟ رفیع) تخلص نے اس کا جواب لکھا ہے - آپ سے اس روئداد کی تفصیل اور جواب و اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہوں بہ سبیل استعجال[3] -

دو[4] شنبہ ۱۶ شعبان سنہ ۱۲۸۳ ہجری

۱- تیس روپے اردوے معلیٰ طبع اول میں رقمی ہندسوں میں چھپا ہے -
۲- یہ تخلص اردوے معلیٰ طبع اول میں "رضیع" اور فاروقی اور مبارک علی ، نامی ، رام نرائن ، خطوط غالب مہر میں 'وضیع' ہے - یہ دونوں تخلص غلط ہیں "رضیع": دودھ پیتا بچہ - وضیع : "حقیر و ادنیٰ آدمی" اس لیے میں "رفیع" پڑھتا ہوں -
۳- اردوے معلیٰ ، مبارک علی اور خطوط غالب مہر میں 'استعجاب' ہے -
۴- مطابق ۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ع - مہر صاحب ۱۱ جنوری ۱۸۶۷ع تحریر فرماتے ہیں -

[۵۱] بنام منشی[1] ہرگوپال صاحب ، المخاطب بہ میرزا تفتہ (۱)

آج[2] منگل کے دن پانچویں اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہر کارہ آیا، ایک خط منشی[3] صاحب کا اور ایک خط تمھارا اور ایک خط بابو صاحب[4] کا لایا ۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہو گئے ، مگر ایک امر میں میں حیران ہوں کہ کیا کروں ، یعنی انھوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ لکھا ہے کہ اس کو الٹا میرے پاس بھیج دینا ۔ حالاں کہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو 'سپاٹو' یا 'آبو' جاؤں گا اور آج پانچویں ہے ۔ بس تو وہ کل روانہ ہوگئے، اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ، ناچار تم کو لکھتا ہوں کہ میں خط کو اپنے پاس رہنے دوں گا ، جب

۱- ہرگوپال نرائن ، سکندر آباد ضلع بلند شہر کے باشندے تھے ۔ سنہ ۱۷۹۹ع یا ۱۸۰۰ع (۱۲۱۴ھ) میں پیدا ہوئے اور ۲ ستمبر سنہ ۱۸۷۹ع ۱۵ رمضان سنہ ۱۲۹۶ھ میں فوت ہوئے ۔ فارسی کے پرگو شاعر تھے ۔ غالب کو ان سے بہت محبت تھی ۔ محمد حسن قتیل کے مقابلے میں ''میرزا'' لقب دیا تھا ۔ تفتہ کے متعدد تصانیف چھپ چکے ہیں ۔ خطوط غالب میں سب سے زیادہ خط انھیں کے نام محفوظ ہیں ۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے تلامذۂ غالب از مالک رام ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی صفحہ ۳۷ ، مجیدی صفحہ ۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۹ ، مہیش صفحہ ۱۲ - مہر صفحہ ۱۳۱ -

۳- منشی نبی بخش حقیر ۔

۴- جانی جی ، ہردیوسنگھ ۔

وہ آ کر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دیں گے ، تب وہ خط ان کو بھیجوں گا ، تم کو تردد نہ ہو کہ کیا خط ہے ؟ خط نہیں ، مینڈھو لال کایتھ[1] غماز کی عرضی تھی بہ نام مہاراجہ بیکنٹھ باشی ، سعایت[2] بابو صاحب پر مشتمل کہ اس نے لکھا تھا کہ ہردیو سنگھ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جے پور کے پاس لایا ہے اور جانی جی کی درستی روزگار[3] جےپور کی سرکار میں کر رہا ہے ۔ اور اس کے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے ان کے لکھنے سے مجھ کو[4] معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے ۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم ، اب ہردیو سنگھ کو بلوا لو ؛ میں امر جزوی کے واسطے امر کلی کا بگاڑ نہیں چاہتا ۔ اس کے جواب میں انھوں نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا ۔ اس نے یہ عرضی گذرتے ہی میرے پاس بھیج دی تھی ۔ فقط ۔

بارے اس خط کے آنے سے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہوگئی ، مگر اپنی فکر پڑی ۔ یعنی بابو صاحب آبو ہوں گے ۔

۱۔ اردوے معلیٰ ، خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد میں رسم قدیم کے مطابق 'کایستھ' کا یہی املا ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول کے حاشیے پر اس لفظ کے معنی یوں لکھے ہیں : "سعایت : بکسر اول و حرف چہارم تحتانی ، غمازی و بدگوئی ۱۲ ۔"

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۶ ۔

۴۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے خط بنام تفتہ نمبر ۸۴ مکتوبہ ۵ جون ۱۸۵۳ء ۔

اگر ہردیو[1] سنگھ پھر کر آئے گا' تو وہ بغیر ان کے ملے اور ان کے کہے مجھ تک کاہے کو آئے گا۔ خیر، وہ بھی لکھتا ہے کہ راول کہیں گیا ہوا ہے، اس کے آئے پر رخصت ہو گی، دیکھیے وہ کب آئے اور کیا فرض ہے کہ اس کے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمھاری غزل پہنچی، یہ البتہ کچھ دیر سے پہنچے گی تمھارے پاس، گھبرانا نہیں۔ والدعا

از اسد اللہ[2]، نگاشتہ[3] سہ شنبہ روز ورد نامہ و مرسلہ[3] چہار شنبہ، ششم اپریل سنہ ۱۸۵۳ع جواب طلب

[۵۲] ایضاً (۲)

تمھاری[4] خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی[5] کا ھاترس سے آنا معلوم ہوا۔ آویں تو میرا سلام کہہ دینا۔ یہ تمھارا دعا گو اگرچہ اور آمور میں پایہ عالی نہیں رکھتا، مگر احتیاج میں اس کا پایہ بہت عالی ہے، یعنی بہت محتاج ہوں۔ سو دو سو میں میری پیاس نہیں بجھتی، تمھاری ہمت پر سو ہزار آفریں۔ جے پور سے مجھ کو اگر دو ہزار ہاتھ آ جاتے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور مل جاتا۔ یہ[6]

۱- اردوے معلی اور خطوط غالب از مہیش میں 'آئے' بلا واؤ ہے۔ خطوط غالب از مہر میں 'آوے' واو کے ساتھ ہے۔
۲- خطوط غالب، مہیش و مہر میں نام 'جواب طلب' کے بعد ہے۔
۳- مطابق ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۲۶۹ھ (جنتری پنجاہ سالہ . . . طبع دکن)۔
۴- مجتبائی صفحہ ۳۷، مجیدی صفحہ ۴۱، مبارک علی صفحہ ۳۴، رام نرائن صفحہ ۴۱، مہیش صفحہ ۱۶، مہر صفحہ ۱۳۴۔
۵- منشی نبی بخش حقیر مراد ہیں۔ دیکھیے نادرات غالب خط نمبر ۳۰۔
۶- اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۴۷۔

پانسو تو بھائی تمھاری جان کی قسم ، متفرقات میں جا کر سو ڈیڑھ سو بچ رہیں گے ، سو وہ میرے صرف میں آویں گے - مہاجنوں کا سودی جو قرض ہے ، وہ بہ قدر پندرہ[1] سے سولہ سے کے باقی رہے گا - اور وہ جو سو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے ، وہ صرف انگریز سوداگر کے دنیے تھے - قیمت اس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمھارے مشرب میں حلال ہے ، سو وہ دے دیے گئے - یقین ہے کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط مع ہنڈوی آ جاوے -

بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کواغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے ، وہ میں نے پنج شنبہ ، ۲۶ مئی کو پارسل میں ان پاس روانہ کر دیے اور اس میں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو - پنج شنبہ پنج شنبہ ، ۱۵[2] دن آج پورے ہوئے -

از اسد اللہ

نگاشتہ[3] پنج شنبہ نہم جون سنہ ۱۸۵۳ع

[۵۳] ایضاً (۳)

بھائی جس[4] دن تم کو خط بھیجا ، تیسرے دن ہردیوسنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی - تم

۱- اردوے معلیٰ نسخہ مبارک علی ، رام نرائن ، خطوط غالب مہر ''پندرہ سولہ سے'' - اگرچہ اردوے معلیٰ طبع اول اور نسخہ مہیش پرشاد میں ''پندرہ'' کے بعد ''سے'' موجود ہے -

۲- پندرہ ہندسہ میں ہے - اردوے معلیٰ طبع اول -

۳- مطابق یکم رمضان سنہ ۱۲۶۹ھ -

۴- مجتبائی صفحہ ۳۷ ، مجیدی صفحہ ۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۴ ، مہیش صفحہ ۱۷ ، مہر صفحہ ۱۳۳ -

سمجھے ! بابو صاحب نے پچیس روپے ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مجرانہ لیے ، بہ ہر حال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی - ٦ دن گزر گئے تھے ، ٦ دن باقی تھے - مجھ کو صبر کہاں ، متی کاٹ کر روپے لے لیے ، قرض متفرق سب ادا ہوا ، بہت سبک دوش ہوگیا - آج میرے پاس سینتالیس[1] نقد بکس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانہ میں موجود ہیں - الحمد للہ علیٰ احسانہ -

بھائی صاحب آ گئے ہوں تو میر قاسم علی خاں کا خط ان کو دے دو اور میرا سلام کہو اور پھر مجھ کو لکھو تا کہ میں ان کو خط لکھوں - بابو صاحب بھرت پور آ جائیں تو آپ کاہلی نہ کیجیے گا - اور ان کے پاس جائیے گا کہ وہ تمھارے جویاے دیدار ہیں -

اسد اللہ[2]

سہ شنبہ ۱۴[3] جون سنہ ۱۸۵۳ع

[۵۴] ایضاً (۴)

صاحب[4] ، کیوں مجھے یاد کیا ہے ، کیوں خط لکھنے کی تکلیف اٹھائی ؟ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی

۱- تینوں رقمیں ، ہندسوں میں ہیں اور عدد رقمی ہندسوں میں درج ہیں - اردوے معلیٰ طبع اول دیکھیے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۴۸ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول اور مہیش پرشاد کے علاوہ نسخوں میں '۲۴ جون' ہے - جنتری میں سہ شنبہ ۱۴ جون ۱۸۵۳ع مطابق ٦ رمضان ۱۲٦۹ھ ہے -

۴- مجتبائی صفحہ ۳۸ ، مجیدی صفحہ ۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۵ ، رام نرائن صفحہ ۴۲ ، مہیش صفحہ ۳۳ ، مہر صفحہ ۱۴۸ -

نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی ۔ وہ تو پنشن[1] کی فکر میں تھے ۔ ظاہرا یوں مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی ۔ حق تعالیٰ ان کو جو مراد ہو بر لاوے ۔ ان کو میرا سلام کہہ دینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا ۔ مولوی قمر الدین خاں صاحب کو بھی سلام کہنا ۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو ؟ چار جزو ہیں تو ، بیس جزو ہیں تو ، بے تکلف بھیج دو ۔ میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا ۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں ۔ بوڑھے پہلوان کی طرح پیچ بتانے کی گون[2] ہوں ۔ بناوٹ نہ سمجھنا ، شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ۔ اپنا اگلا کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں نے کیوں کر کہا تھا ۔ قصہ مختصر ، وہ اجزا جلد بھیج دو ۔

غالب

یک شنبہ ۱۲[3] اپریل سنہ ۱۸۵۸ع

[۵۵] ایضاً (۵)

میرزا تفتہ !

تمھارے[4] اوراق مثنوی کا ہم فلٹ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو

۱۔ خطوط غالب ، مہیش میں 'پنسن' ہے ۔ غالب کا املا یہی ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ ، مبارک علی ، خطوط غالب مہر : ''گون کا ہوں ۔''
مہیش اور اردوے معلیٰ طبع اول میں 'کا' ندارد ۔

۳۔ خطوط غالب مہیش میں ۱۱ اپریل ہے ۔ تقویم کی رو سے یہی صحیح ہے ۔ جنتری میں یکشنبہ گیارہ اپریل ۱۸۵۸ع مطابق ۲۶ شعبان ۱۲۷۴ھ ہے ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں بارہ اپریل چھپا ہے ۔ نہ معلوم دن غلط درج ہوا ہے یا تاریخ غلط لکھی گئی ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۳۹ ، مجیدی صفحہ ۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۶ ، رام نرائن صفحہ ۴۳ ، مہیش صفحہ ۴۰ ، مہر صفحہ ۱۵۳ ۔

اور جناب میرزا حاتم علی صاحب کی نثر شاید آغاز اگست میں روانہ کر چکا ہوں - اس نثر کی رسید نہیں پائی اور نہیں معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کے مقبول طبع ہوئی یا نہیں - نہیں معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں اور کس خیال میں ہیں ؟ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں الہ آباد سے آ گئے یا نہیں ؟ اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں ؟ میر منشی قدیم وہاں پہنچ گئے ؟ اپنا کام کرنے لگے ، یہ کیا کر رہے ہیں ؟ آپ کو بہ تاکید لکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے - اس خط کے پہنچنے تک اغلب ہے کہ پارسل پہنچ جائے[1] - اس کے پہنچنے کی بھی اطلاع دیجیے گا -

اب ایک امر سنو : میں نے آغاز یازدہم مئی سنہ ۱۸۵۷ع سے سی و یکم جولائی سنہ ۱۸۵۸ع تک روداد شہر اور اپنی[2] سرگذشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے ، اور التزام اس کا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے - جو نظم اس نثر میں درج ہے وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے - ہاں ، اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے - وہ عربی ، انگریزی ، ہندی جو ہیں وہ لکھ دیے ہیں - مثلاً تمھارا نام منشی ہرگوپال ، منشی لفظ عربی ہے ، نہیں لکھا گیا - اس کی جگہ شیوا زبان لکھ دیا ہے - یہی میرا خط ، جیسا اس رقعہ میں ہے ، یعنی نہ چھدرا نہ گنجان ، اوراق بے مسطر پر اس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر اور کسی میں ۲۲ سطر بلکہ کسی میں ۱۹ سطر[3] بھی آئے - چالیس صفحہ یعنی بیس

۱- اردوے معلی، طبع اول آغاز صفحہ ۹۴ -
۲- دستنبو کے بارے میں گفتگو ہے -
۳- اردوے معلی، طبع فرسان علی : ''انیس بھی سطریں ہیں -''

ورق ہیں - اگر ۲۱ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو میں آ جائے - یہاں کوئی مطبع نہیں ہے - سنتا ہوں کہ ایک ہے - اس میں کاپی نگار خوش نویس نہیں ہے - اگر آگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو - اس تہی دستی اور بے نوائی میں پچیس کا میں بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع اتنے پر کیوں مانے گا - اور البتہ چاہیے[1] کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے - یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں ۳ - ۴ آنے قیمت پڑے - کاپی تو ایک ہی ہوگی ، رہا کاغذ ، وہ بھی بہت نہ لگے گا - لکھائی متن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی ، حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائیں گے - بہ ہر حال ، اگر ممکن ہو تو اس کا تکدمہ کرو اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو - اگر منشی قمر الدین خاں آ گئے ہوں تو ان کو بھی شریک مصلحت کر لو - ان تینوں باتوں کا جواب اور پارسل کی[2] رسید اور اس مطلب خاص کا جواب یہ سب ایک خط میں پاؤں ، ضرور ! ضرور !

غالب[3]

نگاشتہ و روان داشتۂ سہ شنبہ[4] ہفدہم اگست سنہ ۱۸۵۸ع

جواب طلب - واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا -

۱- اردوے معلیٰ نسخۂ مبارک علی ، خطوط غالب مہر : ''چاہیے اگر'' - 'کہ' ندارد -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۵۰ -

۳- مہیش پرشاد صاحب نے 'غالب' خط کے آخر میں نقل کیا ہے -

۴- مطابق ۷ محرم ۱۲۷۵ھ -

[۵۶] ایضاً (۶)

للّٰہ الشکر[1]، تمھارا خط آیا اور دل سودا زدہ نے آرام پایا ۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے ۔ میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آ جائے، میں نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو میں آ جائے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم[2] زیادہ ہو ۔ بہ ہر حال، اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے ۔ لغات کے معنے حاشیہ پر چڑھیں، اس کی روش دل آویز اور تقسیم نظر فریب ہو ۔ رباعی حاشیہ پر لکھ دی، اچھا کیا ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب سے نثر کے دو فقرے جس محل پر کہ ان کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا ۔ میں نے جو تم کو میرزائی کا خطاب دیا ہے، ان فقروں میں اس کا اظہار کیا ہے ۔

بہت ضروری یہ امر ہے، اور میں منشی شیو نرائن صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں ۔ تیسرے صفحہ کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے "اگر در دم دیگر بہ نہیب مباش بہم زند" ۔ نہیب کی جگہ "نوائے" بنا دینا ۔ "بہ نوائے مباش بہم زند" ۔ "نہیب" لفظ عربی ہے، اگر رہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے ۔ تیز چاکو[3] کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نوائے لکھ دیا جائے ۔

۱- خطوط غالب، مہیش صفحہ ۴۵، مہر صاحب صفحہ ۱۵۳، مجتبائی صفحہ ۴۰، مجیدی صفحہ ۴۴، مبارک علی صفحہ ۳۷، رام نرائن صفحہ ۴۴ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول میں کاتب نے "ہجم" ہائے ہوز سے لکھا ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول و خطوط غالب مہیش میں یہی املا ہے، باقی نسخوں میں ق قرشت سے لکھا گیا ہے ۔

رائے امید سنگھ[1] نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی اعانت کی۔ حق تعالیٰ ان کو اس ذرہ سازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب! کبھی نہ کبھی میرا کام تم سے آ پڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس میں میری جان الجھی ہوئی ہے اور میں نے اس کو اپنے بہت سے مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کے واسطے پہلو تہی نہ کرو اور بہ دل توجہ فرماؤ۔

کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ چھ جلد[2]، ان کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبداللطیف کا کر دو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں، تزئین تم کرو، کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ تزئین کیوں کر کیا چاہیے۔ سنتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہیں تا کہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھنچ جاتی ہے، پھر جلد بھی پر تکلف بن سکتی ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور ہوشیاری ان کی میرے کس دن کام آئے گی۔

میرزا تفتہ! تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اس کو آباد جانتے ہو۔ یہاں نیچہ بند تو میسر نہیں، صحاف اور نقاش کہاں! شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا؟ یہیں سب درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر، یہ عبارت منشی عبداللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو ان کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں

۱- اندور کے رئیس امید سنگھ نے 'دستنبو' کی پہلی اشاعت کے لیے پچاس جلدوں کی قیمت پیشگی ادا کی تھی۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۵۱۔

اور میرا کام کریں ، تو کیا عجب ہے - دو روپیہ فی جلد ، اس سے زیادہ کا مقدور نہیں - جب مجھ کو لکھو گے ، ہنڈوی بھیج دوں گا - چھ روپے ، آٹھ روپے ، دس روپے ، حد بارہ روپے - میاں کو سمجھا دینا ، کمی کی طرف نہ گریں ، چیز اچھی بنے - نہایت "بارہ"[1] روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں -

منشی شیو نرائن کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھیں ، نام اور تخلص ، بس - اجزائے خطابی کا لکھنا نا مناسب ، بلکہ مضر ہے - مگر ہاں ، نام کے بعد لفظ "بہادر" کا اور "بہادر" کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خاں بہادر غالب——

بھائی ! تم نے اوراق مثنوی کی رسید نہ لکھی ، کہیں وہ پارسل میں سے گر تو نہ گئے ہوں ؟[2] دیکھو کس لطف سے میرے نام کی حقیقت بیان ہوئی ہے - اوروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے - مگر میں اس کی عبارت کیا بتاؤں - صاحب مطبع اس امر کو اردو میں آخر کتاب لکھ دیں - منشی جی سے نثر لکھوا لو - منشی عبداللطیف کو یہ خط پڑھا دو - نہیب کی جگہ نوا بنادو - صاحبِ مطبع کو میرا نام بتا دو - خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحبِ مطبع سے لکھوا دو - برخور دار عبداللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کر کے مجھکو لکھ بھیجو - اپنی مثنوی کی رسید لکھو ، اپنے بہ جان و دل مصروف ہونے کا اقرار کرو - ان سب امور کی مجھے خبر دو -

غالب[3]

جمعہ[4] ، سوم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع ہنگام نیم روز

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں یہ لفظ رقموں میں ہے - مہیش پرشاد صاحب نے 'بارہ' لکھا ہے بغیر 'روپے' کے -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۵۲ -
۳- مہیش پرشاد نے نام تاریخ کے بعد لکھا ہے -
۴- جمعہ ۳ ستمبر ۱۸۵۸ع مطابق ۲۴ محرم ۱۲۷۵ھ ہے -

[۵۷] ایضاً (۷)

میرزا[1] تفتہ کو دعا پہنچے !

دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں ، حاشیہ پر لکھ دیے ہوں گے ۔ 'نہیب' کے لفظ کو چھیل کر 'نوائے' بنا دیا ہو گا ۔ برخوردار منشی عبداللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہو گا ۔ ان کی سعادت مندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں ۔ کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہو گا ۔ اگر پتھر بڑا ہے تو چاہیے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جائے ۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں ، مجھ پر مہربان اور حسن کلام کے قدردان ہیں ۔ اس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری تفضیح کے روا دار ہوں گے ؟ بھائی ! تم نے بھی لکھا اور منشی شیو نرائن صاحب نے بھی لکھا ، میں ایک عبارت لکھتا ہوں ، اگر پسند آئے تو خاتمۂ عبارت[2] میں چھاپ دو :

نامہ نگار غالب خاکسار کا یہ بیان ہے کہ یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے[3] ، اس کو میں نے مطبع مفید خلائق میں چھپوایا ہے اور میری رائے میں اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحبان مطابع جب تک مجھ سے طلب رخصت نہ کریں اپنے مطبع میں

۱- مجتبائی صفحہ ۴۳ ، مجیدی صفحہ ۵۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۸ ، رام نرائن صفحہ ۴۶ ، مہیش صفحہ ۴۷ ، مہر صفحہ ۱۶۰ ۔

۲- خطوط غالب ، مہیش : ''خاتمۂ کتاب میں چھاپ دو ۔''

۳- اردوئے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۵۳ ۔ دستنبو کے آخر میں یہ عبارت یوں درج ہے : ''اس کتاب کو بغیر اجازت مہتمم مفید خلایق کے کوئی صاحب چھاپنے کا ارادہ نہ کریں ۔''

اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کریں -
اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو، تو منشی شیو نرائن صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دیں - یہ سب باتیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں - اب دو امر ضروری الاظہار تھے، اس واسطے یہ خط لکھا ہے - ایک تو اردو عبارت، دوسرے یہ کہ میرے شفیق مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جواب طلب لکھی ہے، اس کا جواب اسی خط میں لکھتا ہوں - تم کو چاہیے کہ ان سے کہہ دو، بلکہ یہ عبارت ان کو دکھا دو -
بندہ پرور نواب عطاء اللہ خاں میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں - ان کے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونوں صاحب صحیح و سالم ہیں - شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گانوں ہے، وہاں رہتے ہیں - شہر میں اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہیں اور ان کے مکانات قرق ہیں - نہ ضبط ہوگئے ہیں، نہ واگذاشت کا حکم ہے -

[ستمبر[1] ۱۸۵۸ع ؟]

[۵۸] ایضاً (۸)

میرزا[2] تفتہ! اس غمِ زدگی میں مجھ کو ہنسانا تمھارا ہی کام

۱- خطوط غالب، اور اردوے معلیٰ میں اس کی تاریخ معین نہیں کی گئی - لیکن مہیش پرشاد نے اسے ۳ ستمبر کے بعد اور ۷ ستمبر کے خط سے پہلے درج کیا ہے اور یہی صحیح ہے - جب کہ خط کا مضمون بھی تائید کرتا ہے -
۲- مجتبائی صفحہ ۴۳، مجیدی صفحہ ۴۶، مبارک علی صفحہ ۳۹، رام نرائن صفحہ ۴۷، مہیش صفحہ ۷۳، مہر صفحہ ۱۸۱ -

ہے - بھائی ! تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اٹھاؤ گے ؟ روپیہ جمع رہنے دو - آمد اچھی چیز ہے - اگرچہ قلیل ہو - اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دے دو - بعد نو مہینے کے روپیہ تم کو[1] مل جائے گا - یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا - اگر احیاناً ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اس کو مدت چاہیے - رستخیز بے جا ہو چکا ، اب ہو تو رستخیز ہو ، یعنی قیامت ، اور اس کا حال معلوم نہیں کہ کب ہو گی - اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی 'رستخیز' کے ۱۲۷۷ ہوتے ہیں ، احتمال فتنہ سال آیندہ پر رہا ، سو بھی موہوم -

میاں ! میں جو آخر[2] جنوری کو رام پور جا کر آخر مارچ میں یہاں آ گیا ہوں تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں :

ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ یہ شخص والی رام پور کا استاد تھا اور وہاں گیا تھا - اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سے کم نہ دیا ہو گا -

ایک جماعت کہتی ہے :

نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا -

ایک فرقہ کہتا ہے کہ :

نواب نے نوکر رکھ لیا تھا ، دو سو روپیہ مہینا کر دیا تھا ،

۱- اردوے معلی؛ طبع اول آغاز صفحہ ۸۵ -

۲- مرزا غالب ۱۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو دہلی سے روانہ ہوئے ، ۲۷ جنوری کو رام پور پہنچے اور ۲۴ مارچ کو دہلی واپس آ گئے (دیکھیے دیباچہ مکاتیب غالب ، صفحہ ۹۴ تا ۱۰۳)

لفٹنٹ گورنر الہ آباد جو رام پور آئے اور ان کو غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو جواب دو ، نواب نے بر طرف کر دیا ۔

یہ تو سب سن لیا ، اب تم اصل حقیقت سنو ! نواب یوسف علی خاں بہادر تیس تیس[1] برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں ۔ آگے گاہ گاہ کچھ بھیج دیا کرتے تھے ، اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ع سے سو روپیہ مہینا ماہ بہ ماہ بھیجتے ہیں ، بلاتے رہتے تھے ، اب میں گیا ، دو مہینے رہ کر چلا آیا ، بہ شرط حیات بعد برسات کے پھر جاؤں گا ۔ وہ سو روپیہ مہینا ، یہاں رہوں وہاں رہوں ، خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے ۔

غالب

۳۱ مارچ سنہ[2] ۱۸۶۰ع

[۵۹] ایضاً (۹)

کیوں صاحب[3] ! کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی کے خاک نشینوں کو خط نہ لکھیں ؟ بھلا اگر یہ حکم[4] ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط

۱۔ تمام ماخذ میں 'تیس' مکرر ہے ۔ نواب صاحب مسند نشینی سے پہلے دہلی میں مقیم رہ چکے تھے ۔

۲۔ اردوے معلی کے تمام نسخوں میں ۱۸۶۲ع ہے ۔ مہیش پرشاد نے ۱۸۶۰ع لکھا اور یہی صحیح ہے ۔ شنبہ ۳۱ مارچ ۱۸۶۲ع مطابق ۷ رمضان ۱۲۷۶ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۴۴ ، مجیدی صفحہ ۷۴ ، مبارک علی صفحہ ۴۰ ، رام نرائن صفحہ ۴۸ ، مہیش صفحہ ۵۶ ، مہر صفحہ ۱۶۷ ۔

۴۔ اردوے معلی طبع اول آغاز صفحہ ۵۵ ۔

سکندر آباد کو یہاں کی ڈاک میں نہ جائے۔ بہرحال :

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے مے کنم ۔

کل جمعہ[1] کے دن ۱۲ تاریخ نومبر کو ۳۳ جلدیں بھیجی ہوئی برخوردار شیونرائن کی پہنچیں ۔ کاغذ ، خط ، تقطیع ، سیاہی ، چھاپا سب خوب ، دل خوش ہوا اور شیو نرائن کو دعا دی ۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی کی تحویل میں ہیں ، وہ بھی یقین ہے آج کل پہنچ جائیں ۔ معلوم نہیں منشی شیونرائن نے اندور کو واسطے رائے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں ، یا ابھی نہیں بھیجیں؟ صاحب ! تم اس خط کا جواب لکھو اور اپنے قصد کا حال لکھو ۔ سکندر آباد کب تک رہو گے ، آگرہ کب جاؤ گے ؟

شنبہ ، ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع - جواب طلب

[۶۰] ایضاً (۱۰)

صاحب ! پچیس[2] اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک میں ارسال کر چکا ہوں ۔ آج تیس ہے ، یقین ہے کہ خط اور پارسل دونوں پہنچ گئے ہوں گے ۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت روانہ کرتا ہوں ۔ ایک میرا دوست اور تمھارا ہمدرد ہے ، اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا ۔ اٹھارہ انیس برس کی عمر ، قوم کا کھتری ۔ خوبصورت ، وضع دار نوجوان ، ۱۲۷۳ھ میں بیمار

۱- 'دستنبو' مفید خلائق پریس سے اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع کے آخر یا یا نومبر کے آغاز میں چھپ کر شایع ہوئی - ۱۲ نومبر ۱۸۵۹ع کو مرزا نے تینتیس جلدیں وصول پائیں—شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ع مطابق ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۴۵ ، مجیدی صفحہ ۷۴ ، مبارک علی صفحہ ۴۰ ، رام نرائن ۴۹ ، مہیش ۳۴ ، سہر ۱۴۹ ۔

پڑ کر مر گیا ۔ اب اس کا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ میں ایک تاریخ اس کے مرنے کی لکھوں ، ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اس کو پڑھ پڑھ کر رویا کرے ۔ سو بھائی ! اس سائل کی خاطر مجھ کو عزیز اور فکر شعر متروک ، مع ھذا یہ واقعہ تمہارے حسب حال ہے ۔ جو خونچکان شعر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے ۔ بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھ دو ۔ مصرع آخر میں مادۂ تاریخ ڈال دو ۔ نام اس کا برج موہن تھا اور اس کو بابو بابو کہتے تھے ۔ چنانچہ میں بحر ہزج مسدس مخبون میں ایک شعر تم کو لکھتا ہوں ، چاہو اس کو آغاز میں رہنے دو اور آیندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو ۔ چاہو کوئی اور نکالو ۔ لیکن خیال میں رہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوائے اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر میں نہیں آ سکتا ۔ وہ شعر میرا یہ ہے :

برم چوں نام بابو برج موہن　　چکد خون دل ریش از لب من

غالب

نگاشتہ[۱] روز جمعہ ۔ سی‌ام اپریل سنہ ۱۸۵۸ع

[۶۱] ایضاً (۱۱)

بھائی ! تمہارا[۳] وہ خط جس میں اوراق مثنوی ملفوف تھے ، پہنچا ۔ اوراق مثنوی ، اوراق 'دستنبو' کے ساتھ پہنچیں گے ۔ اب تمہارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں ، الگ الگ سمجھ لینا ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۶۵ شروع ۔

۲۔ مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۷۴ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۶۴ ، مجیدی صفحہ ۸۴ ، مبارک علی صفحہ ۴۱ ، رام نرائن ۵۰ ، مہیش صفحہ ۴۱ ، مہر صفحہ ۱۵۴ ۔

صاحب! تم نے مرزا حاتم علی صاحب سے کیوں کہا؟ بات اتنی تھی کہ مجھ کو لکھ بھیجتے کہ نثر آئی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجا لانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔ چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا، وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے۔ اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہے کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجوں گا اور ایک جلد بذریعہ ان کے جناب ملکۂ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا۔ اب سمجھ لو کہ طرز تحریر کیا ہوگی اور صاحبان مطبع کو اس کا انطباع کیوں نا مطبوع ہوگا۔ جیتے رہو، اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسایا، وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا: ع

گرچہ عمل کار خردمند نیست

عمل کار "اہل کار" یہ شعر شیخ سعدی[۱] کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے:

جز بخردمند مفرما عمل

یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور عقلا کے اور کے تفویض نہ کر پھر خود کہتا ہے: ع

گرچہ عمل کار خردمند نیست

یعنی اگرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خرد مندوں کا کام

۱۔ گلستان کے آٹھویں باب میں ایک "پند" ہے کہ "ملک از خرد مندان جمال گیرد . . . ." تین چار فقروں کے بعد کہتے ہیں۔

پندے اگر بشنوی اے بادشاہ
در ہمہ دفتر بہ ازیں پند نیست
جز بخرد مند، مفر ما عمل
گرچہ عمل کار خرد مند نیست

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۳۸ پر)

نہیں اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے ۔ عمل الگ ہے اور 'کار' مضاف ہے بطرف 'خردمند' کے ۔ ورنہ دہائی خدا کی 'عمل کار' اہل کار کے معنے پر نہیں آتا ۔ مگر قتیل[1] اور واقف[2] یا اور پورب کے ملکیوں کی فارسی ۔

[اگست[3] سنہ ۱۸۵۸ع]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷)

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ سلامت ! عقل مند آدمی بادشاہوں کے منصب قبول نہیں کیا کرتے ، لیکن آپ لوگوں کو دانش وروں کے سوا عام آدمیوں سے کام بھی نہ لینا چاہیے ۔ تفتہ یہ مطلب سمجھے کہ عمل‌کار ، یعنی اہل‌کار عقل مند نہیں ہے ، تجھے اہل‌کار عقل مند رکھنا چاہیے ۔ مرزا کو غصہ آ گیا اور قتیل و واقف بنا دیا ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۵۷ ۔

۱- مرزا محمد حسن قتیل متوفیٰ ۱۸۱۸ع دیوالی سنگھ کھتری ہندو تھے ، مسلمان ہوگئے ۔ ترکی و فارسی کے عالم تھے ۔ مرزا ان کو انتہا درجے کا جاہل مانتے ہیں ۔ (دیکھیے حاشیہ عود ہندی ، مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۸ ۔ جناب مہر نے سال وفات ۱۸۲۳ع لکھا ہے جو ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ ہونا چاہیے) ۔

۲- قاضی نورالعین واقف متوفیٰ ۱۱۹۰ھ بٹالہ کے رہنے والے فارسی کے مشہور شاعر تھے ۔ مرزا غالب کو ان کے نام سے چڑ تھی ان کے نزدیک یہ لوگ فارسی میں سند نہیں ہیں ۔ حالانکہ اس دور کے اکثر ہندوستانی ادبا ان کو استاد مانتے تھے اور اختلافات و مباحث میں ان کا نام لیتے تھے ۔

۳- دستنبو کی طباعت کا انتظام اگست کے آخری ہفتے میں ہوا ہے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۳۹ پر)

[۶۲] ایضاً (۱۲)

میری جان! کیا سمجھے ہو! سب مخلوقات تفتہ و غالب کیوں کر بن جائیں :

ہر یکے را بہر کارے ساختند

"انت منتا سو منتا"[۲] "مصری میٹھی نمک سلونا" کبھی کسی شئے کا مزہ نہ بدلے گا ۔ اب جو میں اس شخص کو نصیحت کروں، وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جانے کہ عبدالرحمان کون ہے اور مجھ سے اس سے کیا رسم و راہ ہے ۔ بے شبہ جانے گا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا ۔ میں اس کی نظر میں سبک ہو جاؤں گا اور تم سے وہ اور بھی سرگراں ہو جائے گا ۔ اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اس شخص کو اپنے عزیزوں میں گنا ہے، بندہ پرور! میں تو بنی آدم کو، مسلمان ہو یا ہندو، یا نصرانی، عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں، دوسرا مانے یا نہ مانے ۔ باقی رہی وہ عزیزداری جس کو اہل دنیا قرابت کہتے ہیں، اس کو قوم اور ذات اور مذہب اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸)

جیسا کہ تفتہ اور شیونرائن کے نام خطوں میں مذکور ہے ۔ زیر نظر خط میں کتاب کی طباعت کی بات چیت بظاہر دوسرے مرحلے میں ہے، یعنی چھپنے کا مسئلہ طے ہے ۔ غالب کا اصرار ہے کہ جلد چھپے اور یہ بات اگست کی ۲۵ویں کے بعد اور ستمبر سے پہلے کی ہے ۔ مہیش پرشاد کے خیالی میں یہ خط ۲۳ اگست سے پہلے کا ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۷۴، مجیدی صفحہ ۸۴، مبارک علی صفحہ ۴۴، رام نرائن صفحہ ۵۰، مہیش صفحہ ۷۱، مہر صفحہ ۱۲۹ ۔

۲۔ ہندی محاورہ ہے یعنی بےوقوف آدمی کو ہزار آدمی مت دیتے اور ہر ایک شخص پریشان کرتا ہے ۔

طریق شرط ہے اور اس کے مراتب و مدارج ہیں ۔ نظر اس دستور پر اگر دیکھو تو مجھ کو اس شخص سے کس برابر علاقہ عزیزداری کا نہیں ، از راہ حسن اخلاق اگر عزیز لکھ دیا یا کہہ دیا تو کیا ہوتا ہے ۔ زین العابدین خاں عارف میری سالی کا بیٹا و یہ شخص اس کی سالی کا بیٹا ۔ اس کو جو چاہو سمجھ لو ۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اس کو لکھنا لغو و بے فائدہ بلکہ ضرر ہے ۔

تمھارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفیٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت[1] کر چکے ہیں ۔ اب تمھارے خط سے ، مراد آباد ہو کر سکندرآباد آنا معلوم ہو گیا ۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو خوش و خرم رکھے ۔

مرقومہ جمعہ[2] ۲۳ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ع

[۶۳] ایضاً (۱۳)

صاحب[3] ! تمھارا خط مع رقعۂ مرد سخن فہم پہنچا ۔ تمھاری خوشامد نہیں کرتا ، سچ کہتا ہوں کہ تمھارے کلام کی تحسین کرنے والا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے ۔ جواب میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں مصطفیٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا ۔ تین دن وہاں رہا ۔ کل وہاں سے آیا ، آج تم کو یہ خط بھجوایا ۔

غالب

محررہ و مرسلہ چار شنبہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۵۸ ۔

۲- فاروق ، مبارک علی ، فرمان علی ''مرقومہ ۲۳ ستمبر'' غلط ہے ۔ جنتری مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۲۷۶ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۷۴ ، مجیدی صفحہ ۹۴ ، مبارک علی صفحہ ۴۲ ۔ رام نرائن صفحہ ۵۱ ، مہیش صفحہ ۶۲ ، مہر صفحہ ۱۷۲ ۔

(حاشیہ نمبر ۱ ۔ ۸ دیکھیے صفحہ ۱۳۱ پر)

[۶۴] ایضاً (۱۴)

میرزا تفتہ ! کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے ، آیا اور اس نے پارسل موم جامے میں لپٹا ہوا دیا ۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کیوں آیا ۔ بارے جب اس کی تحریر دیکھی تو تمھارے ہاتھ کا پمفلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے ، مگر اس کے آگے کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا ۔ ہرکارہ نے کہا ایک روپیہ دس آنے[۲] دلوائیے ۔ دلوا دیے اور پارسل لے لیا ، مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا ۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اس کو خطوں کے بکس میں ڈال آیا ۔ ڈاک کے کار پردازوں نے غور نہ کی اور اس کو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیج دیا ۔

وہ صاحب جو میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل[۳] خوان میرا سلام قبول کریں ۔

غالب[۴] ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع

(صفحہ ۱۴۰ کا حاشیہ نمبر ہ اور د)

ہ۔ خطوط غالب مہر میں فقرہ ''تمھاری خوشامد نہیں کرتا'' ندارد ۔

د۔ مبارک علی میں 'غالب' ندارد ۔ (چار شنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ع مطابق ۲۰ جمدی الآخرہ ۱۲۷۵ھ) ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۸۳ ، مبارک علی صفحہ ۴۳ ، مجیدی صفحہ ۹۴ ، رام نرائن صفحہ ۵۲ ، مہیش صفحہ ۳۹ ، مہر صفحہ ۱۵۳ ۔

۲۔ ایک روپیہ دس آنے ، اردوئے معلیٰ طبع اول میں رقمی ہندسوں میں ہے ۔

۳۔ عموماً 'مثل' ث ہی سے لکھا گیا ہے ۔ ''مسل'' ۔

۴۔ مطابق چہار شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ ۔

[۶۵] ایضاً (۱۵)

بھائی! مجھ[۱] میں تم میں نامہ‌نگاری کاہے کو ہے، مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک خط بھیج چکا ہوں، اب اس وقت تمھارا خط اور آیا۔ سنو صاحب! لفظ مبارک میم حا میم دال اس کے ہر حرف پر میری جان نثار ہے[۲] مگر چوں کہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا جاتا، میں نے بھی موقوف کر دیا ہے۔ رہا میرزا و مولانا و نواب، اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے، جو چاہو سو لکھو۔

بھائی کو سلام[۳] کہنا۔ ان کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا تفتہ! اب تم تزئین جلدہائے کتاب کے باب میں برادر زادۂ سعادت مند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا[۴] مہر کو اختیار ہے، جو چاہیں سو کریں۔ خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاجب سے مجھ کو مطلوب ہے، تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب! وہاں ایک اخبار موسوم بہ ''آفتاب عالم تاب'' نکلتا ہے، اس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات لکھتا ہے۔ نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے، سو حکیم احسن اللہ خاں یہ چاہتے ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں، جب سے ہوں وہ جو چھاپہ خانہ میں مسودے رہتے ہیں، اس کی نقل کسی کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے۔ اجرت جو لکھی آئے گی وہ بھیجی جائے گی اور ابتدائے ۱۸۵۸ع سے ان کا نام خریداروں میں لکھا جائے۔ دو ہفتہ کے

۱۔ مجتبائی صفحہ ۴۸، مجیدی صفحہ ۵۰، مبارک علی صفحہ ۴۳، رام نرائن صفحہ ۵۲، مہیش صفحہ ۵۱، مہر صفحہ ۱۶۳۔

۲۔ احترام و عشق رسول کا عالم دیکھیے۔

۳۔ اردوے معلیٰ ''بھائی کو سلام'' ۔ مہیش میں ''سلام'' ندارد۔

۴۔ یعنی مرزا حاتم علی بیگ مہر۔

دو[1] نمبر ان کو ایک لفافہ میں بھیج دیے جائیں اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ ان کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب کو لکھ چکا ہوں اور اب تک آثار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ نہ لفافے حکیم صاحب پاس پہنچے، نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سعی ضرور ہے۔ اور ہاں صاحب! "آفتاب عالم تاب" کا مطبع تو کشمیری بازار میں ہے، مگر آپ مجھ کو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجب ہے کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہیں لکھا۔ فرمائش حکیم[2] احسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عندالملاقات میرا سلام کہہ کر اس کا جواب بلکہ وہ اخبار ان سے بھجواؤ۔

جمعہ ۱۷ ستمبر [۱۸۵۸ء[3]]

[۶۶] ایضاً (۱۶)

بھائی!

میں نے مانا[4]، تمھاری شاعری کو میں جانتا ہوں کہ کوئی

۱- مہیش میں "نمبر" غالب کا املا ہی ہے لیکن طبع اول میں نمبر ہی چھپا ہے۔ آفتاب عالم تاب، غدر کے زمانے میں بند ہو گیا تھا۔ اپریل ۱۸۵۸ء سے دوبارہ آگرے ہی سے جاری ہوا (صوبہ شمالی و مغربی صفحہ ۲۲۹) دیکھیے خط بنام مہر نمبر مسلسل ۲۸۲۔

۲- اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۹د۔

۳- اردوے معلی طبع اول و بعد "۷ ستمبر" صحیح بقول مہیش پرشاد "۱۷ ستمبر" ہے کیونکہ سات ستمبر کو سہ شنبہ تھا۔ جمعہ ۱۷ ستمبر ۱۸۵۸ء (اضافہ از مہیش) مطابق ۸ صفر ۱۲۷۵ھ۔

۴- مجتبائی صفحہ ۹۳، مجیدی صفحہ ۵۰، مبارک علی صفحہ ۴۴، رام نرائن صفحہ ۵۳، مہیش صفحہ ۱۸، مہر صفحہ ۱۳۵۔

دم تم کو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی ، پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر لکھنے کا ، اس میں ضرور نشست معنی بھی ملحوظ رکھا کرو ۔ اور جو کچھ لکھو اس کو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو ۔

کیوں صاحب ! یہ ڈبل خط پوسٹ پڈ بھیجنا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو ، آیا حاتم کے سوا ، اور میرے سوا ، کسی نے کیا ہو گا ؟ کیا ہنسی آتی ہے تمھاری باتوں پر ۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے ۔ جانی جی کی بڑی فکر ہے ۔ میں تم کو لکھا چاہتا تھا کہ ان کا حال لکھو ۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں ۔ یقین ہے کہ اجمیر میں ہوں گے ، مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہ وہاں مقیم نہیں ہیں ، خدا جانے کب چل نکلیں ۔ بہر حال تم بھرت پور سے قریب ہو اور ان کے متوسلوں کو جانتے ہو ۔ اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگواؤ اور جو کچھ تم کو معلوم ہو ، وہ مجھ کو بھی لکھو ۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول میں آ گئے ، کل ان کا خط مجھ کو آیا تھا ۔ آج اس کا جواب بھی روانہ کر دیا ۔

اسد اللہ[1]

یک شنبہ[2] ۲۱ ۔ ماہ اگست سنہ ۱۸۵۳ع

[۶۷] ایضاً (۱۷)

بھائی !

آج مجھ[3] کو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی

۱۔ مہیش میں تاریخ کے بعد نام درج ہے ۔
۲۔ یکشنبہ ۲۱ اگست ۱۸۵۳ع مطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۵۰ ، مجیدی صفحہ ۵۱ ، مبارک علی صفحہ ۴۴ ، رام نرائن صفحہ ۵۴ ، مہیش صفحہ ۱۱ ، مہر صفحہ ۱۳۰ ۔

میں لکھتا ہوں - جس دن میرا خط پہنچے ، اگر وقت ڈاک کا ہو ، تو اسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو ، اور اگر وقت نہ رہا ہو ، تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو - منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سنی جاتی تھی ، کل سے اور بری خبر شہر میں مشہور ہے - تم بھرت‌پور کے قریب ہو ، یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم ہو گا - جلد لکھو کہ کیا صورت ہے ؟ راجہ کا مجھ کو غم نہیں ، مجھ کو فکر جانی جی کی ہے کہ اسی علاقے میں تم بھی شامل ہو - صاحبان انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے - یعنی جو رئیس مر جاتا ہے ، سرکار اس ریاست پر قابض و متصرف ہوکر رئیس زادے کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے - سرکاری بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت موقوف نہیں ہوتا - اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم رہے - مگر یہ وکیل ہیں ، معلوم نہیں مختار کون ہے ؟ اور ہمارے بابو صاحب میں اور اس مختار میں صحبت کیسی ہے ؟ رانی سے ان کی کیا صورت ہے ؟ تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو ، لیکن انھوں نے از راہ دور اندیشی تم کو متوسل اس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اور لاابالیانہ زندگی کرتے تھے - زنہار اب وہ روش نہ رکھنا - اب تم کو بھی لازم آ پڑا ہے جانی جی کے ساتھ رو شناس حکام والا مقام ہونا - پس چاہیے کول کی آرامش کا ترک کرنا اور خواہی نہ خواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا - میری رائے میں یوں آیا ہے اور میں نہیں لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے - جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجمیر میں ہیں ،

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۶۱ -

کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں ؟ واسطے خدا کے نہ مختصر ، نہ سرسری ، بلکہ مفصل اور منقح ، جو کچھ واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو ، مجھ کو لکھو اور جلد لکھو کہ مجھ پر خواب و خور حرام ہے ۔ کل شام کو میں نے سنا ، آج صبح قلعے نہیں گیا اور یہ خط لکھ کر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے ۔ تم بھی اس کا جواب بیرنگ روانہ کرنا ۔ آدھ آنہ ، ایسی بڑی چیز نہیں ۔ ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پڈ پڑا رہتا ہے ۔ جب اس محلے میں جانا ہوتا ہے تو اس کو بھی لے جاتے ہیں ۔ زیادہ کیا لکھوں کہ پریشان ہوں ۔

نوشتہ[۲] چاشت گاہ دو شنبہ ، ۲۸ مارچ سنہ ۱۸۵۳ع
ضروری[۳] ، جواب طلب

[۶۸] ایضاً (۱۸)

میاں مرزا تفتہ !

ہزار آفرین ! کیا[۴] اچھا قصیدہ لکھا ہے ۔ واہ واہ ! چشم بد دور! تسلسل معنی ، سلاست الفاظ ، ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق[۵]

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۶۲ ۔
۲۔ مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ ۔
۳۔ مہر صاحب نے تاریخ سے پہلے 'ضروری جواب طلب' ، لکھا ہے ۔
۴۔ مجتبائی صفحہ ۵۱ ، مجیدی صفحہ ۵۲ ، مبارک علی صفحہ ۴۵ ، رام نرائن صفحہ ۵۵ ، مہیش صفحہ ۷۹ ، مہر صفحہ ۱۸۵ ۔
۵۔ سرخوش کا بیان ہے "بسیار نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بودہ‌است گویند از خاک توران مثل او برنخواستہ در ایران و سخنوران شہرت تمام دارد ۔" کلمات الشعراء طبع مبارک علی لاہور صفحہ ۶۱ ۔ قاموس المشاہیر میں ہے : "اصفہان ، ۱۶۹۰ع مطابق ۱۱۰۷ھ انتقال کیا ۔"

شوکت بخاری سے توارد ہوا - یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے - وہ مصرع یہ ہے :

چاک گردیدم و از جیب بہ داماں رفتم

پہلا مصرع تمھارا اگر اس کے پہلے مصرع سے اچھا ہوتا تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا - خدا تم کو اتنا جلائے کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا کہہ لو - مگر خبردار قصائد بہ قید حروف تہجی نہ جمع کرنا -

صاحب ! مجھے اس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے ، سابق کا تمھارا لکھا ہوا سب یاد ہے - میں نے اس کو دوست بہ طریق طنز لکھا ہے - بہ ہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اس کو بھیجا ، اس کی ماں مرے ، اگر میرے اس خط کا جواب لکھا ہو - بڑا پرانا قصہ تم نے یاد دلایا - داغ کہنہ حسرت کو چمکایا - یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط' سے نصیر الدین حیدر

۱- یہ خط بہت سے محققین کے لیے غلط فہمیوں کا باعث ہوا ہے - دیکھیے غالب کی راست گفتاری ، قاضی صاحب ، علی گڑھ میگزین ۱۹۴۹ء ، صفحہ ۴۵ - مہر و ابوالکلام آزاد ، غالب صفحہ ۲۱۱ ببعد - حقیقت یہ ہے کہ کلیات فارسی میں غالب کے دو منظومے سلطان نصیر الدین حیدر مرحوم کے نام ہیں - ایک قطعہ' تاریخ کد خدائی (۱۲۵۰ھ-۱۸۳۴ء) ، دوسرا قصیدہ :

گر بہ سنبل کدہ روضہ' رضواں رفتم
ہوس زلف ترا سلسلہ جنباں رفتم

اس قصیدے کے عنوان میں یہ عبارت ہے : "گرایش خیال بہ لکھنؤ بہ سرو برگ ذریعہ' این قصیدہ و نگرش پذیرفتن مدح شاہ اودھ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۴۸ پر)

کے پاس گزرا ۔ اور جس دن گزرا اسی دن پانچ ہزار روپیہ کے بھیجنے کا حکم ہوا ۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھ کو اطلاع نہ دی ۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنئو، سے آئے انھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا ۔ ناچار میں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷)

درجریدہ ۔ و بہ ورق یادگار ماندن مدح ممدوح نا رسیدہ ۔ از عالم ''مستی بہ بوے بادۂ ناکشیدہ'' گویا یہ قصیدہ ایک خیالی جنت تھی ۔ غالب نے چاہا تھا کہ دربار اودھ سے کچھ وظیفہ وغیرہ مل جائے گا لیکن بادشاہ نے ۴ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ، مطابق ، ۸ جولائی ۱۸۳۷ع میں انتقال کیا اور قصیدہ پیش نہ ہوسکا ۔ جناب قاضی عبدالودود صاحب نے کیا ، خود غالب نے اس خط میں لکھا ہے کہ انھیں دربار سے پانچ ہزار روپے ملے لیکن وہ انعام درباری لوگ کھا گئے ۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ داستان ''اختراعی ہے'' ۔ میرے خیال میں فارسی خطوط میں جس انعام کا ذکر ہے وہ غالباً پیش کش ، قطعہ کد خدائی پر ملا ہوگا ۔ طول مدت نے غالب کے ذہن میں قطعہ کے بجائے قصیدہ کا حوالہ بٹھا دیا کیونکہ قطعے کی پیش کش میں بھی غفلت برتی گئی تھی ۔ البتہ صراحت سے قطعہ پر انعام ملنا بھی مذکور نہیں ہے ۔ غالب کے حاشیے میں مولانا مہر صاحب نے ابوالکلام آزاد کے جو ارشادات لکھے ہیں ، وہ صحیح نہیں ہیں ۔ غالب ان دنوں بعض ممدوحین کے ساتھ اپنے قدیمی تعلقات اور حالیہ مشکلات میں اسی قسم کی باتیں لکھا کرتے ہیں ؛ یعنی قصیدہ دہلی ہی میں لکھا گیا اور نصیرالدین حیدر مرحوم ہی کو بھیجا گیا اور انھی کے نام سے دیوان فارسی میں چھپا ہے ۔ دیکھیے غالب صفحہ ۲۱۲ ، دیوان فارسی طبع دہلی و کلیات فارسی طبع مجلس جلد ۲ ۔

میرے قصیدہ پر کیا گزری - انھوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار ملے - تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار[1] منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیج دو - کیا اس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا ؟ اگر نہ بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو - میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں پہنچے - اس کے جواب میں انھوں نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو - اس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اس کا صلہ کیا مرحمت ہوا - میں کہ ناسخ ہوں ، اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر ان کا کھایا ہوا روپیہ ان کے حلق سے نکال کر تم کو بھیج دوں گا - بھائی ! یہ خط لکھ کر میں نے ڈاک میں روانہ کیا : آج خط روانہ ہوا ، تیسرے دن شہر میں خبر آڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے -

غالب

دو شنبہ[2] ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۱ع

[۶۹] ایضاً (۱۹)

آؤ[3] مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ - بیٹھو اور میری حقیقت سنو -

یک شنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے تھے ، ان سے سب حال معلوم ہوا - پہلا خط تم کو ان کے بھائی مولوی انوارالحق نے بہ موجب حکم رنگٹن صاحب کے لکھا تھا - پھر ایک خط صاحب

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۶۳ - منشی محمد حسن روشن الدولہ اور ناسخ کے سلسلے میں دیکھیے کلیات نثر ، پنج آہنگ ، متفرقات غالب -

۲- مطابق ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ -

(حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۱۵۰ پر دیکھیے)

نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمھارے اور "نشتر عشق" اور ایک "تذکرہ" اور یہ چار کتابیں تمھاری بھیجی ہوئی ان کو پہنچیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمھارے بہت معتقد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہو گا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس التفات کا یہ کہ تمھارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھیں گے۔ باقی ما بہ خیر شما بہ سلامت۔

ہاں، ان کے تحت میں پندرہ[1]، بیس مشاہرہ کے علاقے ہیں۔ اگر تمھاری اجازت ہو اس امر میں ان سے کلام کروں۔

میرا عجب حال ہے، حیران ہوں کہ تمھیں میرا کلام کیوں[2] باور نہیں آتا۔

گمان زیست بود بر منت ز بے دردی
بد است مرگ، ولے بد تر از گمان تو نیست

سامعہ مر گیا تھا، اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب مضمحل ہیں۔ حواس سراسر مختل ہیں، حافظہ گویا کبھی نہ تھا، شعر کے فن سے گو یا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رام پور سو روپے مہینہ دیتے ہیں۔ سال گزشتہ ان کو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہے اور میں اپنے میں حواس نہیں پاتا۔ متوقع ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں۔ جو کچھ مجھے

(بقیہ حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۱۴۹)

۳۔ مجتبائی صفحہ ۵۲، مجیدی صفحہ ۵۳، مبارک علی صفحہ ۴۶، رام نرائن صفحہ ۵۷، مہیش صفحہ ۹۶، مہر صفحہ ۲۰۰۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں یہ دونوں عدد رقمی ہندسوں میں ہیں۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۶۴۔

آپ کی سرکار سے ملتا ہے ، عوض خدمات سابقہ میں شمار کیجیے تو میں "سکہ لمبر" سہی ورنہ "خیرات خوار سہی" - اور اگر یہ عطیہ بہ شرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے - برس دن سے ان کا کلام نہیں آتا - فتوح مقرری نومبر تک آئی ، اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے - آج تک نواب صاحب از راہ جواں مردی دیے جاتے ہیں - اور بھائی ! تمھاری مشق ، چشم بد دور ، صاف ہو گئی رطب و یابس تمھارے کلام میں نہیں رہا - اور اگر خواہی نہ خواہی تمھارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو مری جان میرے بعد کیا کرو گے - میں تو چراغ دم صبح و آفتاب سر کوہ ہوں - انا للہ و انا الیہ راجعون -

۱۴ رجب[1] [۱۲۸۱ھ ۱۴ دسمبر ۱۸۶۴ع]
نجات کا طالب ، غالب

[۷۰] ایضاً (۲۰)

مرزا تفتہ[2] ! عجب اتفاق ہوا ؛ پنج شنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا کہ اس کے متعاقب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا - رسید لکھنی میں نے زائد سمجھی اور اس کا دیکھنا شروع کیا - بے کار محض اور تنہا ہوں ، پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہو گئی - خوب دیکھا ، سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں ، میں نے بہت حظ اٹھایا - جیتے رہو ، تمھارا دم

۱- غالب نے نواب فردوس مکان کو رسید ہنڈوی میں لکھا تھا: "۱۳ رجب و دسمبر ۱۸۶۴ع" اردوے معلیٰ میں صرف "۱۴ رجب غالب ہے -" جنتری کی رو سے اس تاریخ کو چہار شنبہ تھا -

۲- مجتبائی صفحہ ۵۳ ، مجیدی صفحہ ۵۴ ، مبارک علی صفحہ ۴۷ ، رام نرائن صفحہ ۵۸ ، مہیش صفحہ ۳۳ ، مہر صفحہ ۱۴۹ -

غنیمت ہے۔ بھائی کا حال مفصل لکھو۔ پنشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہاں ہے اور کس طرح ہے؟ علاقہ بنا ہوا ہے یا جاتا رہا؟ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ بالکل الہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے؟ منشی غلام[2] غوث صاحب کہاں ہیں؟ نوکر ہیں یا مستعفی؟ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہے گا یا الہ آباد جائے گا؟ اس کا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے، چاہیے یہ بھی وہیں جاوے۔

آج تمھارے اشعار کا کاغذ بمفاٹ پا کٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط کل پرسوں اور وہ پا کٹ پانچ چار دن میں پہنچ جائے[3]۔

یک[4] شنبہ ۲۵ اپریل سنہ ۱۸۵۸ع

[۱۷] ایضاً (۲۱)

مرزا تفتہ[5]! ایک امر عجیب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد

۱۔ اردوے معلی طبع اول آغاز صفحہ ۶۵ - بھائی سے مراد منشی نبی بخش حقیر ہیں جن کا انتقال نومبر ۱۸۶۰ع میں ہوا۔

۲۔ خواجہ غلام غوث خاں آگرے کے گورنر آفس میں منشی تھے۔ مرزا سے ان کی دوستی بہت ہوئی۔ جب دفتر الہ آباد گیا تو خواجہ صاحب بھی الہ آباد چلے گئے اور الہ آباد ہی میں انھوں نے 'عود ہندی' مرتب کی۔ دیکھیے 'عود ہندی' طبع مجلس ترقی ادب لاہور۔

۳۔ اردوے معلی طبع اول میں 'غالب' نہیں ہے لیکن دوسرے ایڈیشنوں میں اضافہ ہے۔

۴۔ ۱۰ رمضان ۱۲۷۴ھ کے مطابق ہے۔

۵۔ مجتبائی صفحہ ۵۴، مجیدی صفحہ ۵۵، مبارک علی صفحہ ۴۸، رام نرائن صفحہ ۵۸، مہیش صفحہ ۴۷، مہر صفحہ ۱۸۲۔

تعجب مفرط کے موجب نشاط مفرط ہو گا۔ میں اجرائے پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا ۔ بارے وہ نقشہ پنشن[1] داروں کا، جو یہاں سے بن کر صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے بہ نسبت میرے صاف لکھ دیا تھا کہ یہ شخص پنشن پانے کا مستحق نہیں ہے، گورنمنٹ نے بر خلاف یہاں کے حاکم کی رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہاں آیا اور مشہور ہوا، میں نے بھی سنا ۔ اب کہتے ہیں کہ ماہ آئندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہوں کا بٹنا شروع ہو گا ۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپے کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے ؟

غالب

۱۶[2] اپریل سنہ ۱۸۶۰

[۷۲] ایضاً (۲۲)

صاحب[3] ! تمھارا خط آیا، میں نے اپنے سب مطالب کا جواب پایا ۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اس کے واسطے مجھ کو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے ۔ اللہ اللہ ! ایک وہ ہیں کہ دو بار ان کی بیڑیاں[4] کٹ چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا

۱۔ غالب کے املا کے مطابق اردوے معلیٰ طبع اول میں ''پنسن'' درج ہے ۔ ۶ مئی کے مکتوب میں تفتہ ہی کو مرزا نے پنشن کا ''زر مجتمعہ دو ہزار دو سو پچاس روپے'' کا حساب لکھا ہے ۔ نیز دیکھیے خطوط بنام میر مہدی مجروح ۔

۲۔ مطابق دوشنبہ ۲۳ رمضان ۱۲۷۶ھ ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۸۳، مجیدی صفحہ ۵۵، مبارک علی صفحہ ۸۳، رام نرائن صفحہ ۵۹، مہیش صفحہ ۶۰، مہر صفحہ ۱۷۰ ۔

۴۔ ان کی دو بیویاں مر چکی ہیں ۔

پھندا گلے میں پڑا ہے، تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے، نہ دم ہی نکلتا ہے[1]۔ اس کو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا، تو کیوں بلا میں پھنستا ہے۔ وہ جو مصرع تم نے لکھا ہے، وہ حکیم[2] سنائی کا ہے اور وہ نقل "حدیقہ" میں مرقوم ہے:

پسرے با پدر بزاری گفت　　کہ مرا یار شو بہ ہمرہ جفت
گفت بابا، زنا کن و زن، نہ　　پند از خلق گیر و از من نہ
در زنا گر بگیردت عسسے　　بہ ہلد کو گرفت چوں تو بسے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند　　در تو بگزاریش چہا نہ کند

بس تو اب تم سکندر آباد میں رہے، کہیں اور کیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو، اب کہاں سے کھاؤ گے؟ میاں! نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے، نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے۔ ایک چرخ[3] ہے کہ وہ چلا جاتا ہے، جو ہونا ہے وہ ہوا جاتا ہے۔ اختیار ہو تو کچھ کیا جائے، کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے:

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام؟
زیں ہوسہا بگذر یا مگزر، می گزرد

مجھ کو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید، نہ رنجور ہوں نہ تندرست، نہ خوش ہوں نہ ناخوش، نہ مردہ ہوں نہ زندہ، جیے جاتا ہوں باتیں کیے جاتا ہوں، روٹی روز کھاتا ہوں، شراب گہ گہ پیے جاتا ہوں۔ جب موت آئے گی مر رہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے، جو تقریر ہے بہ سبیل حکایت ہے۔ بارے جہاں رہو، جس طرح رہو،

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ٦٦ -
۲- اردوے معلیٰ اول "ثنائی" -
۳- نسخۂ مجتبائی، مبارک علی، الہ آباد میں "خرچ" -

ہر ہفتہ میں ایک بار خط لکھا کرو۔

یک شنبہ[1] ۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۷۳] ایضاً (۲۳)

دیکھو صاحب!

یہ باتیں ہم کو[2] پسند نہیں۔ سنہ ۱۸۵۸ کے خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ میں بھیجتے ہو۔ اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائے گا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہے۔ لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آج تک رائے امید سنگھ یہیں ہیں اور ابھی نہیں جائیں گے۔[3] تمھارا مدعا حاصل ہو گیا ہے۔ جس دن وہ آئے تھے اسی دن مجھ سے کہہ گئے تھے۔ میں بھول گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاحب! وہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے تضمین اشعار گلستان کے ان کی خواہش کے بہ موجب، کوئی پارسی ہے بمبئی میں، اس کے پاس بھیج دیے ہیں۔ یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کرے گا۔ امید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا، میں بھول گیا۔ اب جو تم کو اس خیال میں مبتلا پایا تو ان کا بیان مجھ کو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دو بار ان کے گھر گیا بھی ہوں، مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میر بادشاہ صاحب سے عندالملاقات میری دعا

۱- مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ۔

۲- مجتبائی، صفحہ ۵۵، مجیدی صفحہ ۵۶، مبارک علی صفحہ ۴۹، رام نرائن صفحہ ۶۰، مہیش صفحہ ۶۱، مہر صفحہ ۱۷۱۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۶۷۔

کہہ دینا ۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ ، لکھنے کے قابل بات پھر بھول گیا ۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ میں نے آگے ان کو کبھی نہیں دیکھا تھا ، ناگاہ مجھ سے آ کر ملے اور تمھارا حال پوچھتے رہے ۔ میں نے کہہ دیا کہ بہ خیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں ۔ جب میں نے ان سے کہا کہ کیا وہ تمھارے آشنا ہیں ؟ انھوں نے کہا : صاحب وہ میرے بزرگ اور استاد ہیں ، میں ان کا شاگرد ہوں ۔ کہیں مدرسہ کے علاقے میں نوکر ہیں ، بہ سبیل ڈاک آئے تھے اور آج بہ سبیل ڈاک انبالہ کو گئے ۔ انبالہ ان کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اسی ضلع میں ہیں ۔

نگاشتہ[1] دو شنبہ ، ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

[۴۷] ایضاً (۲۴)

صاحب[2] ! قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحبِ مطبع نے مجھ کو بھی دی ہے ۔ خدا ان کو سلامت رکھے ۔ کل مرزا صاحب کے خط میں ان کو مصرع کسی استاد کا لکھ چکا ہوں ۔ میں[3] سراسر ان کا ممنون احسان ہوں ۔ میرا[4] سلام کہنا اور لفافہ[4] اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا ۔ میرے نام کا کوئی لفافہ ضائع نہیں جاتا ۔

۱۔ مہیش اور مہر صاحب نے اس کے بعد 'غالب' کا اضافہ کیا ہے ۔
مطابق دوشنبہ ۲۷ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۵۶ ، مجیدی صفحہ ۵۷ ، مبارک علی صفحہ ۵۰ ، رام نرائن صفحہ ۶۱ ، مہیش صفحہ ۵۳ ، مہر صفحہ ۱۶۵ ۔

۳۔ یہ فقرہ مہر صاحب کے مجموعے میں نہیں ہے ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۶۸ ۔ مبارک علی اور مہر میں 'لفافے' ۔

خدا جانے ، اس پر کیا بجوگ پڑا ۔ ظاہرا انھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا ، پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو ؟

"شیہ" بہ معنی صدائے اسپ لغت فارسی ہے ، بشین مکسور و یائے معروف و ہائے ہوز مفتوح و ہائے ثانی زدہ ۔ اور عربی میں اس کو صہیل کہتے ہیں ۔ صیہہ کوئی لغت نہیں ہے ، نہ عربی نہ فارسی ۔ اگر غنیمت کے کلام میں صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے ۔ غنیمت کا کیا گناہ ؟ "در خود ز روے ہندسہ گاہے شمار یافت" اصل مصرع یوں ہے ۔ میں نے سہو سے خدا جانے کیوں کر لکھ دیا ہے ۔

بھائی ! "مہر خوان" کے دو معنی ہیں : ایک تو خطاب جو سلاطین امرا کو دیں اور دوسرے وہ نام جو لڑکوں کا پیار سے رکھیں ، یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو ، مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے ، جو تمھارے ذکر میں ہے ، پہلے "مہرخوان" کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں ۔ مکرر لکھنے کی حاجت کیا ہے اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے ۔ بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں ۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا ، صاحبان کونسل کی رائے ولایت آ گرہ ، یعنی میرے محکمہ میں منظور و مقبول ۔ نام میرا جس طرح چاہو لکھ دو ۔

بنام آں کہ او نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

شفیق[1] بالتحقیق مولانا مہر ، ذرۂ بے مقدار کا سلام قبول کریں ۔

۱- یہاں سے حاتم علی مہر کے نام پیام ہے ۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب نے خطوط غالب میں یہ پیراگراف یہاں سے کاٹ کر مہر کے نام ایک مستقل خط بنا کر مجموعۂ حاتم علی میں لکھ دیا ہے ۔ دیکھیے خطوط غالب صفحہ ۱۶۵ اور صفحہ ۲۱۷ ۔

کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں ، آج یا کل پہنچ جائے گا ۔ رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے مگر چونکہ تحکم[1] و کارفزائی ہے ، کہتے ہوئے ڈرتا ہوں ، ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں ۔ بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں[2] جو یہاں کے حکام کے واسطے درکار ہوں گی ، ان کی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد ۔ کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز یہی[3] ہے ؟ اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں ۔ نواب گورنر جنرل بہادر ، چیف کمشنر بہادر ، صاحب کمشنر بہادر دہلی ، ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی ۔ یہ کیا میری بد وضعی ہے کہ جناب اڈمنسٹن[4] صاحب کی نذر نہ بھیجوں ۔ آخر گورنمنٹ کی نذر انھیں کی معرفت بھیجوں گا ۔ نہ صاحب ! ایک جلد ان کی نذر بہت ضروری ہے ۔ آپ گنجائش نکال کر جیسی یہ چار جلدیں بنوائیں ، ایک اور بھی ایسی ہی بنوا لیں ۔ یقین ہے کہ آپ اس رائے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے ۔ یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں ، معاف ہو ۔

بھائی[5] مرزا تفتہ ! کل کے مرزا صاحب کے خط میں سے اس مادۂ تاریخ کا قطعہ لکھ لینا ۔ تم کو لکھ چکا ہوں ، ایک قطعہ مرزا صاحب

۱۔ مبارک علی ''محکم'' ۔ خطوط غالب مہر : ''لیکن چونکہ'' بجائے 'مگر چونکہ' ۔ اسی طرح 'کار فزائی' کو 'کارفرمائی' لکھا ہے ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٦٩ ۔
۳۔ خطوط غالب مہر : 'اور تجویز کیسی ہے' ۔
۴۔ اردوے معلیٰ ''اڈمنسٹین'' ۔
۵۔ یہ عبارت مہر صاحب نے بالکل حذف کر دی ہے ۔

کا ، ایک قطعہ تمہارا ، بلکہ ایک قطعہ مولانا حقیر سے[1] بھی لکھواؤ ۔
صبح پنج[2] شنبہ سی ام ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۷۵] ایضاً (۲۵)

اجی[3] مرزا تفتہ ! تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا ۔ ہائے ! کیا بری کاپی ہے ۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے ، صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی ، اور کپڑے میلے پائچے لیر لیر ، جوتی ٹوٹی ۔ یہ مبالغہ نہیں ، بلکہ بے تکلف سنبلستان[4] ، ایک معشوق خوب رو ہے ، بد لباس ہے ۔ بہ ہر حال دونوں[5] لڑکوں کو دونوں جلدیں دے دیں ، اور معلم کو حکم دیا کہ اسی کا سبق دے ۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا ۔
مرقومہ صبح[6] سہ شنبہ ، ۹ ماہ اپریل سنہ ۱۸۶۱ع
غالب

۱- لیکن کتاب پر دو شاعروں کے دو ہی قطعے چھپے ؛ ایک مہر دوسرے ایک تفتہ کا ۔
۲- 'صبح پنج شنبہ' (مہر صاحب نے چھوڑ دیا) مطابق ۲۱ صفر ۱۲۷۵ھ ۔
۳- مجتبائی صفحہ ۵۸ ، مجیدی صفحہ ۵۸ ، مبارک علی صفحہ ۵۱ ، رام نرائن صفحہ ۶۱ ، مہیش صفحہ ۸۷ ، مہر صفحہ ۱۸۵ -
۴- سنبلستان تضمین گلستان تالیف ہرگوپال نرائن ، تفتہ ۔
۵- باقر علی خاں اور حسین علی خاں ۔
۶- اردوئے معلیٰ : ''سہ شنبہ'' ۔ خطوط غالب مہر : ''صبح شنبہ'' ۔ جنتری میں سہ شنبہ ۹ اپریل ۱۸۶۱ع مطابق ۲۷ رمضان ۱۲۷۷ھ ہے ۔

[۷٦]' ایضاً (۲٦)

آج پنج شنبہ کے دن ۱۸ نومبر کو تمھارا خط آیا اور میں آج ہی جواب، لکھتا ہوں ۔ کیا تماشہ ہے کہ تمھارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا ۔ میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل ہے یہ کہ تم نے اصلاحی غزل کی رسید نہیں لکھی ۔ میں نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا ، اس کا تم نے ذکر نہ لکھا ۔ صاحب ! ۳۳ کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں ۔ سات کتابیں مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق ان کی تحریر کے آج شام تک ، اور مطابق منشی شیو نرائن کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائیں گی اور' یہی منشی شیو نرائن نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے ۔

منشی نبی بخش صاحب تمھارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں ۔ شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں ۔ میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا ۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں ۔ دلی ان دنوں میں آئے تھے ، مجھ سے مل گئے ہیں ۔ ان کو ایک کتاب ضرور بھیج دینا ۔

بھائی ! میں ہرگز نہیں جانتا کہ میر بادشاہ دہلوی کون ہیں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے منصف ہوں ۔ کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے والد کا نام لکھو تو میں غور کروں ، ورنہ میں تو اس

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۰ ۔ مجتبائی صفحہ ۵۸ ، مجیدی صفحہ ۵۸ ، مبارک علی صفحہ ۵۱ ، رام نرائن صفحہ ٦۴ ، مہیش صفحہ ۵۸ ، مہر صفحہ ۱٦۸ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول کی طرح دوسرے نسخوں میں ''اور بھی'' ہی لکھا ہے ۔ لیکن مہر صاحب نے 'بھی' اور 'یہی' دونوں کو چھوڑ دیا ہے ۔ مہیش نے 'یہی' لکھا ہے ۔ غالباً 'اردو' سے ایک نقطہ رہ گیا ۔

نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں ۔

پنج شنبہ ۱۸[1] نومبر سنہ ۱۸۵۸ع
وقت دوپہر

[۷۷] ایضاً (۲۷)

بندہ پرور!

ایک[2] مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علی گڑھ سے پہنچا ۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمھارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے کے مجھ کو لکھو گے ۔ اب جب اس خط کا جواب تمھارے پاس سے آئے گا ، تب تمھارے اشعار تم کو پہنچیں گے ۔ ہائے ہائے ! میر تفضل حسین خاں ہائے[3] ہائے !

رفتی و مرا خبر نہ کردی بر بے کسیم نظر نہ کردی

یہاں یہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین ، بڑا بیٹا ان کا ، ان کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے ۔

اسد اللہ

۲۳ فروری[4] سنہ ۱۸۵۴ع

[۷۸] ایضاً (۲۸)

صاحب[5] ! ایک خط تمھارا پرسوں آیا ۔ اس میں مندرج تھا[6] کہ

۱- مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷٦ھ ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۵۹ ، مجیدی صفحہ ۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۵۱ ، رام نرائن صفحہ ٦۴ ، مہیش صفحہ ۵۲ ، مہر صفحہ ۱۴۲ ۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۱ ۔
۴- پنج شنبہ ۲۴ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ کے مطابق ۔
۵- مجتبائی صفحہ ۵۹ ، مجیدی صفحہ ۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۵۲ ، رام نرائن صفحہ ٦۴ ، مہیش صفحہ ٦۷ ، مہر صفحہ ۱۷٦ ۔
٦- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'تھا' ندارد ۔

میں میرٹھ جاؤں گا - آج صبح کو ایک خط تمھارا اور آیا ، اس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤں گا اور تجھ سے ملتا جاؤں گا - پرسوں کے خط میں بھی اور آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے - بیسویں جون کو آج دسواں دن ہے ، اس دن میں کوئی پارسل کوئی پمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا - آخری پمفلٹ پاکٹ دو مثنویوں کا وہ تھا کہ جس میں ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا ، اس کی ارتھی پھکتی رہی ، اس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا - سو ان دونوں مثنویوں کو میں نے اصلاح دے کر تمھارے پاس بھیج دیا ہے - بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے - لیکن مجھ کو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲۰ جون سے آگے کا ہے - بہ ہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا - اصلاحی کواغذ ہر طرف کے عموماً اور تمھارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا - جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے ، میں ناچار ہوں ، بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر قرض ہے - یا تو وہ نہ پہنچا ، یا تم نے اس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا - وہ خط جس میں میر[1] بادشاہ کا دلی آنا اور ان کا مجھ سے ملنا اور تمھارا ذکر مجھ میں اور ان میں ہونا ، مع ہذا راجہ امید سنگھ کا دلی میں آنا اور بے خبر میرے گھر آ جانا اور تمھارا ان سے ذکر ہونا اور ان کا یہ کہنا کہ ان کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا ، سو میں نے اس کا جواب لکھ بھیجا تھا - اب میں کیا جانوں کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا ؟ تمھارا وہ پارسل جس کو تم اب[2] مانگتے ہو ، میرے پاس

۱- دیکھیے خط مورخہ ۱۷ جون ۱۸۵۹ء - نیز خط نمبر ۱۸ ، نومبر ۱۸۵۸ء -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۲ -

ہر گز نہیں آیا۔

غالب

چار شنبہ ، ۲۹[1] جون سنہ ۱۸۵۹ع

وقت نیم روز

[۹۷] ایضاً (۲۹)

اچھا[2] میرا بھائی ! "نہیب" والے دو ورقے چار سو ہوں ، پانچ سو ہوں ، سب بدلوا ڈالنا ۔ کاغذ کا جو نقصان ہو وہ مجھ سے منگوا لینا ۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکمی ہو جائے گی اور میرے کمال کو دھبا لگ جائے گا ۔ یہ لفظ عربی ہے ۔ ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا ۔

لکھتے ہو کہ مرزا صاحب دو جلدیں درست کریں گے ، یہ تو صورت اور ہے ، یعنی میں نے چھ جلدیں بارہ روپیہ کی لاگت میں بہ کار سازی و ہنر پردازیِ برخوردار منشی عبداللطیف چاہیں تھیں ۔ منتظر تھا کہ اب ان کا قبول کرنا مجھ کو لکھو گے اور روپیہ مجھ سے منگواؤ گے ۔ ظاہرا عبداللطیف نے پہلو تہی کی ۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے تو چھ جلدیں بنواتے ، نہ کہ دو ۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ دو بہت پر تکلف اور چار بہ نسبت اس کے کچھ کم ۔ اگر یوں ہے تو یہ مدعائے دلی میرا ہے ۔ مگر اطلاع ضرور ہے ۔

رائے امید سنگھ کے نام کا خط بہ احتیاط رہنے دو ۔ جب وہ آئیں ، ان کو دے دو ۔ یہ جو تم لکھتے ہو کہ "نہیب" کا لفظ لکھ دیا

۱- مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۵۹ ، مجیدی صفحہ ۶۰ (دونوں میں ہے : "اچھا بھائی") مبارک علی صفحہ ۵۲ ، رام نرائن صفحہ ۶۵ ("اچھا بھائی") مہیش صفحہ ۴۹ ، مہر صفحہ ۱۶۲ ۔

گیا تھا ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھاپا شروع ہو کر دور تک پہنچ گیا ۔ کیا عجب ہے کہ کتابیں جلد منطبع ہو جائیں ۔ ہمارے منشی شیو نرائن صاحب اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے ، تا کہ درخواستیں خریداروں کی فراہم ہو جائیں ۔

میرزا تفتہ ! سنو : ان دنوں میں میرے محسن حکیم احسن اللہ خاں "آفتاب عالم تاب" کے خریدار ہوئے ہیں اور میں نے بہ موجب ان کے کہنے کے برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے ۔ حضرت نے 'لا و نعم' جواب میں نہیں لکھا ۔ تم ان سے کہو کہ وہ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع سے خریدار ہیں ۔ آج ۱۶ ستمبر کی ہے ۔ دو نمبر' اخبار کے حکیم صاحب کے نام کا سرنامہ ، "خان چند کے کوچہ" کا پتہ لکھ کر روانہ کریں ۔ آئندہ ہفتہ بہ ہفتہ بھیجے جائیں اور حکیم احسن اللہ خاں کا نام خریداروں میں لکھ لیں ۔ دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے ۔ جس دن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے ، اس دن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے ارسال کریں ۔ کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیج دی جائے گی ۔ بھائی ! تم مرزا صاحب سے اس کو کہہ کر جواب لو اور مجھ کو اطلاع دو ۔ "نہیب" کے نہیب سے مرا جاتا ہوں ، اس کی درستی کی خبر بھیجو ۔ باقی جو چھاپے کے حالات ہوں ، اس کی آگہی ضرور ہے ۔

غالب

پنج شنبہ[2] ۱۶ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۳ ، غالب کا املا 'لمبر' ہے مگر چھپا نمبر ہے ۔

۲- ۵. ق ۷ دفر ۱۲۷۵ھ ۔

[۸۰] ایضاً (۳۰)

میری جان[1] ! آخر لڑکے ہو ، بات کو نہ سمجھے - میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانوں ؟ میں نے یہ لکھا تھا کہ بہ شرط اقامت بلا لوں گا اور پھر لکھتا ہوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی ٹھہری تو بے تمھارے نہ رہوں گا ، نہ رہوں گا ، زنہار نہ رہوں گا - منشی بال مکند[2] بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی سے رام پور پہنچا ، تلف نہیں ہوا - اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں سے اصلاح دے کر ان کے اشعار بھیج دوں گا - بے صبر کو اب کی بار مہینہ بھر صبر چاہیے - وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے - از بس کہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں - فرصت مشاہدۂ اوراق نہیں ملی ، تم اسی رقعہ کو ان کے پاس بھیج دینا -

غالب

سہ شنبہ ۱۴ فروری[3] سنہ ۱۸٦۰ع

[۸۱] ایضاً (۳۱)

کیوں صاحب !

مجھ[4] سے کیوں خفا ہو ؟ آج مہینہ بھر ہو گیا ہو گا ، یا بعد

۱- مجتبائی صفحہ ٦۱ ، مجیدی صفحہ ٦۱ ، مبارک علی صفحہ ۵۳ ، رام نرائن صفحہ ٦٦ ، مہیش صفحہ ۳۷ ، مہر صفحہ ۱۸۰ -

۲- بال مکند بے صبر : مرزا تفتہ کے وطن سکندرآباد کے رہنے والے تھے - پہلے تفتہ سے اصلاح لی ، پھر غالب کے شاگرد ہوئے - ۱۸۹۰ع میں فوت ہوئے - (تلامذۂ غالب ، صفحہ ۵۴) -

۳- مطابق ۲۱ رجب ۱۲۷٦ھ -

۴- مجتبائی صفحہ ٦۱ ، مجیدی صفحہ ٦۱ ، مبارک علی صفحہ ۵۴ ، رام نرائن صفحہ ٦۷ ، مہیش صفحہ ۳٦ ، مہر صفحہ ۱۵۱ -

دو چار دن کے ہو جائے گا کہ آپ کا خط نہیں آیا ۔ انصاف کرو ، کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا ۔ کوئی وقت ایسا[1] نہ تھا کہ میرے پاس دو چار دوست نہ ہوتے ہوں ۔ اب یاروں میں ایک شیو جی رام برہمن اور بال مکند اس کا بیٹا ، یہ دو شخص ہیں کہ گاہ گاہ آتے ہیں ۔ اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے ۔ ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں ۔ وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین صاحبوں کے خط کے[2] آنے کی توقع ، اس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ ۔ ہاں ، ایک تم ہو کہ ہر مہینے میں ایک دو بار مہربانی کرتے ہو ۔ سنو صاحب ! اپنے پر لازم کر لو ، ہر مہینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا ۔ اگر کچھ کام آ پڑا ، دو خط ، تین خط ، ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے میں ایک بار بھیج دی ۔ بھائی صاحب کا بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا ، اس کا جواب بھیج دیا گیا ۔ مولوی قمر الدین خاں یقین ہے کہ الہ آباد گئے ہوں ، کس واسطے کہ مجھ کو مئی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا ۔ بہ ہر حال اگر آپ آزردہ نہیں تو جس دن میرا خط پہنچے اس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیے ۔ اپنی خیر و عافیت ، منشی صاحب کی خیر و عافیت ، مولوی صاحب کا احوال ، اس سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو ، وہ الفاظ مناسب وقت میں ضرور لکھنا ۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے ، اس کی حقیقت ،

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۷ ۔

۲- اردوے معلیٰ کے متعدد نسخوں اور خطوط غالب مہر میں 'تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع' ۔ 'خط کے' ندارد ۔ تین صاحبوں سے مراد منشی نبی بخش ، مولوی قمر الدین اور تفتہ ۔

دھول پور کا رنگ ، صاحبانِ عالی شان کا ارادہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے ؟ آگرہ کا حال کیا ہے ؟ وہاں کے رہنے والے کچھ خائف ہیں یا نہیں ؟

غالب

نگاشتہ شنبہ ۱۹ [1] جون سنہ ۱۸۵۸ع

[۸۲] ایضاً (۳۲)

برخوردار مرزا تفتہ [2] !

دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا ، تم سچے اور میں معذور ۔ اب میری کہانی سنو ! آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آ گیا کہ پنشن دارانِ قدیم [3] ماہ بہ ماہ نہ پائیں ، سال میں دو بار بہ طریق شش ماہہ فصل بہ فصل پایا کریں ۔ نا چار ساہوکار سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا ، تا رام پور کی آمد میں مل کر صرف ہو ۔ یہ سود ۶ مہینے تک اسی طرح کٹواں دینا پڑے گا ۔ ایک معقول رقم گھاٹے میں جائے گی ۔

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو کہ ہوں بہ قیدحیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دوبار

دس گیارہ برس سے اس تنگنا میں رہتا تھا ، سات برس تک ماہ بہ ماہ

۱- مطابق ۶ ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۶۲ ، مجیدی صفحہ ۶۲ ، مبارک علی صفحہ ۵۵ ، رام نرائن صفحہ ۶۸ ، مہیش صفحہ ۷۶ ، مہر صفحہ ۱۸۳ ۔

۳- اردوئے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۵ کے علاوہ لفظ 'قدیم' خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد میں ۔ باقی اکثر نسخوں میں نہیں ہے ۔

چار روپیہ دیا گیا ، اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یک مشت دیا ۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا ، جس نے لیا ہے ، اس نے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو ۔ مکان کہیں ملے تو اٹھوں ۔ بے درد نے مجھ کو عاجز کیا اور مدد لگا دی ۔ وہ صحن بالا خانے کا جس کا دوگز کا عرض اور دس گز کا طول ، اس میں پاڑ بندھ گئی ۔ رات کو وہیں سونا ۔ گرمی کی شدت ، پاڑ کا قرب ، گمان یہ گزرتا تھا کہ کٹکڑا[1] ہے اور صبح کو مجھ کو پھانسی ملے گی ۔ تین راتیں اسی طرح گزریں ۔ دو شنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آ گیا ، وہاں جا رہا ، جان بچ گئی ۔ یہ مکان بہ نسبت اس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلی ماروں کا ۔ اگرچہ ہے یوں کہ میں اگر اور محلہ میں بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے ، یعنی اب اکثر خطوط لال کنویں[2] کے پتے سے آتے ہیں اور بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں ۔ بہ ہر حال تم وہی دلی بلی ماروں کا محلہ لکھ کر خط بھیجا کرو ۔ دو مسودے تمھارے اور ایک مسودہ بے صبر کا ، یہ تین کاغذ درپیش ہیں ، دو ایک دن میں بعد اصلاح ارسال کیے جائیں گے ، خاطر عاطر[3] جمع رہے ۔

صبح جمعہ[4] ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع

۱۔ کٹ گھر ، وہ لکڑی کا کندا جس میں مجرم کے پیر پھنسا دیے جاتے تھے اور بہت سخت سزا سمجھی جاتی تھی ۔

۲۔ غالب کا املا اردوے معلیٰ طبع اول نیز مہیش پرشاد میں "کنوے" ۔ باقی نسخوں میں 'کنویں' ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷٦ ۔

۴۔ مطابق یکم محرم ۱۲۷۷ھ ۔

[۸۳] ایضاً (۳۳)

کاشانۂ[1] دل کے ماہ دو ہفتہ ، منشی ہرگوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیاں کرتے ہیں ۔

اب ضرور آ پڑا ہے کہ ہم بھی جواب اُسی انداز سے لکھیں ۔ سنو صاحب ! یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین[2] خاں مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اس کے دونوں بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں ، میرے پاس آ رہے ہیں اور دم بہ دم مجھ کو ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں ۔ خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں ۔ پس تمھارے نتائجِ طبع میرے معنوی پوتے ہوئے ۔ جب ان عالم صورت کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے ، مجھ کو دوپہر کو سونے نہیں دیتے ، ننگے ننگے پانو میرے پلنگ پر رکھتے ہیں ، کہیں پانی لڑھاتے ہیں ، کہیں خاک اُڑاتے ہیں ، میں نہیں تنگ آتا ، تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں ، کیوں گھبراؤں گا ؟ آپ ان کو جلد میرے پاس بہ سبیل ڈاک بھیج دیجیے کہ میں ان کو دیکھوں ۔ وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد ان کو تمھارے پاس بہ سبیل ڈاک بھیج دوں گا ۔ حق تعالیٰ تمھارے عالم صورت کے بچوں کو جیتا رکھے اور ان کو دولت و اقبال دے اور تم کو ان کے سر پر سلامت رکھے ۔ اور تمھارے معنوی بچوں ، یعنی نتائجِ طبع کو فروغِ شہرت اور حسنِ قبول عطا فرماوے !

۱۔ مجتبائی صفحہ ۶۳ ، مجیدی صفحہ ۶۳ ، مبارک علی صفحہ ۵۵ ، رام نرائن صفحہ ۶۹ ، مہیش صفحہ ۸ ، مہر صفحہ ۱۲۷ ۔

۲۔ غالب کی اہلیہ کے حقیقی بھانجے ۔ عارف ۳۵ برس کی عمر ، اپریل ۱۸۵۲ع میں فوت ہوئے ۔ مرزا نے ان کے دونوں لڑکوں باقر علی اور حسین علی کو پالا تھا ۔

بابو صاحب کے نام کا خط ان کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے، ان کو دے دیجیے گا۔ اور ہاں صاحب! بابو صاحب اور تم آبو کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں، والدعا۔

اسد اللہ

نگاشتہٴ جمعہ[1] ۱۸ جون سنہ ۱۸۵۳ع

[۴۸] ایضاً (۳۴)

شفیق بالتحقیق، منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت[2] رہیں!

آپ کا وہ خط، جو آپ نے کان پور سے بھیجا تھا، پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنئو جانا اور وہاں کے شعرا سے ملنا، سب معلوم ہوا۔ اشعار جناب رند[3] کے پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد درست ہو گئے۔ اصلاح اور اشارے اور فوائد، جیسا کہ میرا شیوہ ہے، عمل میں آیا۔ جب تک کہ ان کا یا تمھارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہ ہو، میں وہ کواغذِ ضروری کہاں بھیجوں، اور کیوں کر بھیجوں اور کیوں بھیجوں؟ اب جو تمھارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک اکبر آباد آؤ گے، تو میں نے یہ خط تمھارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے۔ آج انیسویں ہے،

۱۔ مطابق ۲۹ شعبان ۱۲۶۸ھ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۳۶، عودی صفحہ ۹۳، مبارک علی صفحہ ۵۶، رام نرائن صفحہ ۷۰، اردوے معلی آغاز صفحہ ۷۷، مہیش صفحہ ۵، مہر صفحہ ۱۲۴۔

۳۔ رند: جانی بانکے لال دربار بھرت پور میں وکیل تھے۔ ۱۲۷۲ھ- ۱۸۵۵-۶ع میں فوت ہوئے (تلامذۂ غالب، صفحہ ۱۳۶) دیوان تفتہ مطبوعہ ۱۸۵۵ع میں ایک طویل فارسی مرثیہ موجود ہے۔

پرسوں اکیسویں کو لفافہ آگرے کو روانہ ہو گا ۔ بابو صاحب کو میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیے تھا ، وہ خاتمۂ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے ۔ تم کو چاہیے کہ اُن کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے انجام اور حصول مرام کی مبارک باد دو ، اور اوراق اشعار گزرانو ، اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہے ، اُس کو غور سے پڑھیے اور اپنا دستور العمل گردانیے۔ نہ یہ کہ سرسری دیکھیےاور بھول جائیے ۔ بس ، تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا ۔

اب پھر تم سے بات کہتا ہوں کہ وہ جو تم نے اُس شخص "کولی" کا حال لکھا تھا ، معلوم ہوا ۔ ہر چند اعتراض اُن کا لغو اور پرسش اُن کی بے مزہ ہو ، مگر ہمارا یہ منصب نہیں کہ معترض کو جواب نہ دیں ، یا سائل سے بات نہ کریں ۔ تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہے ، گویا ہم پر ہے ۔ اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مانیں یا نہ مانیں ، کلام ہمارا اپنے نفس میں معقول و استوار ہے ، جو زبان داں ہوگ . وہ سمجھ لے گا ، غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھیں ، نہ سمجھیں ۔ ہم کو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا[1] علاقہ ؟ تعلیم و تلقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہے ، نہ واسطے اغیار کے ۔ تمھیں یاد ہو گا کہ میں نے تمھیں بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو ۔ آج تمھارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے ، مگر ہاں :

۱- اردوے معلیٰ ، طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۸ ۔

حسود را چہ کنم کو ز خود بہ رنج درست

والسلام والاکرام۔

اسد اللہ

رقم زدہ ۱۹ فروری[1] و مرسلہ بست و یکم فروری سنہ ۱۸۵۲ع

[۸۵] ایضاً (۳۵)

منشی صاحب !

تمہارا[2] خط اُس دن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا کہ میں چار دن سے لرزے میں مبتلا ہوں اور مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لرزہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا۔ آج پنج شنبہ پانچواں دن ہے کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے اور نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج میں بہت ہے، ناچار احتراز کرتا ہوں۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے، ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ بابو صاحب والا مناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا۔ اب اُس ارسال میں وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری سے بھاگتا ہے، کیوں تکلیف کریں۔ اور اگر بہ ہر حال ان کی مرضی ہے تو خیر، میں فرمان پذیر ہوں۔ اشعار سابق و حال میرے پاس امانت ہیں، بعد اچھے ہونے کے ان کو دیکھوں گا اور تم کو بھیج دوں گا۔ اتنی سطریں مجھ سے بہ ہزار جر[3] ثقیل لکھی گئی ہیں۔

اسد اللہ

روز[4] پنج شنبہ ۴ مارچ سنہ ۱۸۵۴ع

۱۔ مطابق پنج شنبہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۶۵، مجیدی صفحہ ۶۲، مبارک علی صفحہ ۵۷، رام نرائن صفحہ ۱۷، مہیش صفحہ ۲۶، مہر صفحہ ۱۳۲۔

۳۔ بڑی مشقت جھیل کر۔

۴۔ مطابق ۴ جمادی الثانیہ ۱۲۷۰ھ۔

[۸۶] ایضاً (۳۶)

صاحب! تم[1] جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا۔ وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم دوست تھے اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات مہر و محبت درپیش آئے۔ شعر کہے، دیوان جمع کیے، اسی زمانہ[2] میں ایک اور بزرگ تھے کہ وہ ہمارے تمھارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا۔ ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا، نہ وہ اشخاص، نہ وہ معاملات، نہ وہ اختلاط، نہ وہ انبساط۔ بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہم کو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہٖ مثل پہلے جنم کے ہے، یعنی ایک خط میں نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا، اس کا جواب مجھ کو آیا، اور ایک خط تمھارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و متخلص بہ تفتہ ہو، آج آیا۔ اور میں جس شہر میں ہوں اس کا نام بھی دلی اور اس محلہ کا نام بلی ماروں کا محلہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ! ڈھونڈھنے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر، کیا غریب، کیا اہل حرفہ، اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں۔ ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں۔ اب پوچھو کہ تو کیوں کر مسکن قدیم میں بیٹھا رہا؟ صاحب بندہ! میں حکیم محمد حسن خاں مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار بہ دیوار ہیں گھر

۱۔ مجتبائی صفحہ ۵۶، مجیدی صفحہ ۶۵، مبارک علی صفحہ ۵۷، رام نرائن صفحہ ۴۷، مہیش صفحہ ۲۷، مہر صفحہ ۱۴۴۔ یہ خط غالب کے شاہ کاروں میں ہے۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۷۹۔

حکیموں کے اور وہ نوکر ہیں راجہ[1] نرندر سنگھ بہادر والیِ پٹیالہ کے ۔ راجہ صاحب نے صاحبان عالی شان سے عہد لے لیا تھا کہ بر وقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہیں چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آ بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ، ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں ۔ مبالغہ نہ جاننا ، امیر غریب سب نکل گئے ، جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے ۔ جاگیر دار ، پنسن دار ، دولت مند ، اہل حرفہ ، کوئی بھی نہیں ہے ۔ مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں ۔ ملازمان قلعہ پر شدت ہے اور باز پرس اور دار وگیر میں مبتلا ہیں ، مگر[2] وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک رہے ہیں ۔ میں غریب شاعر دس[3] برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کی اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں ۔ خواہی اس کو نوکری سمجھو ، خواہی مزدوری جانو ، اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا ۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بے گناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا ۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے ۔ مگر چوں کہ میری طرف بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان سے کوئی بات پائی نہیں گئی لہذا طلبی نہیں ہوئی ، ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیر دار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہیں ، میری کیا حقیقت تھی ۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں ، دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا ، سوار ہونا اور

۱۔ نراندر سنگھ ۱۸ جنوری ۱۸۴۶ع کو اکیس برس کے سن میں مسند نشین ہوئے (تاریخ پٹیالہ ، صفحہ ۳۴۶) اور ۱۳ نومبر ۱۸۶۲ع کو انتقال کیا ۔ (حوالہ مذکور صفحہ ۴۵۹) ۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸۰ ۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول: ''دس دس برس''۔ دوسرے نسخوں میں ''دس برس'' ہے ۔

کھیں جاتا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے، شہر میں ہے کون جو آوے؟ گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آج تک، یعنی شنبہ پنجم دسمبر سنہ ۱۸۵۷ تک بہ دستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھ کو نہیں معلوم، بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ بہ ہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔

اس وقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ[1] کو دیا۔

[۸۷] ایضاً (۳۷)

آج[2] سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا[3]۔ میں نے پڑھا اور جواب لکھا اور کہار کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا، خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ دلی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آ کر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں سے خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے۔

بھائی! میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں

۱۔ تاریخ آخر خط کے بجائے درمیان ہی میں لکھ دی ہے۔ شنبہ ۵ دسمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۶۷، مجیدی صفحہ ۶۹، مبارک علی صفحہ ۵۹، رام نرائن صفحہ ۳۷، مہیش صفحہ ۲۹، مہر صفحہ ۱۴۵۔ خطوط غالب مہر میں 'سنیچر بار' کو 'سنیچر (ہفتہ)' لکھا گیا ہے۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۸۱۔

نکلا - کسی مخبر نے بہ نسبت میرے کوئی خبر بد خواہی کی نہیں دی - حکام وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہیں - فراری نہیں ہوں، روپوش نہیں ہوں، بلایا نہیں گیا، دار و گیر سے محفوظ ہوں - کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں - مگر ہاں، جیسا کہ بلایا نہیں گیا، خود بھی بروے کار نہیں آیا، کسی حاکم سے نہیں ملا، خط کسی کو نہیں لکھا، کسی سے درخواست ملاقات نہیں کی، مئی سے پنسن نہیں پایا[1] - کہو یہ نو دس مہینے کیوں کر گزرے ہوں گے؟ انجام کچھ نظر[2] آتا نہیں کہ کیا ہو گا - زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے - ہرگوبند سنگھ یہاں آئے ہوئے ہیں، ایک بار میرے پاس بھی آئے تھے، والدعا -

غالب

روز شنبہ، سی‌ام[3] جنوری سنہ ۱۸۵۸ع، وقت نیم روز

(۸۸) ایضاً [۳۸]

کیوں[4] صاحب! روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو - میں اس

۱- عود ہندی کی ترتیب کے وقت منشی غلام غوث خاں بے خبر نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب "پنشن" کو کبھی آپ نے مذکر لکھا ہے کبھی مؤنث - اب میں کسے صحیح سمجھوں، کسے غلط - چنانچہ یہاں مذکر ہے، آگے مؤنث -

۲- نسخۂ مبارک و مہر میں "نظر نہیں آتا"- متن مطابق نسخۂ اول و مجتبائی و مہیش ہے -

۳- مطابق ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ -

۴- مجتبائی صفحہ ٦۸، مجیدی صفحہ ٦٦، مبارک علی صفحہ ۵۹، رام نرائن صفحہ ۴۷، مہیش صفحہ ٦۱، مہر صفحہ ۱۷۱ -

تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں ، یعنی جس کا خط آیا ، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا ۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہوں ، بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے ، ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے ۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے ۔ یہ کیا سبب ؟ دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا ، یعنی تم نہیں آئے ۔ خط لکھو ۔ صاحب ! نہ لکھنے کی وجہ لکھو ۔ آدھ آنے میں بخل نہ کرو ۔ ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو ۔

غالب

سوموار ، ۲۷[1] دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۸۹] ایضاً (۳۹)

مہاراج[2] !

آپ کا مہربانی نامہ پہنچا ۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا ، لیکن ناخوش بھی نہ رہا ۔ بہ ہرحال مجھ کو کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں ، اپنا دعا گو سمجھتے رہو ۔ کیا کروں ، اپنا شیوہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں '۷ دسمبر' ہے جو غلط ہے ۔ اردوے معلیٰ کے تمام نسخوں میں بھی ۷ ہی لکھا گیا ہے ۔ لیکن مہیش پرشاد نے ۲۷ لکھا ہے ۔ دوشنبہ ۲۷ دسمبر ۱۸۵۸ع مطابق ۲۰ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۶۸ ، مجیدی صفحہ ۷۶ ، مبارک علی صفحہ ۶۰ ، رام نرائن صفحہ ۷۵ ، مہیش صفحہ ۱ ، مہر صفحہ ۱۲۰ ۔
تفتہ کے نام یہ قدیم ترین اردو خط ہے جو دستیاب ہوا ۔ تفتہ نے اپنے دیوان پر تقریظ لکھوائی ہے اور جب مرزا نے لکھ کر بھیجی تو انھیں پسند نہ آئی ، شاید اس میں تفتہ کی تعریف نہ تھی ۔

ترک نہیں کیا جاتا ۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی مجھ کو نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بکنا شروع کریں ۔ میرے قصیدے دیکھو ، تشبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کم تر ۔ نثر میں بھی یہی حال ہے ۔ نواب مصطفیٰ خاں کے تذکرے[1] کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے ۔ مرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچے کو دیکھو ۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کی موجب فرمائش جان جا کوب بہادر کے لکھی ہے ، اُس کو دیکھو کہ فقط ایک بیت میں ان کا نام اور ان کی مدح آئی ہے اور باقی ساری نثر میں کچھ اور ہی اور مطالب ہیں ۔ واللہ باللہ ، اگر کسی شہزادے یا امیر زادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اس کی اتنی مدح نہ کرتا جتنی تمھاری مدح کی ہے ۔ ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے ۔ قصہ مختصر ، تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ[2] تمھارے نام کا بدل کر اس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہے ، اس سے زیادہ بھٹئی میری روش نہیں ۔ ظاہرا تم خود فکر نہیں کرتے ، اور حضرات کے بہکانے میں

۱۔ نواب مصطفیٰ خاں کا تذکرہ ۱۸۳۵ء کے قریب لکھا گیا ۔ اس کی تقریظ اور حیا و دیوان حافظ کی تقریظیں پنج آہنگ طبع اول اگست ۱۸۴۹ء اور بعد کے ایڈیشنوں میں موجود ہیں ۔ دیکھیے پنج آہنگ طبع دوم صفحہ ۱۷۴ ببعد ۔

۲۔ غالب نے مکتوب بنام حقیر ۴ جون ۱۸۴۸ء میں لکھا ہے :
''اس گفتگو میں منشی صاحب نے ایک فقرہ اپنی مدح میں بڑھوا لیا ، یعنی ''سپہر سخن را ماہ دو ہفتہ'' یہ جملہ پنج آہنگ میں بھی موجود ہے ۔

آ جاتے ہو ۔ وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نثر کو مہمل[1] کہیں گے ، کس واسطے کہ ان کے کان اس آواز سے آشنا نہیں ۔ جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے ، وہ نظم و نثر کی خوبی کو کیا پہچانیں گے ؟

ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جس کو تم لکھتے ہو ماءالجبن سے بھی نہ گیا ؟ ایک نسخہ طب محمد حسین خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہے ، مگر اثر اس کا دیر میں ظاہر ہوتا ہے ۔ وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیویں اور اس میں سیر پیچھے تولہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملادیں اور اس کو جوش کریں ، اور اس قدر کہ چہارم پانی جل جائے ، پھر اس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں بھر رکھیں اور جب باسی ہو جائے اس کو پئیں ۔ جو غذا کھایا کرتے ہیں ، کھایا کریں ۔ پانی دن رات ، جب پیاس لگے یہی پئیں ۔ روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑیں ۔ برس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا ، میرا سلام کہہ کر یہ نسخہ[2] عرض کر دینا ۔ آگے ان کو اختیار ہے ۔

[آخر[3] مئی ۱۸۴۸ع]

۱۔ اردوے معلیٰ آغاز صفحہ ۸۳ ۔ شاید ''وہ صاحب'' سے اشارہ مولوی ظہور علی کی طرف ہو جو ٹونک کے نائب اور صدر مختار تھے ۔ انھوں نے رائے جگل کشور وکیل محکمۂ عالیہ صدر دیوانی کے ساتھ مل کر تفتہ کے دیوان کی طباعت میں مدد کی تھی ۔ صوبہ شمال و مغربی کے اخبارات و مطبوعات ، طبع علی گڑھ ۱۹۶۲ع صفحہ ۱۵۲) ۔

۲۔ نادرات غالب صفحہ ۲ خط نمبر ۳ میں لکھتے ہیں : ''یہ آپ نے

(حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۱۸۰ پر)

[۹۰] ایضاً (۴۰)

تمہارا[1] خط پہنچا ، مجھ کو بہت رنج ہوا ۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۹)

کیا لکھا ہے کہ میں بدایوں کے حکیم کی دوا کر رہا ہوں ، تیری بتائی ہوئی دوا ابھی نہیں کر سکتا ؟ آپ غور تو کیجیے ، میں نے تو دوا نہیں بتائی ، ایک ترکیب پانی کے مدبر کرنے کی عرض کی ہے ۔''

۳۔ خطوط مہیش پرشاد طبع اول ، الہ آباد و طبع دوم علی گڑھ میں اگست ۱۸۴۹ع تاریخ تجویز کی گئی ہے اور دیباچے میں کہا گیا ہے کہ یہ تاریخ ۲۰ اگست ۱۸۴۹ع کے اسعدالاخبار میں چھپے ہوے اشتہار سے معین کی ہے ۔ لیکن محمد عتیق صدیقی ''صوبہ شمال و مغربی کے اخبارات و مطبوعات'' طبع علی گڑھ صفحہ ۱۵۱ کے ''دیوان تفتہ ، منشی ہرگوپال تفتہ کا فارسی مجموعۂ کلام'' تعداد طبع ۳۰۰ قیمت چار روپے پر حاشیہ دے کر لکھتے ہیں : ''دسمبر ۱۸۴۸ع کے اسعد الاخبار میں اشتہار کی عبارت یہ ہے : ''ان دنوں دیوان تفتہ سکندر آبادی اس مطبع میں چھپنا شروع ہوا ہے ، اور یہ دیوان تفتہ وہی ہے جس کا اشتہار اخبار ھذا میں اواخر ۱۸۴۷ع میں دیا گیا تھا . . . . اس کا چھاپا اس کیفیت سے ہوتا ہے کہ ولایتی لیٹر کاغذ بہت صاف شفاف و آب دار اور اکیس سطر کا صفحہ ، بہ خط نستعلیق متوسط لکھا جاتا ہے ۔ اس کی ضخامت پینتالیس جزو سے زیادہ ہوگی اور اشعار پندرہ ہزار سے زیادہ ہیں الخ'' ۔ یہ دیوان ۱۸۵۱ع کی فہرست مطبوعات میں ہے اگست ۱۸۴۹ع ۔

اس سے معلوم ہوا کہ غالب کی تقریظ مئی ۱۸۴۸ع میں لکھی گئی (جو پہلی مرتبہ پنج آہنگ میں چھپی) ۔ دیکھیے مکتوب بنام حقیر ۴ جون ۱۸۴۸ع ۔

(حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۱۸۱ پر)

کا پالنا بہت دشوار ہوگا ۔ دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں ۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے ، کچھ بن نہیں آتی ۔ میں مسہل میں ہوں ۔ یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہوں ، حفظ صحت واسطے مسہل لیا ہے ۔ تمھارے اشعار غور سے دیکھ کر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمھارے نام کا بھیج دیا ہے ۔ جب تم آؤ گے تب وہ تم کو دیں گے ۔ جہاں جہاں تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب اشعار بدستور رہنے دیے ہیں ۔ اب تم کو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر مجھ کو خط لکھو ۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا' حال مفصل لکھو ، اس میں تساہل نہ کرو ۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائے گا ، آپ کی خاطر جمع رہے ۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں ۔

اسد اللہ

[سنہ[۲] ۱۸۵۳ع]

[۹۱] ایضاً (۱۳)

صاحب[۳] ! تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤں گا ۔ تمھارے

(صفحہ ۱۸۰ کا حاشیہ نمبر ۱)

۱- مجتبائی صفحہ ۶۹ ، مجیدی صفحہ ۶۸ ، مبارک علی صفحہ ۶۱ ، رام نرائن صفحہ ۷۶ ، مہیش صفحہ ۲۱ ، مہر صفحہ ۱۳۸ ۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸۳ ۔

۲- نادرات غالب ، مرتبۂ آفاق حسین کے خطوں سے ۱۸۵۳ع ہی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ مہیش پرشاد صاحب نے بھی اسے اگست ۱۸۵۳ع کے بعد بے تاریخ نقل کیا ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۷۰ ، مجیدی صفحہ ۶۸ ، مبارک علی صفحہ ۶۱ ، رام نرائن صفحہ ۷۷ ، مہیش صفحہ ۳۰ ، مہر صفحہ ۱۴۶ ۔

اُس خط کا جواب نہ لکھ سکا ۔ جواب تو لکھ سکتا تھا مگر ناپاز
کا پانو سوج گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا ۔ مسلمان آدمی شہر میں
سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہیں سکتا ، ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا ۔
بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں سمجھ کر
سکندر آباد خط نہ بھیج سکا ۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں
تم کو سلام لکھا ۔ کل ان کا خط آیا ، وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ
ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقعہ تم کو بھیجتا ہوں ۔ میرا
حال بدستور ہے ، دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے ۔ حاکم اکبر نے
آکر کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا ۔ یہ صاحب میرے آشنائے
قدیم ہیں مگر میں مل نہیں سکتا ۔ خط بھیج دیا ہے ، ہنوز کچھ جواب
نہیں آیا ۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب جاؤ گے ؟ والدعا ۔

غالب

جمعہ ۵[1] مارچ سنہ ۱۸۵۸ع

[۹۲] ایضاً (۴۲)

صاحب[2] ! میرٹھ سے آکر تم کو خط لکھ چکا ہوں ، شاید نہ
پہنچا ہو ۔ اس واسطے از روئے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفیٰ خاں
کے ملنے کو بہ سبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آ گیا
اور چار شنبہ کے دن تم کو خط بھیجا ۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ
بہادر میرے گھر آئے تھے ، تمھارا خط ان کے دکھانے کو رکھ چھوڑا
تھا ، وہ ان کو دکھایا ۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر میں قصد
اقامت نہیں ہے ۔ نیا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہوں ، آدمی بندرا بن گئے ہیں ،

۱۔ جمعہ ۵ مارچ ۱۸۵۸ع مطابق ۱۸ رجب ۱۲۷۴ھ ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۷۰ ، مجیدی صفحہ ۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۶۱ ،
رام نرائن صفحہ ۷۷ ، مہوش صفحہ ۶۳ ، ہم صفحہ ۱۷۲ ۔

کوئی[1] مکان مول لیں گے ، وہاں اپنی وضع پر رہوں گا ۔ میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام بمبئی تک پہنچ گیا ، اب طہران کو بھی روانہ ہو جائے گا ۔

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ
بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است

صبح یک[2] شنبہ سی‌ام جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

[۹۳] ایضاً (۴۳)

از عمر و دولت برخوردار باشند !

بدھ[3] کا دن ، تیسری تاریخ فروری کی ، ڈیڑھ پہر باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا اور خط مع رجسٹری لایا ۔ خط کھولا ، سو روپیہ کی ہنڈوی ، بل ، جو کچھ کہیے وہ ملا ۔ ایک آدمی رسید مُہری لے کر "نیل کے کٹرے" چلا گیا ۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا ۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس ۔ چوبیس[4] روپے داروغہ کی معرفت اٹھے تھے ، وہ دیے گئے ۔ پچاس روپیہ محل میں بھیج دیے ۔ چھبیس روپیہ باقی رہے ، وہ بکس میں رکھ لیے ۔ روپیہ کے رکھنے کے لیے بکس کھولا تھا ، سو یہ رقعہ بھی لکھ لیا ۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے ۔ اگر جلد آ گیا تو آج ، ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیج دوں گا ۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور اجر دے ۔ بھائی ! بری آ بنی ہے ، انجام اچھا نظر نہیں آتا ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸۵ ۔
۲۔ مطابق ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۲۷۵ھ ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۷۰ ، مجیدی صفحہ ۹۶ ، مبارک علی صفحہ ۶۲ ، رام نرائن صفحہ ۸۷ ، مہیش صفحہ ۳۰ ، مہر صفحہ ۱۳۶ ۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں رقمیں لفظوں میں اور رقمی ہندسوں میں بھی ہیں ۔

قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا -

غالب

چار شنبہ[1] ۳ فروری سنہ ۱۸۵۸ع ، وقت دوپہر

[۹۴] ایضاً (۴۴)

صاحب[2] ! تمھارا خط میرٹھ سے آیا - "مرأة الصحائف" کا تماشا دیکھا - "سنبلستان" کا چھاپا خدا تم کو مبارک کرے اور خدا ہی تمھاری آبرو کا نگہ بان رہے - بہت گزر گئی ہے ، تھوڑی رہی ، اچھی گزری ہے ، اچھی گزر جائے گی - میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجھ کو نفع ہو گا - سعدی نے 'بوستان' سے کیا پھل پایا[3] جو تم "سنبلستان" سے پاؤ گے - اللہ کے سوا جو کچھ ہے ، موہوم ،معدوم ہے - نہ سخن ہے ، نہ سخن ور ہے ، نہ قصیدہ ہے ، نہ قصد ہے - لا موجود الا اللہ -

جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفیٰ خاں بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا - ہمشیرہ کے پنسن کا جاری ہو جانا بہت خوشی کی بات ہے ، مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے - کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور تعجب کی بات بروئے کار آوے -

---

۱- مطابق ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۷۰ ، مجیدی صفحہ ۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۶۲ ، رام نرائن صفحہ ۷۸ ، مہیش صفحہ ۷۸ ، مہر صفحہ ۱۸۴ -

۳- اردوے معلیٰ آغاز صفحہ ۸۶ - 'سنبلستان' کی دو جلدیں اپریل کے مہینے میں مرزا کو ملیں اور انھوں نے باقر علی خاں اور حسن علی خاں کو پڑھنے کے لیے دے دیں - دیکھیے خط نمبر ۷۵-

یعنی آپ کا پنسن بھی وا گذاشت ہو جاوے ۔ اللہ ، اللہ اللہ !

صبح یک شنبہ ۲۰ جنوری[1] [۱۸۶۱ع]

[۹۵] ایضاً (۴۵)

بھائی[2] ! میں نے دلی کو چھوڑا اور رام پور کو چلا ۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مراد لگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا ۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفیٰ خاں کے کہنے سے مقام کیا ۔ یہاں سے یہ خط تم کو لکھ کر بھیجا ۔ کل شاہجہان پور ، پرسوں گڈھ مکتیشر رہوں گا ۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رام پور جاؤں گا ۔ اب جو مجھ کو خط بھیجو ، رام پور بھیجنا ۔ سر نامہ پر رام پور کا نام اور میرا نام کافی ہے ۔ اب اسی قدر لکھنا کافی تھا ۔ باقی جو کچھ لکھنا ہے ، وہ رام پور سے لکھوں گا ۔

راقم ، غالب

مرقومہ چاشت گاہ شنبہ[3] ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع

[۹۶] ایضاً (۴۶)

برخوردار[4] ! سعادت آثار منشی ہر گوپال سلمہ اللہ تعالیٰ !

۱- اردوے معلیٰ طبع اول سنہ ندارد ، فاروقی ، نامی، رام نرائن میں ۱۸۵۸ع درج ہے جو غلط ہے ۔ مہیش پرشاد نے ۱۸۶۱ع لکھا ہے جس کی تائید اپریل ۱۸۶۱ع کے خط سے بھی ہوتی ہے اور حوالۂ سفر میرٹھ بھی اسی کا مؤید ہے ۔
جنتری میں یک شنبہ ۲۰ جنوری ۱۸۶۱ع مطابق ۸ رجب ۱۲۷۷ھ ہے ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۷۱ ، مجیدی صفحہ ۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۶۲ ، رام نرائن صفحہ ۷۹ ، مہیش صفحہ ۷۲ ، مہر صفحہ ۱۷۹ ۔
مرزا انیس جنوری کی صبح کو دہلی سے روانہ ہوئے تھے ۔

۳- مطابق ۷ ۲ جمادی الثانیہ ۱۲۷۶ھ (جنتری)

۴- مجتبائی صفحہ ۷۲ ، مجیدی صفحہ ۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۶۲ ، رام نرائن صفحہ ۷۹ ، مہیش صفحہ ۷۳ ، مہر صفحہ ۱۸۱ ۔

اس سے آگے تم کو حالات مجمل لکھ چکا ہوں ۔ ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا ۔ بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رام پور آئیں گے ۔ بعد اُن کے جانے کے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہرے گا ۔ منظور مجھ کو یہ ہے کہ اگر یہاں رہنا ہوا تو فوراً تم کو بلا لوں گا ، جو دن زندگی کے باقی ہیں ، وہ باہم بسر ہو جائیں ۔ والدعا

راقم ، غالب

یکم[1] مارچ سنہ ۱۸۶۰ عیسوی

[۹۷] ایضاً (۴۷)

میرزا[2] تفتہ کو دعا پہنچے ! بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا ؟ آگرہ میں ہو یا نہیں ؟ میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا ۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا ، وہاں سے اس کا جواب آ گیا ۔ میر مکرم حسین صاحب کا خط پرسوں آیا ۔ دو چار دن میں اس کا جواب لکھوں گا ۔ میرا حال بدستور ہے ۔

نہ نوید کامیابی ، نہ نہیب نا اُمیدی

بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے ۔ دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہے گا ، تب ان کو خط لکھوں گا ۔ اگر ملو تو ان سے کہہ دینا کہ بھائی ! قاسم علی خاں کے شعر نے مجھ کو مزہ دیا ۔ حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے ایک ولایتی چغہ اور

۱- پنجشنبہ ۷ شعبان ۱۲۷۶ھ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۸۷ ۔ مجتبائی صفحہ ۷۲ ، مجیدی صفحہ ۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۸۰ ، مہیش صفحہ ۳۹ ، مہر صفحہ ۵۲ ۔

ایک شال رومال ڈھائی گزا دلال کو دیا تھا اور وہ اس وقت روپیہ لے کر آیا تھا ۔ میں روپیہ لے کر اور خط پڑھ کر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا ۔

غالب

۱۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع[1]

[۹۸] ایضاً (۴۸)

صاحب[2] ! تم تو اچھے خاصے عارف ہو اور تمھارا کشف سچا ہے ۔ میں راہ دیکھ رہا تھا کہ تمھارا خط آئے تو جواب لکھوں ، کل تمھارا خط شام کو آیا ، آج صبح کو جواب لکھا گیا ۔ بات یہ ہے کہ نامور آدمی کے واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں ۔ میں غریب آدمی ہوں مگر فارسی ، انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہیں ، تلف نہیں ہوتے ۔ بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہوتا ہی نہیں ، شہر کا نام ہوتا ہے ۔ تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے ، جانے ان کی بلا کہ بلی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے ۔ وہ تو بہ نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہیں ۔ سینکڑوں خط انگریزی ہر روز ان کو آتے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ میں[3] نے پھر ان کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خط اپنے نام کا بھیج دیا ۔ انھوں نے میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا لکھوں ؟ محلے کا پتا آپ ہی لکھ بھیجیے ، سو میں پہلے امر واقعی تم کو لکھ کر تمھاری خواہش کے موافق

۱۔ مطابق یکشنبہ ۶ ذی حجہ ۱۲۷۴ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۶۵ ، مجیدی صفحہ ۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۸۰ ، مہیش صفحہ ۶۳ ، مہر ۱۷۲ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸۸ ۔

لکھتا ہوں ۔ ان کے مکان کا پتا بلی ماروں کا محلہ وسون کا کوچہ ۔
دستنبو کا حال یہ ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈوی بھیج کر بارہ جلدیں اور ایک جنتری ان سے منگوائی ، پھر ان کو اٹھارہ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں لکھنئو کو انھیں کے ہاتھوں وہیں سے بھجوائیں اور اس کے بعد پھر اٹھارہ آنے کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدیں وہیں سے سردھنے کو بھجوائیں ۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اس پچاس جلد کے سولہ جلدیں اور ان سے لے چکا ہوں مگر نقد ۔ ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں ۔ ایک بار ہنڈوی اور دوبار ٹکٹ بھیج چکا ہوں ۔ تم کو میری جان کی قسم ! سہل طور پر ان کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا قرض ، اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا ۔

غالب

شنبہ[1] ۱۹ فروری سنہ ۱۸۵۹ع

[۹۹] ایضاً (۹۴)

صاحب[2] ! ہم تمھارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ، میں ان کو دیکھ کر خوش ہوا ، وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے ۔ تمھارا حال سن کر مجھ کو رنج ہوا ۔ کیا کروں نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہوں ، نہ اپنے عزیزوں کی خبر لے سکتا ہوں ۔ خیر !

ہر انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

آج چوتھا دن ہے ، یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا

۱- مطابق ۱۵ رجب ۱۲۷۵ھ ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۳۷ ، مجیدی صفحہ ۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۶۴ ، رام نرائن صفحہ ۸۱ ، مہیش صفحہ ۶۶ ، مہر صفحہ ۱۷۵ ۔

کہ راجہ امید سنگھ بہادر ناگاہ میرے گھر تشریف لائے۔ پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا کہ آگرہ سے آتا[1] ہوں۔ "بساون کی گلی" میں جو حکیموں کی گلی کے قریب ہے، جورس[2] صاحب کی کوٹھی انھوں نے مول لی ہے اور اس کے قریب کی زمین افتادہ بھی خریدی ہے اور اس کو بنوا رہے ہیں۔ تمھارا میں نے ذکر کیا کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے، جواب نہیں آیا۔ بولے کہ ایک خط ان کا آیا تھا، اس کا جواب لکھ چکا ہوں۔ پھر ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ بہر حال میرے پھوڑے نکل رہے ہیں، میں بازدید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں۔ پھر اکبرآباد کو جائیں گے۔ میں آج آدمی ان کے پاس بھیجوں گا۔

کل مرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں۔ بھائی ان کو خط لکھ بھیجو۔

محررہ ۱۷ جون[3] سنہ ۱۸۵۹ع

[۱۰۰] ایضاً (۵۰)

صاحب[4]! تمھارا خط آیا، دل خوش ہوا۔ تمھاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ سے کتابوں کا منگوانا بے ارسالِ قیمت

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۸۹۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول میں "بورس صاحب کی کوٹھی" چھپا، لیکن صحت نامے میں اس کی تصحیح ہے۔ اتفاق سے بعد کے نسخے "بورس" ہی چھاپتے رہے۔ مہیش پرشاد کے خطوط غالب میں صحیح چھپا ہے۔

۳- مطابق جمعہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ۔

۴- مجتبائی صفحہ ۷۳، مجیدی صفحہ ۷۲، مبارک علی صفحہ ۶۵، رام نرائن صفحہ ۸۲، مہیش صفحہ ۶۴، مہر صفحہ ۱۷۳۔

مظنون ہے - چنانچہ حق التصنیف تم نے لکھا ہے - بھائی ! کیا میں تم کو جھوٹ لکھوں گا ؟ اور شیو نرائن نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہیں لکھا تو یہ بھی تو نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہیں - تم کو میرے سر کی قسم ! اور میری جان کی قسم ! شیو نرائن سے اتنا پوچھو کہ اس پچاس جلد کے بعد کے جلدیں غالب نے اور منگوائیں[1] ؟ اور قیمت بھیج کر منگوائیں یا قیمت اس سے لینی ہے ؟ دیکھو ! میں نے قسم لکھی ہے ، یوں ہی عمل میں لانا -

رائے امید سنگھ صاحب یہیں ہیں - مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی ، جو تمھارے خط کا ذکر آتا - یقین ہے پہنچ گیا ہو گا اور یہ جو تم نے مجھ کو لکھا تھا کہ اگر "دسوں کا کوچہ" نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئے گا ، سو وہ میرے پاس نہیں آیا - صاحب ! تم کو وہم[2] کیوں ہے ؟ ایک امیر نامور آدمی ہے ، اس کے نام کا خط کیوں نہ پہنچے گا ؟

اجی[3] میرزا تفتہ ! بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمھارے حال کی بڑی پرسش ہے - تم نے ان کو خط لکھنا کیوں موقوف کیا ہے ؟ وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں "منگوائی" -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۰ -
۳- مجتبائی صفحہ ۴۷ ، مجیدی صفحہ ۷۲ ، مبارک علی صفحہ ۶۵ ، رام نرائن صفحہ ۷۲ ، مہیش صفحہ ۶۵ ، مہر صفحہ ۱۷۴ - اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۹۰ پر اس خط کو سابقہ خط کے آخری پیراگراف کے طور پر لکھا گیا ہے - مہیش پرشاد نے اشتباہاً اسے الگ خط فرض کر لیا ہے - جیسا کہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی گئی ہے - تاریخ اور مضمون میں اس خیال کی تائید کرتا ہے -

مجھ کو ضرور لکھیے گا ۔

غالب

یک شنبہ ۲۷[1] فروری سنہ ۱۸۵۹ع

[۱۰۱] ایضاً (۵۱)

کیوں[2] میرزا تفتہ ! تم بے وفا یا میں گنہ‌گار ؟ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو ۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے ، تقریباً[3] تمھارا ذکر درمیان آیا ، وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں ۔ اب میں حیران ہوں کہ کول بھیجوں یا سکندر آباد ؟ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتا کیا لکھوں ۔ بہ ہرحال سکندر آباد بھیجتا ہوں ، خدا کرے پہنچ جائے ۔ تمھارا دیوان بہ طریق پارسل میرے پاس آیا ، میں نے ہرکارے کو راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتا بتا کر وہاں بھجوا دیا ، یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا ۔ پانچ چار دن سے سنتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں ۔ مجھ سے مل کر نہیں گئے ۔ بہ ہر حال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو ۔ بھائی ! تم سیاح آدمی ہو ، جہاں جایا کرو مجھ کو لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں ، یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو ، تمھارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے ۔ میری تشویش تم کو کیوں پسند ہے ؟

غالب

محررہ یک شنبہ ۲۷[4] مارچ سنہ ۱۸۵۹ع

۱۔ مطابق ۲۳ رجب ۱۲۷۵ھ ۔

۲۔ فاروق صفحہ ٦٧ ، ناسی صفحہ ۲۷ ، مبارک علی صفحہ ٦٥ ، رام نرائن صفحہ ۸۴ ، سہیش صفحہ ٦٥ ، مہر صفحہ ۱۷۴ ۔

۳۔ تقریباً : ایک سلسلے میں تقریب ، سلسلۂ استدلال ۔

۴۔ مطابق ۲۱ شعبان ۱۲۷۵ھ ۔

[١٠٢] ایضاً (٥٢)

شنبہ[1] ششم مئی سنہ ١٨٦٠ع ہنگام نیم روز۔

بھائی ! آج اس وقت تمھارا خط پہنچا ، پڑھتے ہی جواب لکھتا ہوں۔ زر سہ سالہ مجتمعہ ہزاروں کہاں سے ہوئے، سات سو پچاس روپے سال پاتا ہوں۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے۔ سو روپے مجھے مدد خرچ ملے تھے، وہ کٹ گئے ، ڈیڑھ سو متفرقات میں گئے۔ رہے دو ہزار روپے: میرا[2] مختار کار ایک بنیا[3] ہے اور میں اس کا قرض دار قدیم ہوں۔ اب جو وہ دو ہزار لایا ، اس نے اپنے پاس رکھ لیے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سود مول کے ہوئے۔ قرض متفرق کا اسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے۔ پندرہ اور گیارہ ٢٦ سو ہوئے۔ اصل میں ، یعنی دو ہزار میں چھ سو کا گھاٹا۔ وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دے دو، پان سو سات روپے باقی کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دے ، نو سو باقی رہے ، آدھے تو لے ، آدھے مجھ کو دے۔ پرسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے ، کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا ، دو ایک مہاجن بیچ میں ہیں ، ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہو جائے گا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے۔

١- مجتبائی صفحہ ٧٥ ، مجیدی صفحہ ٧٣ ، مبارک علی صفحہ ٦٦ ، رام نرائن صفحہ ٨٤ ، مہیش صفحہ ٧٥ ، مہر ١٨٢ - تاریخ و وقت کی عبارت اول سے نکال کر خاتمے میں لکھی ہے - ٦ مئی ١٨٦٠ع مطابق ١٤ شوال ١٢٧٦ھ لیکن جنتری میں دن یکشنبہ ہے -

٢- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٩١ -

٣- اردو ، طبع مبارک علی "بٹیا" بجائے "بنیا" -

جس دن برات سے پھر کر آؤ ، اسی دن مجھ کو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا ۔ والدعا ۔

غالب

[۱۰۳] ایضاً (۵۳)

نور نظر[1] و لخت جگر مرزا تفتہ ! تم کو معلوم رہے کہ رائے صاحب مکرم و معظم رائے امید سنگھ بہادر یہ رقعہ تم کو بھیجیں گے ، تم اس[2] رقعہ کو دیکھتے ہی ان کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں رہیں ، تب تک حاضر ہوا کرنا اور "دستنبو" کے باب میں جو ان کا حکم ہو بجا لانا ۔ ان کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا ۔ پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے ، وہ لے لینا ۔ جب کتاب چھپ چکے ، دس جلدیں رائے صاحب کے پاس بھیج دینا اور چالیس جلدیں بموجب ان کے حکم کے میرے پاس ارسال کرنا اور وہ جو میں نے پانچ جلد کی آرایش کے باب میں تم کو لکھا ہے ، اس کا حال مجھ کو ضرور لکھنا ۔

ہاں صاحب ! ایک رباعی میرے سہو سے رہ[3] گئی ہے ۔ اس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا جہاں یہ فقرہ ہے : "نے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیان نہفت ۔"

۱۔ مجتبائی صفحہ ۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۸۰ ، مہیش صفحہ ۴۳ ، مہر صفحہ ۱۵۶ ۔

۲۔ نسخۂ مہیش پرشاد کے حاشیے میں ہے کہ سب نسخوں میں "اسی" ہے حالانکہ نسخۂ مبارک علی میں 'اسی' نہیں ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۲ ۔

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی ورزد
افسر افسار و گرزن ارزن گردد
خرشید ز اندیشۂ جاور گردش
بر چرخ نہ بینی کہ چساں می لرزد"

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے ، تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھ دینا اور حاشیۂ یمیں پر جہاں اور معنی لکھے ہوئے ہیں ، وہاں رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھ دینا :

"افسر[۱] ، افسار ، گرزن ، بہ ہر دو فتحہ ۔ جاور گردش ۔"

غالب

نگاشتہ ۲۸[۲] اگست ۱۸۵۸ء

[۱۰۴] ایضاً (۵۴)

مرزا تفتہ[۳] ! تمھارا خط آیا ، فقیر کو فقیر کا حال معلوم ہوا ۔ خدا فضل کرے ، اگر تم اس راز کے اظہار کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہیں ہے کہ میں ان کو لکھتا ۔ لکھتے ہو کہ مرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے ، تو کیا اندیشہ ہے : حال یہ ہے کہ میں نے اُن سے استفسار کیا تھا ، انھوں نے مجھ کو

۱- اردوے معلیٰ طبع اول کے حاشیے پر ، الفاظ پر بترتیب نمبر معنی درج ہیں ۔ (۱) افسر : تاج (۲) افسار : پوزی (۳) گرزن : تاج (۴) جاورگردش : تغیر حال ۔ یہ معانی نسخۂ مبارک علی میں نہیں ہیں ۔

۲- مطابق شنبہ ۱۸ محرم ۱۲۷۵ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۷۷ ، مجیدی صفحہ ۴۷ ، مبارک علی صفحہ ۶۷ ، رام نرائن صفحہ ۸۵ ، مہیش صفحہ ۵۹ ، مہر صفحہ ۱۶۹ ۔

لکھا کہ کتابوں کی درستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں۔ محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ، مجھ کو تمھارا قول مطابق واقعع نظر آتا ہے، البتہ ان کے دو تین روپے اٹھ گئے ہوں گے۔

لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمھارا شاگرد بتاتے ہیں، مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن ہوئے کہ یہاں آئے اور بال مکند بے صبر کی غزلیں اصلاح کو لائے۔ وہ دیکھ کر ان کو حوالے کر دیں۔ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہیں۔ امن[1] کے دنوں میں ایک ملاقات میری ان کی ہوئی تھی۔ میں نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد ان کو بھیجی تھی۔ کل ان کا خط مجھ کو اس کتاب کی رسید میں آیا، بہت تعریف لکھتے تھے۔ اور ہاں بھئی! ایک تماشا اور ہے: وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ یہ ''دستنبو'' پہلے اس سے کہ تم بھیجو، مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمھارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ ان کے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع میں سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہو گی۔ کیا اچھی بات ہے کہ وہاں بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائے گا۔ میں چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹروں کی نذر، یہ پارسل ان شاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گے۔ دیکھوں، چیف کمشنر کیا لکھتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں:

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۹۳۔

تا نہال دوستی کے بردہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

شنبہ ، ۲۷[1] نومبر ۱۸۵۸ع

[۱۰۵] ایضاً (۵۵)

مرزا تفتہ[2] صاحب ! پرسوں تمھارا دوسرا خط پہنچا - تم سے پردا کیا ہے ؛ ایک فتوح کا منتظر ہوں ، اس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے - زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آ گیا ہے ، ان شاء اللہ خط میرا مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا - پنڈت بدری داس ڈاک منشی کرنال با آنکہ مجھ سے اس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا - بعد اپنے مرنے کے میں نے اس کو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو - اب تم کو بھی لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی ان کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں - اوپر کے لمبر[3] میں جو اپنے[4] کو مردہ لکھا ہے وہ بہ اعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں ، مردہ نہیں ، بیمار بھی نہیں ، بوڑھا ، ناتوان ، مفلس قرض‌دار ، کانوں کا بہرا ،

۱- مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ - نسخۂ اول کے علاوہ اکثر نسخوں میں ''غالب'' کا اضافہ ہے - نسخۂ مہیش مطابق اردو طبع اول -

۲- مجتبائی صفحہ ۷۸ ، مجیدی صفحہ ۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۶۸ ، رام نرائن صفحہ ۸۶ ، مہیش صفحہ ۱۰۴ ، مہر صفحہ ۲۰۶ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں 'لمبر' ہی لکھا ہے -

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آشاز صفحہ ۹۴ -

قسمت کا بے بہرہ ، زیست سے بے زار ، مرگ کا امید وار ۔

غالب

[۱۸۶۷ء][1]

[۱۰۶] ایضاً (۵۶)

بھائی[2] ! تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں ، مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں ۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں ۔ برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے ، کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں ۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا ، شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت ، دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہہ نکلیں ۔ بالا خانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے اٹھنے ، سونے جاگنے ، جینے مرنے کا محل ، اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی ، کہیں لگن ، کہیں چلمچی ، کہیں اوگالدان رکھ دیا ۔ قلم دان کتابیں اٹھا کر توشہ خانہ کی کوٹھری میں رکھ دیے ۔ مالک مرمت

۱- مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے اس خط کی تاریخ متعین نہیں کی ہے ۔ لیکن ''ترک اصلاح نظم'' کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ فروری ۱۸۶۷ء کو مرزا نے اکمل الاخبار اور اشرف‌الاخبار میں اصلاح سے معذرت کا اعلان عام کر دیا تھا (دیکھیے خط بنام سیاح) ، اس لیے میں اسے ۱۸۶۷ء ہی کا خط فرض کرتا ہوں کیونکہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۷ء کو وہ 'موید برہان' کا جواب لکھنے میں مصروف تھے اور مارچ ۱۸۶۷ء کو ذکا کو اصلاح دیتے ہیں ۔ (دیکھیے خطوط بنام حبیب اللہ خاں ذکا)

۲- مجتبائی صفحہ ۸۷ ، مجیدی صفحہ ۵۷ ، مبارک علی صفحہ ۶۸ ، رام نرائن صفحہ ۸۷ ، مہیش صفحہ ۹۴ ، مہر صفحہ ۱۹۸ ۔

کی طرف متوجہ نہیں - کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا ، اب نجات ہوئی ہے - نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصائد دیکھے جائیں گے - میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے ، تمھاری خیر و عافیت ان سے معلوم ہوئی تھی - میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے - پرسوں سے نواب مصطفیٰ خاں صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں - ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے - ابھی یہیں رہیں گے ، بیمار ہیں ، احسن اللہ خاں معالج ہیں ، فصد ہو چکی ہے ، جونکیں لگ چکی ہیں ، اب مسہل کی فکر ہے ، سوا اس کے سب طرح خیر و عافیت ہے - میں ناتواں بہت ہو گیا ہوں ، گویا[1] صاحب فراش ہوں - کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آ جائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں ، لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں ، لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں - اللہ ، اللہ ، اللہ !

صبح جمعہ ١٤ ماہ اکتوبر سنہ ١٨٦٤ع[2]

١- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ٩٥ -

٢- اس خط کی تاریخ میں بہت سخت اختلاف ہے - اردو معلیٰ طبع اول ، مبارک علی اور فاروقی کے دونوں نسخوں میں ١٨٦٢ع اور نسخہ نامی اور رام نرائن میں ١٨٦٦ع مہیش پرشاد نے ١٨٦٤ع اور انہیں کے تتبع میں مہر صاحب نے ١٨٦٤ع ہی لکھا ہے - خطوط کے عام مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٦٢ ، ٦٣ ، میں غالب نے برسات کا یہی حال لکھا ہے ، لیکن '١٤ اکتوبر جمعہ' کا دن نہ ١٨٦٢ع کو تھا ، نہ ١٨٦٣ع کو البتہ ١٤ اکتوبر ١٨٦٤ع ١٢ جمادی الاول ١٢٨١ھ جمعہ کے روز تھی - ہو سکتا ہے کہ کاتب سے غلطی ہو گئی ہو اور ٦٤ کو ٦٢ لکھ گیا -

[۱۰۷] ایضاً (۵۷)

پرسوں' تمھارا خط آیا ـ حال جو معلوم تھا ، وہ پھر معلوم ہوا ـ غزلیں دیکھ رہا تھا ، آج شام کو دیکھنا تمام ہوا تھا ـ غزلوں کو رکھ دیا تھا ـ چاہتا تھا کہ ان کو بند کر کے رہنے دوں ، کل نو ، دس بجے ڈاک میں بھیج دوں ، خط کچھ ضرور نہیں ـ میں اسی خیال میں تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا ، "جانی جی" کا خط لایا ـ اس کو پڑھا ، اب مجھ کو ضرور ہوا کہ خلاصہ اس کا تم کو لکھوں ـ یہ رقعہ لکھا ـ

خلاصہ بہ طریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری ، دیوان گزرا ، راول جی کے نام کا خط گزرا ـ راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے ـ جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے ، وہ منتظر جواب کا ہے ـ راول جی نئے اجنٹ کے استقبال کو گئے ہیں اور اب اجنٹ علاقۂ جے پور کی راہ سے نہیں آتا ، آگرے اور گوالیار ، کرولی ہوتا ہوا اجمیر آئے گا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں ـ پس چاہیے کہ راول جی الٹے پھر آویں ـ ان کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہو گی ـ بھائی ! جانی جی تم کو بہت ڈھونڈھتے اور تمھارے بغیر بہت بے چین ہیں ـ میں نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں ، نہ ان کو سمجھا سکتا ہوں ـ تم وہ کرو کہ جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے ـ ہاں ، یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دن کے بعد

۱- مجتبائی صفحہ ۷۹ ، مجیدی صفحہ ۷٦ ، مبارک علی صفحہ ٦۹ ، رام نرائن صفحہ ۸۸ ، مہیش صفحہ ۱۱ ، مہر صفحہ ۱۲۹ ـ

منشی جی کا خط آیا ہے ۔

اسد[1] [اللہ]
[سنہ[2] ۱۸۵۳ع]

[۱۰۸] ایضاً (۵۸)

بھائی !

پرسوں[3] شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا اور ایک خط تمھارا اور ایک خط[4] "جانی جی" کا لایا ۔ تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں جے پور کے اخبار ۔ دو دن سے مجھ کو وجع الصدر ہے اور میں بہت بے چین ہوں ۔ ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا ۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کواغذ تم کو بھیجتا ہوں ، اشعار بعد دو چار روز کے بھیجے جائیں گے ۔

اسد اللہ

مرسلہ جمعہ[5] ، ۲۵ فروری سنہ ۱۸۵۳ع

۱- اردوے معلیٰ طبع اول اور نسخۂ مہیش پرشاد میں صرف 'اسد' ہے لیکن اس کے علاوہ تمام نسخوں میں اسد اللہ ہی ہے ۔

۲- خط پر کسی نے تاریخ نہیں لکھی ہے لیکن مہیش پرشاد صاحب نے اسے دسمبر ۱۸۵۲ع کے بعد جگہ دی ہے ۔ غالب نے دسمبر کے خط میں دیوان کی جلد مکمل ہونے اور جزوداں کی تیاری کرانے کا ذکر کیا ہے ۔ شاید دس بارہ دن میں دیوان بھیج دیا ہو ۔ اس لیے آخر دسمبر ۱۸۵۲ع یا آغاز جنوری ۱۸۵۳ع کا محررہ خط ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۷۹ ، مجیدی صفحہ ۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۶۹ ، رام نرائن صفحہ ۸۹ ، مہیش صفحہ ۱۱ ، مہر صفحہ ۱۲۹ ۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۶ ۔

۵- مطابق ۱۶ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ ۔

[۱۰۹] ایضاً (۵۹)

صاحب[1]! تمھارا خط آیا، حال معلوم ہوا۔

جہانیاں ز تو بر گشتہ اند گر غالب
ترا چہ باک، خدائے کہ داشتی، داری

خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے، بہ نسبت حکیم احسن[2] اللہ خاں کے جو بات مشہور ہے، وہ محض غلط۔ ہاں مرزا الٰہی بخش، جو شہزادوں میں ہیں، ان کو حکم کرانچی بندر جانے کا ہے اور وہ انکار کر رہے ہیں، دیکھیے کیا ہو۔ حکیم جی کو ان کی حویلیاں مل گئی ہیں۔ اب وہ مع قبائل ان مکانوں میں جا رہے ہیں۔ اتنا حکم ان کو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائیں۔ رہا میں:

تو بے کسی و غریبی ترا کہ می پرسد

نہ جزا، نہ سزا، نہ نفرین، نہ آفرین، نہ عدل، نہ ظلم، نہ لطف، نہ قہر۔ ۱۵ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی، اب صرف روٹی ملے جاتی ہے، شراب نہیں۔ کپڑا ایام تنعم کا بنا ہوا ابھی ہے، اس کی کچھ فکر نہیں ہے۔ مگر تم کو میرے سر کی قسم! یہ لکھ بھیجو کہ میری خبر تم نے کیا سنی؟ مجھے اس کے معلوم

۱۔ مجتبائی صفحہ ۸۰، مجیدی صفحہ ۷۷، مبارک علی صفحہ ۶۹، رام نرائن صفحہ ۸۹، مہیش صفحہ ۷۰، مہر صفحہ ۱۷۸۔

۲۔ حکیم احسن اللہ خاں، بہادر شاہ ظفر کے وزیر اعظم تھے اور شہزادہ الٰہی بخش، ظفر کے خسر تھے۔ ان دونوں نے غدر میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور آخر الذکر نے بادشاہ کو قید کرایا تھا۔ اس کے صلے میں انہیں نو سو بچپن روپے پنشن ملتی تھی۔ ۱۸۷۳ع - ۱۲۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ (مقالات سرسید، جلد ۱۶، صفحہ ۲۶۷، طبع مجلس ترقی ادب لاہور۔ (دیوان نیر رخشاں)

ہونے سے مزا ملے گا۔

غالب

شنبہ ۵ نومبر[1] سنہ ۱۸۵۹ع

[۱۱۰] ایضاً (۶۰)

صاحب[2]! عجب اتفاق ہے؛ آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیر کے گانوؤں کی تہنیت میں اپنے شفیق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا۔ میں تو کتاب کو دیکھ[3] لیتا ہوں، مول نہیں لیتا۔ قضا را جب میں نے اس کو کھولا، اسی ورق میں یہ مطلع نکلا:

اگر بہ گنج گہر میلم اوفتاد چہ باک
کف جواد ترا از برائے آں دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمھارا خط آیا، مجھ کو لکھنا ضرور ہوا۔ آج تمھیں دو خط بھیجے ہیں: ایک تو صبح کو پوسٹ پیڈ اور ایک اب بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اس شعر کو اب چاہو رہنے دو۔

ہائے! ہائے! تم بھائی سے ملے، غیاث اللغات کھلوائی، جواد کا لغت دیکھا، مگر میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمھارا جویائے حال ہے۔ 'دستنبو' اور اس کے چھاپے کا ذکر نہ کیا، البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں [کے] باب میں کچھ فرماتے اور مجھ کو دعا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تُم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا، اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انھوں نے کچھ نہیں کہا تو ان کا

۱- مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۸۰، مجیدی صفحہ ۷۷، مبارک علی صفحہ ۷۰، رام نرائن صفحہ ۹۰، مہیش صفحہ ۴۳، مہر صفحہ ۱۵۶۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۹۷۔

ستم ، اور ان کا کہا ہوا تم نے نہیں لکھا تو تمھارا کرم - بہ ہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھ کو یاد دلایا ہے :

یا رب مباد کس را مخدوم بے عنایت

خواہی تم ، خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ ، یہ یاد رہے یہ مصرع اگر مجھ پر زنجیر سے باندھوگے تو بھی نہیں بندھے گا - اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمھاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے -

آخر روز دو شنبہ ۲۳ اگست [۱۸۵۸ع[1]]

[۱۱۱] ایضاً (۶۱)

جان من و جانان من !

کل[2] میں نے تم کو سکندر آباد میں سمجھ کر خط بھیجا - شام کو تمھارا خط آیا ، معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے - خیر ، وہ خط پوسٹ پیڈ ہوگیا ہے ، شاید الٹا نہ پھرے ، اگر پھر آئے گا تو خیر - آج یہ خط تم کو اکبر آباد بھیجتا ہوں ، پہنچنے پر جواب لکھنا - تقطیع رباعی کی بہت خوب - مگر[3] خیر ، ہر ایک بات کا وقت ہے ، ہم کو ہر طرح لطفِ صحبت اور لطفِ شعر اٹھا لینا - بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھ کر ان کو دے دینا اور اس کا مضمون معلوم کر لینا - جس حاکم کو میں نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اس کے سر رشتہ دار کوئی صاحب ہیں - من پھول ان کا نام ہے ،

۱- مہیش پرشاد نے سنہ کا اضافہ کیا ہے ، جنتری میں مطابق ہے ۱۳ محرم ۱۲۷۵ھ کے -

۲- مجتبائی صفحہ ۸۱ ، مجیدی صفحہ ۷۸ ، مبارک علی صفحہ ۷۱ ، رام نرائن صفحہ ۹۱ ، مہیش صفحہ ۳۱ ، مہر صفحہ ۱۳۶ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۸ -

مجھ سے نا آشنائے محض ہیں۔ اگر تعارف ہوتا تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمھیں اوپر اوپر خط لکھ کر اُن کو بھیج دیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بے گناہ‌محض اور واجب الرحم ہے، اس کے حصولِ مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا۔

مے تواں آوردہ استغنا سفارش نامہ‌ٔ
چرخ کج رو را اگر دانیم کز یاران کیست

باقی جو حال ہے، وہ بھائی کے نام کے ورق میں لکھ چکا ہوں، تم پڑھ لو گے، دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔

شنبہ ۶ مارچ[1] سنہ ۱۸۵۸ع
جواب طلب

[۱۱۲] ایضاً (۶۲)

میرے[2] مہربان، میری جان، میرزا تفتہ سخن دان!

تمھارا سکندر آباد اور میرے خط کا تمھارے پاس پہنچنا تمھاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو اور خوش رہو! میں نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا، بھیک مانگنے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا، سرکار سے ملتی ہے۔ وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روحِ مجسم اور بہ اعتبار اخلاق آیتِ رحمت ہیں۔ خزانۂ فیض کے تحویل دار ہیں۔ جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے، اس کے پٹنے[3] میں دیر نہیں لگتی۔

۱- مطابق ۱۹ رجب ۱۲۷۴ھ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۸۲، مجیدی صفحہ ۹۷، مبارک علی صفحہ ۷۱، رام نرائن صفحہ ۹۱، مہیش صفحہ ۱۰۲، مہر صفحہ ۲۰۵۔
۳- اردوئے معلیٰ طبع اول مہیش میں 'پٹنے'۔ فاروقی، نامی اور مہر صاحب 'بٹنے'۔

ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا ۔ ایک اہل کار پر ساڑھے ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقداً دیا ۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی ، خلاصہ عرضی کا سن لیا ۔ واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بہ تقریبِ شادیٔ صبیہ تجویز ہو رہا ہے ، مقدار مجھ پر نہیں کھلی ۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب بہ تقریب تہنیت مسند نشینی و شمول جشن آنے والے ہیں ، اس وقت تک نہیں آئے[۲] ۔ جشن یکم دسمبر سے شروع ، پانچ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔

نجات کا طالب ، غالب

دو شنبہ ۲۸[۳] نومبر سنہ ۱۸۶۵ع وقت چاشت

[۱۱۳][۱] ایضاً (۹۳)

مرزا تفتہ[۴] !

جو کچھ تم نے لکھا ، یہ بے دردی ہے اور بد گمانی ۔ معاذ اللہ ! تم سے اور آزردگی ؟ مجھ کو اس پر ناز ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دوستِ صادق الولا رکھتا ہوں ، جس کا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے ۔ تم ایسی کون سی بات لکھو گے کہ موجبِ

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۹ ۔

۲۔ نواب مصطفیٰ خاں ، غالب کی واپسی کے بعد رام پور پہنچے ۔ مراد آباد میں دونوں سے ملاقات ہوئی تھی ۔

۳۔ خود غالب کے ایک خط اور جنتری سے ۲۸ نومبر کو سہ شنبہ قرار پاتا ہے جو مطابق ۸ رجب ۱۲۸۲ھ ہے ۔ مہیش اور مہر صاحب نے دو شنبہ ہی لکھا ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۸۲ ، مجیدی صفحہ ۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۷۲ ، رام نرائن صفحہ ۹۲ ، مہیش صفحہ ۸۵ ، مہر صفحہ ۱۹۱ ۔

ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا، اس کا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک تھا کہ وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمھاری برائی کہتا، تو میں اس کو جھڑک دیتا اور اس سے آزردہ ہوتا۔

بھائی! مجھ میں اب کچھ باقی نہیں ہے۔ برسات کی مصیبت گذر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں، بیٹھ نہیں سکتا، اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ معہذا یہ بھی ہے کہ اب مشق تمھاری پختہ ہو گئی۔ خاطر میری جمع ہے کہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤں گا۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہیں، بہ کار آمدنی نہیں۔ خیر، کبھی دیکھ لوں گا، جلدی کیا ہے۔ تین باتیں جمع ہوئیں: میری کاہلی، تمھارے کلام کا محتاج بہ اصلاح نہ ہونا، کسی قصیدے سے کسی طرح کے نفع کا تصور نہ ہونا۔ نظر ان مراتب[1] پر کاغذ پڑے رہے۔

لالہ بال مکند بے صبر کا ایک پارسل ہے کہ اس کو بہت دن ہوئے آج تک سرنامہ بھی نہیں کھولا۔ نواب صاحب کی دس پندرہ غزلیں پڑی ہوئی ہیں:

ضعف نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمھارا کل آیا، آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا، اس کو دیکھا؛ لفافہ[2] کیا، آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا۔

غالب

۲۷[3] نومبر سنہ ۱۸۶۲ع

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۰۰۔
۲۔ نسخۂ مبارک علی میں ''لفافہ کیا'' کے بجائے ''اصلاح کیا'' ہے۔
۳۔ مطابق دو شنبہ ۴ جمادی الثانیہ ۱۲۷۹ھ۔

[۱۱۴] ایضاً (۹۴)

منشی[1] صاحب!

میں سال گزشتہ بیمار تھا، بیماری میں خدمت احباب سے مقصر نہیں رہا۔ اب مردہ ہوں، مردہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہے، مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے، ہر مہینے میں ایک بار ملنا ضرور ہے۔ اگر نہ ملوں تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے۔ ڈکرودر صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لے کر پہاڑ پر گئے، ان کی جگہ ریٹیگن صاحب مقرر ہوئے، ان سے نا چار ملنا پڑا۔ وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں لکھتے ہیں۔ مجھ سے بھی انھوں نے مدد چاہی۔ میں نے سات کتابیں بھائی ضیاء الدین خاں صاحب سے مستعار لے کر ان کے پاس بھیج دیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے، ان کا حال لکھ بھیج۔ میں نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے، بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہیں، اور اس سواد کی صورت یہ ہے:

"نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر، رئیس لوہارو، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ فارسی میں نیّر اور اردو میں رخشاں تخلص کرتے ہیں، اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد۔"

"نواب مصطفیٰ خاں بہادر[2]، علاقہ دار جہانگیر آباد۔ اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں۔ اردو میں مومن خاں کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔"

"منشی ہر گوپال، معزز قانون گو سکندر آباد کے۔ فارسی شعر

۱۔ مجتبائی صفحہ ۷۵، مجیدی صفحہ ۸۰، مبارک علی صفحہ ۷۲، رام نرائن صفحہ ۹۳، مہیش صفحہ ۹۵، مہر صفحہ ۱۹۹۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۰۱۔

کہتے ہیں ، تفتہ تخلص کرتے ہیں - اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد"۔

ظاہرا بعد اس فہرست کے بھیجنے کے انھوں نے کچھ اپنے منشی سے تم کو لکھوایا ہو گا ، پھر کچھ آپ لکھا ہو گا - مجھ کو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں ، تمھارے خط کی رو سے میں نے اطلاع پائی - اب میں مولوی مظہر الحق ، ان کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا - اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے - اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائے گا ، صرف شاعر کا اور اس کے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن[1] کا نام مع تخلص درج ہو گا - خدا کرے کچھ تم کو فائدہ ہو جاوے ، ورنہ بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہے -

ریٹیگن[2] صاحب اب عدالت خفیفہ کے جج ہو گئے - ڈ کرودر[3] صاحب بہادر پہاڑ سے آ گئے ، اپنا کام کرنے لگے ، ریٹیگن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلے پر جا رہے - مع ھذا جاڑے کا موسم ، بڑھاپے کا عالم ، وہاں تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر میں نہیں - بہ ہر حال مولوی مظہر الحق پرسوں یک شنبہ کے دن میرے پاس آئیں گے - حال معلوم کر کے اگر میرا جانا یا لکھنا تمھاری فلاح کا موجب ہو گا تو ضرور جاؤں گا - غالب

روز جمعہ[4] ۹ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ع

۱- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی ، خطوط، مہر : "مسکن وطن کا نام"۔

۲- مسلم ضیائی صاحب نے لکھا ہے ہاولیم ریٹیگن ۱۸۴۲ع میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۴ع میں فوت ہوئے - یہ صاحب ۱۸۶۴ع میں دہلی کے اکسٹرا کمشنر تھے (اردو نامہ ، ۲۷ مارچ ۱۹۰۷ع صفحہ ۶۶) -

۳- خطوط ، مہیش : "ڈ کرودر" - اردو میں ڈ ، ک ، ر ، و ، دال اور راء ہے -

۴- مطابق ۹ رجب ۱۲۸۱ھ -

[۱۱۵] ایضاً (۶۵)

بھائی !

آج[1] صبح کو بہ سبب حکیم صاحب کے تقاضے کے ، شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت[2] میں لکھ کر بھیجا ۔ کلیان ، خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمھارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا ۔ اب کیا کروں ؟ خیر ، چپ ہو رہا ۔ شکوہ محبت بڑھائے گا ۔ مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ یقین ہے جلدیں میری خاطر خواہ بن جائیں گی ، کس واسطے کہ جو آج کے خط میں انھوں نے لکھا ہے ، وہ بعینہ میرا مکنون ضمیر ہے ۔ خدا ان کو سلامت رکھے ! میرا سلام کہہ دینا ۔ ان کے خط کا جواب کل پرسوں بھیجوں گا ۔

رائے امید سنگھ بہادر خوبانِ روزگار میں سے ہیں ۔ فقیر کا سلامِ نیاز ان کو کہہ دینا ۔ خدا کرے ان کے سامنے کتابیں چھپ چکیں ۔ بارے جب وہ گوالیار کو تشریف لے جائیں تو مجھ کو اطلاع لکھنا ۔

'نہیب' ، کے 'نوائے' بن جانے سے خاطر جمع ہوگئی ۔ بھائی ! میں فارسی کا محقق ہوں ، کاتب ان اجزا کا جن کی رو سے کاپی لکھی جاتی ہے ، فارسی کا عالم ہے ، علم اس کا غیاث الدین رام پوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے ۔ تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق ان اوراق کے ہو ، نہ یہ کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے ۔ آگے اس سے تم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہوں ۔ اب صرف اس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا ۔ آج جس طرح مجھ کو تمھارا

۱۔ مجتبائی صفحہ ۸۴ ، مجیدی صفحہ ۸۱ ، تمبارک علی صفحہ ۷۳ ، رام نرائن صفحہ ۹۴ ، مہیش صفحہ ۵۲ ، مہر صفحہ ۱۶۴ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۲ ۔

اور مرزا صاحب کا خط پہنچا ، لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا ، مگر اس وقت تک نہیں پہنچا ، اور یہ دوپہر کا وقت ہے ، خیر پہنچ جائے گا ۔ میں نے تمھارا خط ان کے پاس بھیج دیا تھا ۔ انھوں نے تمھاری رائے منظور کی ۔ اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے ، ان کے پاس بھیج دو اور صاحبِ مطبع قیمتِ اخبار اور اجرتِ کاتب ان کو لکھ بھیجے ، اپنے[1] نام اور مسکن سے ان کو اطلاع دے ، بس اس کو اپنے طور پر روپیہ بھیج دیں گے ۔ ہم تم واسطہ شناسائیِ ہم دگر ہو گئے ۔ ہاں اگر احیاناً روپے کے بھیجنے میں دیر ہو گی تو میں کہہ کر بھجوا دوں گا ، یہ البتہ میرا ذمہ ہے ۔

[۲۱[2] ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع]

[۱۱۶] ایضاً (۶۶)

مشفق[3] میرے ، کرم فرما میرے !

تمھارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے ۔ شاید میرے دکھانے کے واسطے بھیجے گئے ہیں ورنہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحے پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہیں ، اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے ۔ اس کا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا ۔ غرض کہ تقطیع اور شمارِ سطور اور کاپی کا حسنِ خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند ۔

۱- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۰۳ ۔

۲- مہیش پرشاد صاحب نے یہی تاریخ لکھی ہے ۔ ممکن ہے ان کے پاس اصل تحریر ہو ۔ دوسرے نسخوں کی طرح مہر صاحب نے تاریخ چھوڑ دی ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۸۵ ، فاروق صفحہ ۷۷ ، مجیدی صفحہ ۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۴۷ ، رام نرائن صفحہ ۹۶ ، مہیش صفحہ ۴۸ ، مہر صفحہ ۱۶۱ ۔

صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے ۔ واللہ ! بے مبالغہ کہتا ہوں ، اگر بھائی منشی نبی بخش صاحب بہ دل متوجہ ہوں تو اگر احیاناً اصل نسخے میں سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اس کو بھی صحیح کر دیں گے ۔ تم میری طرف سے ان کو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا ۔ خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے ۔ جدول بھی مطبوع ہے ، پہلے صفحے کی صورت اور دوسرے صفحے کی لوح بھی خدا چاہے تو دل پسند اور نظر فریب ہو گی ۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرنچ[1] کاغذ اچھا ہے ۔ چھ جلدیں جو نذر حکام ہیں ، وہ اس کاغذ پر ہوں اور باقی چاہو شیورام پوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو ۔ اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانے والی ہیں ، وہ اس کاغذ پر چھاپی جائیں اور باقی شیو رام پوری پر یا نیلے کاغذ پر ، یہ[2] تکلف محض ہے ۔ یہاں کے حاکموں نے کیا کیا ہے[3] کہ ان کی نذر کی کتابیں اچھے کاغذ پر نہ ہوں ۔ مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زاید پڑتا ہو تو خیر ، دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیو رام پوری پر ہوں ، باقی جلدوں میں تمھیں اختیار ہے ۔ ہاں صاحب ! اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور رخشندہ ہو اور آخر تک رنگ نہ بدلے ۔ آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ کتابوں کی کچھ تزیین اور آرائش کی فکر کریں ، معلوم نہیں تم نے وہ پیام ان کو پہنچایا یا نہیں ؟ آپ اور منشی عبداللطیف اور میرزا حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ، ورنہ ان چھ نسخوں

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول : 'فرنچھ' ۔
۲۔ نسخۂ مبارک علی کی یہ عبارت کچھ گڑبڑ ہے ۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۴ ۔

کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپے کی لاگت کی بنوا دینا اور اس کا روپیہ تیاری سے پہلے مجھ سے منگوا لینا ۔

" آن کہ ہمہ را در یک دم بہ نوید 'بشو' پدید آورد

اگر در دم دیگر بہ نہیب 'مباش' بہم زند ۔" الخ

اس میں 'نہیب' کا لفظ کچھ میری سہل انگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے رہ گیا ہے ۔ اس کو تیز چاکو سے چھیل کر 'بہ نوائے' لکھ دینا ، یعنی :

'بہ نوائے مباش بہم زند'

ضرور ، ضرور ، اس کا انتظار نہ کیجیو کہ جب یہاں چھاپا آئے گا تو بنا دیں گے ۔ نہ اصل کتاب میں غلط رہے ، نہ چھاپے میں غلط ہو ۔ اگر اجزائے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو ان کو یا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا ۔

از غالب

روز سہ شنبہ ، ہفتم[2] ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۱۱۷] ایضاً (٦۷)

جیتے رہو[3] اور خوش رہو !

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی !

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، مہیش ، نیز غالب کا املا 'ق' کے بجائے 'ک' تھا ۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ 'دستنبو' طبع اول کا کاتب امیر علی تھا اور کتاب ستمبر کے آغاز سے چھپنا شروع ہو گئی تھی۔

۲- مطابق ۲۸ محرم ۱۲۷۵ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۸۷ ، مجیدی صفحہ ۸۳ ، مبارک علی صفحہ ۷۵ ، رام نرائن صفحہ ۹۷ ، مہیش صفحہ ۳۷ ، مہر صفحہ ۱۵۲ ۔

زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمیٔ ہنگامۂ انطباع دیوان[1] وغیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بنک گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی[2] ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے! مغتنمات سے ہو، رجب علی بیگ سرور نے جو "افسانہ[3] عجائب" لکھا ہے، آغاز داستان کا شعر اب مجھ کو بہت مزا دیتا ہے:

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

مصرعۂ ثانی کتنا گرم ہے، اور 'یاد رکھنا'، 'فسانہ' کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر میں لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجھ کو ہو چکی ہے اور تہنیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں۔ اب جو ان سے ملو تو میرا سلام کہہ کر اس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی[4] جب کان پور سے معاودت فرمائیں، مجھ کو اطلاع دینا، میرا حال بدستور:

یہاں پہلو، یہاں بستر، یہاں درد

روز وردنامہ شنبہ، ۲۶ جون [۱۸۵۸ع[5]]

[۱۱۸] ایضاً (۶۸)

برخوردار!

تمہارا[6] خط پہنچا، اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع

۱- یعنی تفتہ کا دیوان۔
۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۰۵۔
۳- اردوے معلیٰ، مہیش: 'افسانہ عجائب'۔ بعض نسخوں میں 'فسانہ' ہے۔
۴- بقول مہر صاحب مولوی قمر الدین مراد ہیں۔
۵- یہ تاریخ مہیش پرشاد صاحب نے لکھی ہے، جنتری میں مطابق ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ ہے۔

(حاشیہ نمبر ۶ صفحہ ۲۱۴ پر)

اب اچھا ہو گیا ، رہنے دو ۔

کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو ۳ ساتھ کتابوں کا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا ۔ زبان نہیں جو تعریف کروں ۔ شاہانہ آرائش ہے ، آفتاب کی سی نمائش ہے ۔ مجھے یہ فکر کہ کہیں ان کا روپیہ تیاری میں صرف نہ ہوا ہو ، اچھا میرے بھائی ! اس کا حال جو تم کو معلوم ہو ، مجھ کو لکھ بھیجو ۔

رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری خوشی نہیں ہے ، لڑکوں کی سی ضد نہ کرو ۔ اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو ، تم کو اختیار ہے ، یہ امر میرے خلاف رائے ہے ، میر بادشاہ کی اور اپنی نا شناسائی آگے تم کو لکھ چکا ہوں ، اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور امراؤ سنگھ کے آشنا ہیں ۔ کچھ ان کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجھ کو بھی لکھ بھیجو تا کہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں ۔

میاں ! وہ "راست دروغ بہ گردن راوی" نے مجھ کو [۱] بہت پریشان کیا ہے ۔ واسطے خدا کے جو راوی نے روایت کی ہے ، وہ مجھ کو ضرور لکھو اور 'تاج گنج' کے رہنے والوں کی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو ۔ حکم عفو تقصیر عام ہو گیا ہے ، لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلات حرب و پیکار دے کر [۲] توقیع آزادی پاتے ہیں ۔

(حاشیہ نمبر ۶ صفحہ نمبر ۲۱۳)

۶۔ مجتبائی صفحہ ۸۷ ، مجیدی صفحہ ۸۳ ، مبارک علی صفحہ ۸۶ ، رام نرائن صفحہ ۹۸ ، مہیش صفحہ ۵۸ ، مہر صفحہ ۱۶۸ ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۶ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ ، طبع اول : "دیگر" ۔

یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے ۔

محررہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر[1] سنہ ۱۸۵۸ع

[۱۱۹] ایضاً (۶۹)

بھائی !

وہ[2] خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہوگیا ۔ بیمار کیا ہوا ، توقع زیست کی نہ رہی ۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا ، آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا ۔ اس وقت تو بچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا ۔ مختصر کہتا ہوں ، میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے ۔ دس دن میں دو بار آدھی آدھی غذا کھائی ، گویا دس دن میں ایک بار غذا تناول فرمائی ۔ گلاب اور املی کا پنّا اور آلو بخارا کا افشردہ اس پر مدار رہا ۔ کل سے خوف مرگ گیا اور صورت زیست کی نظر آئی ہے ۔ آج صبح کو بعد دوا پینے کے تم کو یہ خط لکھا ہے ، یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں ۔

صاحب ! وہ جو میں نے بائیس شعر مرثیے کے لکھ کر تم کو بھیجے ، اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دے دو ، کس واسطے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے ۔ اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر اسّی شعر میں سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا ، اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب دست و گریباں تھے ۔ ایک کو ایک سے ربط ، ایک یا دو شعر اس میں سے کیونکر لیے جاتے ۔ اشعار سب میرے پسند ، بے سقم ،

۱- مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۸۸ ، مجیدی صفحہ ۸۷ ، مبارک علی صفحہ ۷۶ ، رام نرائن صفحہ ۹۸ ، مہیش صفحہ ۳۵ ، مہر صفحہ ۱۵۲ ۔

بے عیب ۔ وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو[1] برج موہن میزلم ، اور اس کا دوسرا مصرعہ میں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں 'من' ہے ۔ یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہو گا ؟ واللہ باللہ ، جب تک کہ تم نے نہیں لکھا ، میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی ، بہ ہر حال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں ۔

بارے ، اب کہیے ، بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خاں صاحب روزوں کے متوالے ہوش میں آئے یا نہیں آئے ؟ آج دس شوال کی ہے ، ششہ[2] عید کا بھی زمانہ گزر گیا ۔ خدا کے واسطے ان کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرانو ، شاید وہ مجھ کو خط لکھیں ۔

غالب

محررہ و مرسلہ دو شنبہ[3] ۲۴ مئی سنہ ۱۸۵۸ع

[۱۲۰] ایضاً (۷۰)

اللہ[4] اللہ ! ہم تو کول سے تمھارے خط کے آنے کے منتظر تھے ، ناگاہ کل جو خط آیا ، معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد آ گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے ۔ دیکھیے ، اب یہاں کب تک رہو اور آگرے کب جاؤ ۔ پرسوں برخوردار

۱۔ اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۷ ۔

۲۔ مبارک علی "شش عید" ۔ ششۂ عید سے مراد عیدالفطر کے بعد کے چھ روزے ہیں ۔

۳۔ نسخۂ مبارک علی اور خطوط غالب مہر میں "۴ مئی ۱۸۵۸ع" ہے ۔ مطابق ۱۰ شوال ۱۲۷۴ھ ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۸۹ ، مجیدی صفحہ ۸۴ ، مبارک علی صفحہ ۷۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۰ ، مہیش صفحہ ۵۶ ، مہر صفحہ ۱۶۷ ۔

شیو نرائن کا خط آیا تھا ، لکھتے تھے کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے ، اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں ۔ مرزا مہر بھی ایک ہفتہ بتاتے ہیں ، دیکھیے کس دن کتابیں آ جائیں ۔ خدا کرے سب کام دل خواہ بنا ہو ۔

ہاں صاحب ! منشی ہال مکند بے صبر کے ایک خط کا جواب ہم پر قرض ہے ۔ میں کیا کروں کہ اس خط میں انھوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا لکھا تھا ۔ پس میں ان کے خط کا جواب کہاں بھیجتا ؟ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہہ دینا اور مطبع آگرہ سے کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کر ہی لو گے ، میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت ؟

چار شنبہ سیوم[1] نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

[۱۲۱] ایضاً (۷۱)

یک شنبہ[2] ، سوم ذی القعدہ [۱۲۷۵ھ]؛ و پنجم جون[3] سال حال [۱۸۵۹ع] ۔

صاحب ! آج تمھارا خط صبح کو آیا ، میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں ۔ تمھاری ناسازگاریِ طبیعت سن کر دل کڑھا ، حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے ۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے ، جس میں حکایت 'طالب علم اور سنار' کی تھی ، واقعہ

۱۔ مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۹۸ ، خیدی صفحہ ۸۵ ، مبارک علی صفحہ ۷۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۰ ، مہیش صفحہ ۶۶ ، مہر صفحہ ۱۷۳ ۔

۳۔ اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۸ ، سنہ ندارد ۔ مہیش پرشاد صاحب نے ہجری و عیسوی دونوں اور مہر صاحب نے صرف عیسوی سال لکھا ہے ۔

بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے پمفلٹ پا کٹ نہیں بھیجے ، خط میں لپیٹ کر ۔ چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہیں ، رسید ملے تو اس کو دیکھ کر تاریخ معلوم ہو جائے ۔ قیاس سے ایسا جانتا ہوں کہ پان سات دن ہوئے ہوں گے ۔

منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا ۔ گھر ان کا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ۔ ایک بار تاج گنج کے پتے سے خط ان کو بھیجا تھا ، جواب نہ آیا ۔ اب نا چار برخوردار شیو نرائن سے ان کا حال پوچھوں گا ۔

تم باہمہ کمالات ، خفقانی بھی ہو ۔ رائے امید سنگھ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو ۔ جب آگرہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو ملاقات ہو جائے گی ۔ میں خود واقف نہیں کہ وہ کہاں ہیں ۔ از روئے قیاس کہہ سکتا ہوں کہ آگرہ یا بندرابن ۔ کبھی کہیں سے ان کا خط مجھ کو آیا ہو تو میں گنہہ گار ۔ غالب

[۱۲۲] ایضاً (۷۲)

لو صاحب[۱] !

کھچڑی کھائی ، دن بہلائے
کپڑے پھاڑے ، گھر کو آئے

۸ جنوری ماہ[۲] و سال حال [۱۸۶۶ع] دو شنبہ کے دن غضب الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا ۔ تمھارا خط مضامین دردناک

۱- مجتبائی صفحہ ۹۰ ، مجیدی صفحہ ۸۶ ، مبارک علی صفحہ ۷۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۱ ، مہیش صفحہ ۱۰۲ ، مہر صفحہ ۲۰۵ -

۲- مطابق ۲۰ رجب ۱۲۸۲ھ - نیز دیکھیے مکاتیب غالب ، دیباچہ طبع ۱۹۴۹ع ، صفحہ ۱۲۵ -

سے بھرا ہوا رام پور میں میں نے پایا ، جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی - بعد روانگی کے مراد آباد میں پہنچ کر بیمار ہوگیا - پانچ دن صدر الصدور[1] صاحب کے ہاں پڑا رہا - انھوں نے بیمار داری اور غم خواری بہت کی -

کیوں ترک لباس کرتے ہو ؟ پہننے کو تمھارے پاس ہے کیا ، جس کو اتار کر پھینکو[2] گے - ترک لباس سے قید ہستی مٹ نہ جائے گی - بغیر کھائے پیے گزارا نہ ہوگا - سختی و سستی رنج و آرام کو ہموار کر دو - جس طرح ہو اسی صورت سے بہ ہر صورت گزرنے دو -

تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

اس خط کی رسید کا طالب غالب

[۱۲۳] ایضاً (۷۳)

میرزا تفتہ[3] کہ پیوستہ بدل جا دارد
ہر کجا ہست خدایا بہ سلامت دارش

صاحب ! کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہ کہاں بھیجوں - اب جو تمھارا خط آیا ، معلوم ہوا کہ حضرت ابھی لکھنئو میں رونق افروز ہیں - خط نہ بھیجوں تو گنہہ گار -

میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی مشقت کی طاقت نہیں رہی - معہذا تمھارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے ، اصلاح طلب

۱- صدر الصدور محمد حسن خاں بہادر - دیباچہ مکاتیب صفحہ ۱۲۷ -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۹ -
۳- مجتبائی صفحہ ۹۰ ، مجیدی صفحہ ۸۹ ، مبارک علی صفحہ ۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۱ ، مہیش ۸۶ ، و طبع جدید دہلی صفحہ ۹۴ - یہ شعر کلیات میں نہیں ہے - خطوط غالب مرتبہ مہر صفحہ ۱۹۲ ۔

نہیں رہا ہے۔ شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے۔ جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے۔ یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل، قصیدہ لکھا کرو، نہ مسودہ بلکہ[1] ایک نقل اس کی ضرور مجھ کو بھیجا کرو۔ [فروری[2] ۱۸۶۵ع ؟]

[۱۲۴] ایضاً (۴۷)

سہ شنبہ، ۳ ربیع الثانی[3] [سنہ ۱۲۸۱ھ] و ششم ستمبر [سنہ ۱۸۶۴ع]

صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر اور اس پر

۱- طبع اول 'بل'۔

۲- اس خط کی تاریخ کسی نے متعین نہیں کی۔ مہیش پرشاد صاحب نے ۲۷ نومبر ۱۸۶۲ع کے بعد اور ۴ مارچ ۱۸۶۳ع سے پہلے اسے درج کیا۔ گویا وہ اسے ۶۲ اور مارچ ۶۳ع کے درمیان کا مکتوب سمجھتے ہیں۔ مالک رام صاحب نے جب اسی مجموعے کو مرتب کیا تو اس خط کو ۱۲ فروری ۱۸۶۵ع اور ۱۴ مئی ۱۸۶۵ع کے درمیان میں رکھا۔ مہر صاحب نے بھی مہیش پرشاد کی طرح جگہ دی مگر تاریخ کسی نے نہیں لکھی۔ لیکن اسی اردوے معلیٰ (طبع اول، صفحہ ۷۶) پر تفتہ کے نام ۱۱ فروری ۱۸۵۲ع کا ایک خط ہے جس سے معلوم ہوا کہ تفتہ کان پور اور لکھنئو گئے، وہاں کے شاعروں سے ملے، مشاعروں میں شرکت کی اور ۱۹ فروری تک آگرے پہنچنے کا ارادہ کیا تھا، خط نمبر ۸۲۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۵ع میں دوسرے سفر کا ذکر ملتا ہے۔ خط نمبر ۱۲۵ مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ع ملاحظہ کیجیے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر خط ۱۲ فروری کے بعد اسی سنہ میں لکھا گیا ہے۔

(حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۲۲۱ پر)

یہ لکھ کر کہ "یہ پارسل ہے ، خط نہیں ہے" ڈاک میں بھیج دیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق میں ڈال دو۔ خدمت گار ناخواندہ آدمی ، اس کا حکم بجا لایا اور اس کو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا۔ وہ لفظ کہ "یہ خط نہیں ہے ، پارسل ہے" دست آویز معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکیے تم سے خط کا محصول مانگیں ، تو تم اس جملے کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔

مکان میرے گھر کے قریب ، حکیم محمود خاں کے گھر کے نزدیک ، عطار[1] بھی پاس ، بازار بھی قریب ، ڈھائی روپے کرایے کو موجود ، مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دوں گا ، بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔

رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رام پور کو لکھ سکتا ہوں ، نہ اس نہ لکھنے کی وجہ تم کو لکھ سکتا ہوں۔ اگر کبھی ریل میں بیٹھ کر آ جاؤ گے تو زبانی کہہ دوں گا۔

غالب

[۱۲۵] ایضاً (۷۵)

منشی صاحب[2] ، سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ !

(صفحہ ۲۲۰ کا حاشیہ نمبر ۳)

۳- مجتبائی صفحہ ۹۲ ، مجیدی صفحہ ۸۷ ، مبارک علی صفحہ ۷۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۲ ، مہیش صفحہ ۹۳ ، مہر صفحہ ۱۹۸ - اردوے معلیٰ میں تاریخ ہے ، سنہ نہیں ہیں۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۰ -

۲- مجتبائی صفحہ ۹۱ ، مجیدی صفحہ ۸۷ ، مبارک علی صفحہ ۷۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۳ ، مہیش صفحہ ۹۷ ، مہر صفحہ ۲۰۱ -

غالب کی دعاے درویشانہ قبول کریں - ہم تو آپ کو سکندرآباد قانون گویوں کے محلے میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنئو راجہ مان سنگھ کی حویلی ، مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے مداریہ[1] حقہ لکھنئو کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور صاحب سے باتیں کر رہے ہیں - بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا - آج یک شنبہ ہے ، اخبار کا لفافہ ابھی تک نہیں پہنچا ، ہر ہفتے کو پنج شنبہ حد جمعہ کو پہنچتا تھا -

مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو ؟ کیسے ریٹیگن صاحب ؟ کہاں ریٹیگن صاحب ؟ پنج شنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے - ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں اپنی ناتوانی[2] کے سبب ان کی ملاقات تودیع[3] کو نہیں گیا -

انوار الحق گھاٹ پر نوکر ہیں ، پندرہ[4] روپے مشاہرہ پاتے ہیں - زیادہ زیادہ -

نجات کا طالب غالب

صبح یک شنبہ[5] ۱۲ فروری سنہ ۱۸۶۵ع

۱- مداریہ حقہ : ایک قسم کا حقہ جس میں قلعی نہیں ہوتی ، عام طور پر پیا جاتا تھا لیکن پرتکلف حقوں میں شمار نہ ہوتا تھا - لکھنئو میں ''مداریہ'' کے بجائے ''مدریہ'' تلفظ تھا -

۲- مبارک علی : ''اپنی نادانی کے سبب'' - نیز خطوط ، سہر میں ندارد اور ناتوانی کے بجائے ''نادانی'' -

۳- تودیع : رخصت کرنا - یہ رٹیگن صاحب کوئی تذکرہ لکھ رہے تھے جس کا ذکر خط نمبر ۱۱۴ میں ہے

۴- اردوے معلیٰ طبع اول میں پندرہ رقمی ہندسوں میں ہے -

۵- مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۸۱ھ -

[۱۲۶] ایضاً (۷۶)

نور چشم[۱] غالبِ از خود رفتہ ، مرزا تفتہ ! خدا تم کو خوش اور تندرست رکھے ۔ نہ دوست بخیل نہ میں کاذب ، مگر بقول میر تقی : ع

اتفاقات ہیں زمانے کے

بہ ہر حال کچھ تدبیر کی جائے گی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی ۔ تعجب[۲] ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ۔

یا کرم خود نماند در عالم
یا مگر کس دریں زمانہ نہ کرد

اغنیاے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو ، اشعار عاشقانہ بہ طریق غزل کہا کرو اور خوش رہا کرو ۔

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ[۳] ۲۴ نومبر سنہ ۱۸۶۳ع

[۱۲۷] ایضاً (۷۷)

صاحب بندہ !

میں نے بکس[۴] کا ایک ایک خانہ دیکھا ، سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بہ سبب کم فرصتی کے میں

۱- مجتبائی صفحہ ۹۲ ، مجیدی صفحہ ۸۷ ، مبارک علی صفحہ ۸۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۳ ، مہیش صفحہ ۹۳ ، مہر صفحہ ۱۹۷ -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۱ -
۳- مطابق ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۲۸۰ھ -
۴- مجتبائی صفحہ ۹۳ ، مجیدی صفحہ ۸۸ ، مبارک علی صفحہ ۸۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۴ ، مہیش صفحہ ۸۶ ، مہر صفحہ ۱۹۲ -
اردوے معلیٰ طبع اول میں "میرٹھ" کو "میرٹ" لکھا ہے -

ردیف ان تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ پچاس روپے[1] کا باقتضائے حالات زمانہ سست ہوگیا ہے، مٹ نہیں گیا۔ دیر آید درست آید، ان شاء اللہ۔ اب میرا حال سنو:

در نومیدی بسے امید است
پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجھ کو ے پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا۔ لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار خلعت بند کر گئے۔ میں نا امید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا۔ اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے، میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے۔ کل انھوں نے مجھ کو بلا بھیجا، بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی میں دربار نہ کریں گے، میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں ان اضلاع کے علاقہ داروں اور مال گذاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے۔ دلی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا۔ تم بھی انبالے جاؤ، شریک دربار ہو کر خلعتِ معمولی لے آؤ۔ بھائی! کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری، گویا مردہ جی اٹھا، مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سناٹا گزرا کہ سامان سفر انبالہ و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذرِ[2] معمولی[3] میری قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدے کی فکر، ادھر روپے کی تدبیر، حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا[4] کام دل و دماغ کا ہے، وہ روپے کی فکر میں پریشان۔ میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا،

۱۔ اردو اول میں پچاس روپے رقمی، ہندسوں میں ہیں۔
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۱۲۔
۳۔ معمولی: عادت کے مطابق۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ''کا'' ندارد۔

لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے، نہ رات کو نیند ہے - یہ کئی سطریں تمھیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھ کر بھیج دی ہیں - جیتا رہا تو انبالے سے آ کر خط لکھوں گا۔

روز چار شنبہ، ۱۳[1] رمضان [۱۲۷۹ھ] ۴ مارچ [۱۸۶۳ع]

[۱۲۸] ایضاً (۷۸)

بھائی!

تم[2] نے مجھے کون سا دو چار سو روپے کا نوکر یا پنشن دار قرار

۱- اردوے معلیٰ طبع اول میں "۱۳ رمضان ۴ فروری" اور بدھ کا دن ہے، سنہ موجود نہیں جو جنتری سے لکھا گیا - غالب نے انھی دنوں غلام غوث خاں بے خبر کو خط لکھا: "سہ شنبہ ۳ مارچ کو بارہ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا، خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے، انبالے جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے۔" (عود ہندی مجلس ترقی ادب صفحہ ۳۴۸)۔

اودھ اخبار مجریہ ۲۵ مارچ ۱۸۶۳ع صفحہ ۲۱۷ پر مرزا غالب کا خط چھپا ہے: "سہ شنبہ کے دن ۳ مارچ ۱۸۶۳ع حاکم کو اس گم نام گوشہ نشین کو یاد فرمایا اور از راہ بندہ پروری کمال عنایت سے خلعت عطا فرمایا۔" (دیکھیے اردوے معلیٰ زیر نظر حصہ سوم و 'عود ہندی' ترتیب حقیر، طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۹۷) - اس لیے زیر نظر خط میں "کل انھوں نے مجھ کو بلایا" سے ۳ مارچ ۱۸۶۳ع ہی مراد ہے اور دوسرے دن یہ خط لکھا - نیز ایک خط اس کے بعد تحریر کیا جس میں ہے "ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالے جانا موقوف کیا" - اس خط پر تاریخ موجود نہیں لیکن بظاہر یہ دربار انبالہ کے بعد اور ۱۸۶۳ع ہی کا ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۹۳، مجیدی صفحہ ۸۹، مبارک علی صفحہ ۸۱، رام نرائن صفحہ ۱۰۵، مہیش صفحہ ۱۳، مہر صفحہ ۱۳۳۔

دیا ہے جو دس بیس روپیہ مہینہ قسط آرزو رکھتے ہو۔ تمھاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے۔اگر احیاناً تم دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجھ کو بڑی مشکل پڑتی۔ بہ ہر حال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینہ پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہوگیا، تا ادائے زر، ابتداے جون سنہ ۱۸۵۳ع یعنی ماہ آئندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔ بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا پہنچا۔ عجب تماشا ہے، وہ درنگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہیں اور میں ان کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہائے اتفاق، آج میں نے ان کو لکھا اور کل راجہ کے مرنے کی خبر سنی۔ واللہ باللہ! اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر آ بنتی، تو بھی ان کو نہ لکھتا۔ جے پور کے آئے ہوئے روپے کی ہنڈوی اس وقت تک نہیں آئی، شاید آج شام تک یا کل تک آ جاوے۔ خدا کرے وہ آبو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں، ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائیں گے اور روپیہ بھیجنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زر مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مجرا لیں۔ میری کہاں خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو ۲۵ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی[1] صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا۔ کل اس کا جواب ہاترس کو روانہ کر چکا ہوں، والدعا۔

از

اسد اللہ

محررہ دو شنبہ ۳ [۲ صحیح[2]] مئی سنہ ۱۸۵۳ع

۱- اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۱۱۳۔

۲- مہیش پرشاد صاحب کے مجموعۂ خطوط غالب طبع الہ آباد و

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۷ پر)

[۱۲۹] ایضاً (۷۹)

کل[۱] تمھارا خط آیا ، راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا ۔ میں سمجھا ہوا تھا کہ تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو ۔ اب معلوم ہوا کہ حق بہ جانب تمھارے ہے ۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں ، تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اے دل ! تو اپنے کو اس عزیز کی جگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا یا تو اس بلا میں گرفتار ہوا ہوتا ، تو کیا کرتا ؟ عیاذاً باللہ ! اب میں تم کو کیوں کر کہوں کہ یہ بے حرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو ۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہیے کہ تو ہمارے واسطے اس کو ترک کر ۔ بہ ہر حال دوست کی دوستی سے کام ہے ، اس کے افعال سے کیا غرض ؟ جو محبت و اخلاص ان میں تم میں ہے ، بدستور بلکہ روز افزوں رہے ۔ ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے ، نہ سہی :

وصلے کہ دراں ملال باشد
ہجراں بہ ازاں وصال باشد

آمدم بر سر مدعا : تمھاری رائے ہم کو اس باب میں پسند ۔ عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا ، نہ تم کو سمجھا سکتا اور نہ ان کو کچھ کہہ سکتا ہوں ۔ مجھے تو اس موقع میں سوائے اس کے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶)

دہلی میں ۲ مئی چھپا ہے ۔ جنتری میں دوشنبہ ۲ مئی ۱۸۵۳ع مطابق ۲۲ رجب ۱۲۶۹ھ ہے ۔ اب معلوم نہیں کہ غالب سے دن لکھنے میں غلطی ہوئی یا کاتب نے تاریخ غلط نقل کی ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۹۴ ، مجیدی صفحہ ۸۹ ، مبارک علی صفحہ ۸۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۶ ، مہیش صفحہ ۱۰ ، مہر صفحہ ۱۲۸ ۔

کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا رہوں ، کچھ بن نہیں آتی ۔

ببینم کہ تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جے پور کا امر محض اتفاقی تھا ، بے قصد و بے فکر در پیش آیا ہے ۔ ہوسناکانہ ادھر متوجہ ہوا ہوں ۔ بوڑھا ہو گیا ہوں ، بہرا ہو گیا ہوں ۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا ، رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا ، پورا خلعت پاتا تھا ، اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بڑا دھبہ لگ گیا[1] ہے ۔ کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا ، مگر ہاں ، استاد یا پیر[2] یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کروں ۔ کچھ آپ فائدہ اٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو وہاں داخل کر دوں ۔ دیکھو ، کیا صورت پیدا ہوتی ہے :

تا نہال دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم !

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا، آج کل آ جائے گا ۔ پھر اس کے جزودان کی تیاری کر کے روانہ کروں گا ۔ ابھی "کول" میں آرام کرو ، اپنے بچوں میں اپنا دل بہلاؤ ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائیو ، وہاں اپنا دل بہلائیو ۔ دیکھو اس خود داری میں آدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں ۔ والسلام ۔

اسد اللہ

جمعہ[3] ، دہم دسمبر سنہ ۱۸۵۲ع

۱- شاید اس سے مراد وہ گرفتاری و سزا یابی ہے جو ۱۸۴۱ع میں پیش آئی ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۴ ۔

۳- مہر صاحب اس تاریخ پر نوٹ لکھیے ہیں کہ "تمام نسخوں میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۹ پر)

[۱۳۰] ایضاً (۸۰)

صبح' دوشنبہ ، پنجم جمادی الاول [۱۲۷۷ھ] و نوزدهم نومبر سال حال [۱۸۶۰ع]

میرزا تفتہ !

کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا ، آج تم کو یہ خط لکھتا ہوں اور اسی خط کے ساتھ خط موسومہ' میر بادشاہ بھیجتا ہوں ۔ کاغذ اشعار کل یا پرسوں روانہ ہوگا ۔

فن تاریخ کو دوں مرتبہ' شاعری جانتا ہوں اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حق محبت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۸)

۱۸۵۳ع ہے جو بداہتاً غلط ہے - ۱۸۵۳ع کے خط یا اس زمانے کے دوسرے خطوں میں جے پور سے ہنڈی آنے کا ذکر ہے - یقیناً اس سلسلے میں تحریک پہلے ہوئی تھی ، لہٰذا یہ خط مئی ۱۸۵۲ع کا ہونا چاہیے-'' خطوط غالب ، طبع ۱۹۶۲ع ، حاشیہ صفحہ ۱۳۷ - طبع دوم صفحہ ۱۲۹ - طبع اول جلد اول صفحہ ۱۱۳- لیکن لطیفہ یہ ہے کہ اکمل المطابع طبع اول ، مجتبائی طبع ۱۸۹۹ع ، فاروق طبع ۱۹۱۰ع ، خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد طبع اول و دوم ۔ اردوے معلیٰ مکمل طبع مجیدی کان پور میں ''دہم دسمبر ۱۸۵۲ع'' ہی ہے ۔ نسخہ' مبارک علی و فرمان علی لاہور میں ۱۸۵۳ع اور رام نرائن لال ، الہ آباد طبع جدید میں ۱۸۵۶ع ہے - تقویم اور جنتری میں بھی''دہم دسمبر ۱۸۵۲ع - ۲۷ صفر ۱۲۶۹ھ کو جمعہ ہے - لہٰذا یہ بحث بے کار ہے -

۱- مجتبائی صفحہ ۹۵ ، مجیدی صفحہ ۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۸۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۷ ، مہیش صفحہ ۷۷ ، مہر صفحہ ۱۸۴ -

ہوتا ہے ۔ بہر حال ، میں نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ[1] رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا ۔ منشی قمر الدین خاں صاحب نے ناپسند[2] کیا ۔ قطعہ یہ ہے :

شیخ نبی بخش ، کہ با حسن خلق
داشت مذاق سخن و فہم تیز
مرگ ستم پیشہ اماںش نہ داد
کیست کہ با مرگ بسیجد ستیز
سال وفاتش ز پئے یادگار
با دل زار و مژۂ[3] دجلہ ریز
خواستم از غالب آشفتہ سر
گفت : مدہ طول و بگو "رستخیز"

۱۲۷۷ھ

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں ، بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے ، جیسا کہ یہ مصرع :

در سال 'غرس' ہر آنکہ ماند بیند

۱۔ آفاق صاحب "نادرات غالب" کے مقدمے میں لکھتے ہیں : "ان کی وفات اکتوبر ۱۸۶۰ء کی کسی تاریخ کو ہوئی" ۔ نادرات صفحہ ۳۳ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، مہیش پرشاد اور مہر صاحب : "ناپسند کیا" ۔ فاروق بہ تصحیح حالی ، مبارک علی ، نامی ، رام نرائن : "پسند کیا" اور میں طبع اول کو صحیح سمجھتا ہوں کیونکہ آخری سطروں میں غالب نے پسندیدگی کی وجہ اور ناپسندیدگی کی رد لکھی ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "و" ندارد ۔

انوری کے قصائد کو دیکھو، دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدے کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد سال مطلوب نکل[1] آتے ہیں اور معنی کچھ نہیں ہوتے۔ لفظ 'رستخیز' کیا پاکیزہ، معنی‌دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب۔ اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر، اگر تاریخ کی فکر موجب ادائے حق مودت ہے، تو میں حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں۔

داد کا طالب[2]
غالب

[۱۳۱] ایضاً (۸۱)

کیوں مہاراج[3]؟

کول میں آنا اور منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہم کو یاد نہ لانا! مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیوں کر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع نہ دی۔ نہ یہ لکھا کہ میں کیوں کر آیا ہوں اور کب آیا ہوں اور کب تک رہوں گا اور کب جاؤں گا، اور بابو صاحب سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر، اب جو میں نے بےحیائی کرکے تم کو لکھا ہے، لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو۔

تمھارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں، بابو صاحب کی، میرے

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۱۵۔
۲- مہر صاحب نے تاریخ خط خلاف ترتیب اردوے معلیٰ، آغاز کے بجائے خاتمے میں لکھی ہے۔
۳ مجتبائی صفحہ ۹۵، مجیدی صفحہ ۹۱، مبارک علی صفحہ ۸۳، رام نرائن صفحہ ۱۰۸، مہیش صفحہ ۴، مہر صفحہ ۱۲۳۔

پاس موجود ہیں اور اصلاح پا چکی ہیں ۔ اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ؟ ہر چند انھوں نے کہا ہے کہ اکبر آباد ، ہاشم علی خاں کو بھیج دو ، لیکن میں نہ بھیجوں گا ۔ جب وہ اجمیر یا بھرت پور پہنچ کر مجھ کو خط لکھیں گے ، تو میں ان کو وہ اوراق ارسال کروں گا ، یا تم جو لکھو گے اس پر عمل کروں گا ۔

بھائی ! ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہم کو دو چار سطریں لکھ بھیجو ، کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے ۔

اسد اللہ

رقم زدۂ یکشنبہ[1] چارم جنوری ۱۸۵۲ع

[۱۳۲] ایضاً (۸۲)

صاحب[2] !

تمھاری سعادت مندی کو ہزار ہزار آفرین ۔ تم کو یوں ہی چاہیے تھا ، لیکن میں نے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی ، جیسا کہ عربی میں "لیت" اور فارسی میں "کاشکے" ۔

اب تم روداد سنو : عرضی میری سر جان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری ۔ اس پر دستخط[3] ہوئے کہ یہ عرضی مع کواغذ ضمیمہ سائل کے پاس بھیج دی جائے اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو ۔ اب سر رشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور[4] کے خط لکھتا ، یہ نہ ہوا ۔ وہ عرضی

۱- مطابق ۱۱ صفر ۱۲۶۸ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۹۶ ، مجیدی صفحہ ۹۱ ، مبارک علی صفحہ ۸۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۰۸ ، مہیش صفحہ ۳۱ ، مہر صفحہ ۱۴۷ ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۶ -

۴- نسخۂ مبارک علی ، مہر : "موافق قاعدہ" ۔

حکم چڑھی ہوئی میرے پاس آگئی ۔ میں نے خط صاحب کمشنر دہلی چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اس میں ملفوف کر کے بھیج دی ۔ صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو ۔ اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ۔ ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اس حکم کی نہیں کی ۔ پرسوں تو ان کے ہاں یہ روبکاری آئی ہے ۔ دیکھیے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے[1] لکھ بھیجتے ہیں ۔ دفتر کہاں رہا ہے ، جو اس کو دیکھیں گے ۔

بہ ہر حال یہ خدا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں حکام کے نزدیک یہاں تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے ، یعنی سب جانتے ہیں کہ اس کو لگاؤ نہ تھا ۔

مولوی قمر الدین خاں کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا ۔ حق تعالیٰ ان کو زندہ اور تندرست رکھے ! میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور ان کے بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا ، بھائی ! بدایت[2] تو اچھی ہے ، نہایت بھی خدا اچھی کرے ۔ وہ عزت اور وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا ، اب کہاں ؟ روٹی کا ٹکڑا ہی مل جائے تو غنیمت ہے ۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور اجنٹی و کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی[3] پر ہوا ہے ، مشتمل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے ۔ حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ

۱- نسخہ مبارک علی ، مہر : "یا اپنی ذاتی رائے لکھ کر ۔"

۲- بدایت : ابتدا ۔ نہایت : انتہا ، انجام ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۲ ۔

لکھا جاوے کہ یوں کرو ۔ عملہ نے خط نہ لکھا ، صرف وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیج دی ۔ خیر :

ہرچہ از دوست مے رسد نیکوست

سنو مرزا تفتہ ! اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں ، وہ تم میرے بھائی کو اور مولوی قمر الدین خاں[1] کو دکھا دیا کرو ۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں ؟

جمعہ ۱۲ ماہ[2] مارچ ۱۸۵۸ع

[۱۳۳] ایضاً (۸۳)

بھائی !

ہاں میں نے[3] "زبدۃ الاخبار" میں دیکھا کہ رانی صاحب مر گئیں ۔ کل ایک دوست کا خط اکبر آباد سے آیا ، وہ لکھتا ہے کہ "راجہ مرا ، رانی [نہیں[4]] مری ۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا ۔ صورت انتظام جانی بیج ناتھ کے آنے پر موقوف ہے" ۔ یہاں تک اس دوست کی تحریر ہے ۔ ظاہرا اس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم ۔ ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا ہے ۔ صرف اس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے ۔ اس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں ۔ حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا کام بنا رہے گا ۔ آمین یارب العالمین !

۱۔ اردوے معلی طبع اول : "قمر الدین خان خان" ۔

۲۔ اردوے معلی اور نسخۂ مہیش طبع اول کے علاوہ "ماہ" ندارد ۔ یہ تاریخ مطابق ہے ۲۵ رجب ۱۲۷۴ھ کے ۔

۳۔ مجتبائی صفحہ ۹۷ ، مجیدی صفحہ ۹۲ ، مبارک علی صفحہ ۸۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۰ ، مہیش صفحہ ۱۴ ، مہر صفحہ ۱۳۲ ۔

۴۔ مہیش پرشاد : "نہیں مری" ۔ اردوے معلی طبع اول : "رانی مری" ۔

صاحب ! جے پور کا مقدمہ اب لائق اس کے نہیں کہ ہم اس کا خیال کریں ۔ ایک بنا ڈالی تھی ، وہ نہ اٹھی ۔ راجہ لڑکا ہے اور چھچھورا ہے ۔ راول جی اور سعد اللہ خاں بنے رہتے تو کوئی صورت نکل آتی ۔ اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ تیرے دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے ۔ یہ بھی تو آپ از روئے تحریر منشی ہر دیو سنگھ کہتے ہیں ۔ ان کا بیان کیوں کر دل نشین ہو ؟ وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ نقد اور خلعت مرزا صاحب کے[1] واسطے تجویز ہوچکا ہے ۔ ہولی ہو چکی اور میں لے کر چلا ۔ پھاگن ، چیت ، بیساکھ ، نہیں معلوم ہولی کس مہینے میں ہوتی ہے ۔ آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی ۔

بندہ پرور ! بابو صاحب نے پہلی بار تو مجھ کو دو ہنڈویاں بھیجی ہیں ، سو سو روپے کی ۔ ایک تو میر احمد حسین میکش کے واسطے راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجھ کو بطریق نذرِ شاگردی ۔ بعد اس کے دو ہنڈویاں سو سو روپے کی بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین کے صلے کے روپوں کی چار سو ، اور اس سے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے ، اس کا حساب[2] کنور صاحب کی عمر پر حوالے ہے ۔ اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں ۔ ہاں

۱۔ رقعاتِ معانی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۸ ۔

۲۔ غالب کے تعلقات ریاست جے پور سے ابھی تک تفصیل سے سامنے نہیں آئے ۔ خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ دربار میں غالب کی رسائی تھی اور کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے ۔ گاؤں تو باپ کے مرنے پر ملا ، وظیفہ بھی ملا ، اور شاید کوئی نہ کوئی یافت بھی رہی ۔

صاحب ! یہ وہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرانے دوست ہیں ۔ پرسوں یا اترسوں جو ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا تھا ، وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا ، کوئی میاں حکمت اللہ ہیں ان کا ، میرے مکان کے پتہ سے لایا تھا ، وہ میں نے لے کر رکھ لیا ہے ۔ جب میر صاحب آجاویں تو تم ان کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت ! اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دہلی آئیے ۔

[۱۸۵۳ع[1]]

۱۔ اس خط کی تاریخ معین نہیں کی جا سکی ۔ اگرچہ رانی کے مرنے کی خبر اور زبدۃ الاخبار کا حوالہ موجود ہے ۔ اگر زبدۃالاخبار سے یہ اطلاع حاصل ہو سکے تو تعیین تاریخ آسان ہو جاتی ہے لیکن زبدۃالاخبار ایک محدود اشاعت رکھنے والا اخبار تھا جو آگرے سے چھپا کرتا تھا اور اس کے پرچے بھی نایاب ہیں ۔ پھر یہ پرچہ ۱۸۳۳ع یا ۱۸۳۴ع سے ۱۸۵۷ع تک فارسی میں چھپتا رہا ۔ (محمد عتیق : صوبہ شمالی و مغربی صفحہ ۳۸ ۔ دیکھیے ''صحافت پاکستان و ہند میں'' طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۷۷) دوسرا اشارہ ''راجہ لڑکا ہے'' سے مراد اگر راجہ رام سنگھ ہے تو وہ ۱۸۳۵ع میں تخت نشیں ہوا اور اُس وقت سترہ مہینے کا تھا ، اس لیے اگر اس خط کو غدر سے پہلے کا مانیں تو راجہ کی عمر ۱۸۵۷ع میں بائیس سال کی ہوتی ہے ۔ البتہ جے پور کی ہنڈویوں کا ذکر ہے اور یہ بات دسمبر ۱۸۵۲ع سے شروع ہوتی ہے اور ۱۸۵۳ع میں ختم ہو جاتی ہے ۔ اسی بنا پر جناب مالک رام صاحب نے اس خط کو ۲ مئی ۱۹۵۳ع کے بعد اور جون ۱۸۵۳ع سے پہلے درج کر کے اس امکان کو تقویت دی ہے لیکن دلیل نہیں لکھی ۔

مہر صاحب نے تاریخ نہیں لکھی بلکہ مہیش صاحب کی طرح مقام خط برقرار رکھا ۔

[۱۳۴] ایضاً (۸۴)

عجب[1] تماشا ہے ! بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آ گیا اور پان سو روپے کی ہنڈوی لایا ، مگر اس کے مصارف کے بابت انیس کے آنے اس ہنڈوی میں محسوب ہوگئے ہیں ۔ سو میں اپنے پاس سے ملا کر پورے پان سو کی ہنڈوی تجھ کو بھیجتا ہوں ۔ میں نے ان کو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ کے میں مجرا دوں گا ، تکلیف نہ کرو ۔ "۲۵"[2] یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دے دو اور[3] باقی کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی جلد روانہ کرو ۔ سو بھائی ! آج تک ہنڈوی نہیں آئی ۔ میں حیران ہوں ۔ وجہ حیرانی کی یہ کہ اس ہنڈوی کے بھروسے پر قرض داروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا ۔ آج جون کی پانچویں ہے ۔ وہ تقاضا کرتے ہیں اور میں "آج کل" کر رہا ہوں ۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا ۔ جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے ۔ پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں ؟ تیس روپے کی کون سی ایسی بات ہے ؟ اگر مصارف ہردیو سنگھ میرے ہاں سے مجرا ہوے تو کیا غضب ہوا ؟ انتیس[4] اور پچیس ، چون روپیہ نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۹۸ ، مجیدی صفحہ ۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۸۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۱ ، مہیش صفحہ ۱۵ ، مہر صفحہ ۱۳۲ ۔

۲۔ کوئی عدد رقمی ہے ، کوئی ہندسوں میں ، کوئی دونوں میں ۔

۳۔ اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۹ ۔

۴۔ اردوے معلی طبع اول کے متن میں "انیس" لفظوں اور رقم دونوں میں درج ہے لیکن غلط نامے کے ذریعے انتیس لکھ دیا ہے ۔ مہیش پرشاد نے غلط نامہ نہیں دیکھا اور غلطی برقرار رکھی ۔ یہی نسخہ مہر میں نقل ہے ۔

لفافے خطوط کے جو میں نے بھیجے تھے ، وہ بھی ابھی نہیں آئے[1] -
باایں ہمہ یہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب
کہاں ہیں - پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں ؟ اجمیر آنے کی تو
ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے - ناچار کثرت انتظار سے عاجز آ کر آج تم
کو لکھا ہے - تم اس کا جواب مجھ کو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ
وجہ درنگ کی کیا ہے - زیادہ ، زیادہ - اسد اللہ

مرقومہ پنجم جون ۱۸۵۳ع روز پنجشنبہ

جواب طلب

[۱۳۵] ایضاً (۸۵)

میرا[2] سلام پہنچے - خط اور کاغذ اشعار پہنچا - سابق و حال ابھی
سب یوں ہی دھرے رہیں گے ، اگرچہ گرمی رفع ہوگئی ، مینہ
برسنے لگا ، ہوائے سرد چلنے لگی مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے
نہیں - بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولی عہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے
کہہ رکھا تھا - اس کا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں کہہ لیا اور
عید کو دونوں پڑھ دیے - بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا
اترسوں بھیجوں گا - ان سے لے کر تم بھی دیکھنا - میں نے ان کو
لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ[3] وہ
پڑھ لیں اور چاہیں تو نقل لے لیں - اس کے سوا اور جو کچھ تمہارے

۱- یہ پانچ سو روپے ریاست سے یک مشت عطا ہوئے تھے - (دیکھیے
غالب از مہر طبع چہارم صفحہ ۲۲۸)

۲- مجتبائی صفحہ ۹۹ ، مجیدی صفحہ ۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۸۷ ،
رام نرائن صفحہ ۱۱۲ ، مہیش صفحہ ۳۶ ، مہر صفحہ ۱۴۳ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۰ -

خط میں لکھا تھا ، وہ جواب طلب نہیں اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو -

اسد اللہ

[جولائی[1] ۱۸۵۴ع]

[۱۳۶] ایضاً (۸۶)

کیوں[2] صاحب ! اس کا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی - نہ مرزا صاحب ہی آئے ، نہ منشی صاحب ہی

۱- مہیش پرشاد کے اندازے میں یہ خط جولائی ۱۸۵۴ع کا اور مہر صاحب کے نزدیک 'جون ۱۸۵۴ع' کا ہے کیونکہ اس سال ۲۷ یا ۲۸ (مہر ، ۱۷۰) جون کو عید پڑی تھی ، لیکن اس کے علاوہ نادرات غالب میں خط نمبر ۲۴ میں وہ عبارت موجود ہے جس کا حوالہ اس خط میں ہے : ''بھائی ! اب کے تہنیت عید میں دو قصیدے کس انداز کے لکھے ہیں کہ دیکھو گے تو حظ اٹھاو گے ، پرسوں یا اترسوں روانہ کروں گا - ہرگوپال صاحب کو بھی دکھا دیجیے گا''- (صفحہ ۶۵) - اس خط پر بھی تاریخ نہیں ہے - لیکن خط نمبر ۱۴ پر ۲۲ رمضان (۱۲۷۰ھ و ۱۸ جون ۱۸۵۴ع) درج ہے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد تفتہ اور نبی بخش کو دو خط روانہ کیے ہوں گے - زیر بحث خط سے واضح ہوتا ہے کہ عید گذر گئی - یعنی ۲۸ جون عید کے دن کی یہ تحریر نہیں ہے - ہو سکتا ہے کہ ۲۹ ، ۳۰ جون کو خط لکھا ہو - یا ۴ ، ۵ شوال ۱۲۷۰ھ مطابق یکم یا دوم جولائی ۱۸۵۴ع کو -

۲- مجتبائی صفحہ ۹۹ ، مجیدی صفحہ ۹۴ ، مبارک علی صفحہ ۸۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۲ ، مہیش صفحہ ۵۵ ، مہر صفحہ ۱۶۷ -

۳- ملاقات سے مراد خط کا نہ آنا ہے اور مرزا صاحب کے نہ آنے سے مہر کا خط نہ آنا مراد ہے -

تشریف لائے - ہاں ایک بار منشی شیو نرائن صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے - اس راہ سے میں یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا ہوگا اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا ، تو اب جلدیں بنی شروع ہو گئی ہوں گی - تم سمجھے ، میں تمھارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمھارا اور آن کا آنا سمجھتا ہوں - تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے - پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے ؟ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے ؟ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہوگئی ؟ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دے دیں ؟ میں اب ان کتابوں کا آنا کب تک تصور کروں ؟ دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی ، کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے -

ہاں صاحب ! تم نے کبھی کچھ حال قمرالدین خاں صاحب کا نہ لکھا - آگے اس سے تم نے اگست ، ستمبر میں ان کا آگرے کا آنا لکھا ، پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے ؟ وہاں تو منشی غلام غوث خاں صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں ، پھر یہ اس دفتر میں کیا کر رہے ہیں ؟ کہیں کسی اور کام پر معین ہوگئے ہیں؟ اس کا حال جلد لکھو - مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خاں صاحب کو ایک گانوں جاگیر میں ملا ہے - مولوی قمرالدین خاں صاحب اس کے بندوبست[1] کو آیا چاہتے ہیں - اس کا ظہور کیوں نہ ہوا ؟ ان سب باتوں کا جواب جلد لکھیے - جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہیے اور یہ پیغام کہیے

۱- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۲۱ -

کہ کتاب کا حسن کانوں سے سنا ، دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر - یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کب تک ملے گا ؟ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھ کو جلدی نہیں ہے ، آپ کی تخفیفِ تصدیع چاہتا ہوں ، یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جائے - جناب منشی شیو نرائن صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیے گا اور یہ کہیے گا کہ آپ کا خط پہنچا - چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہٰذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا ، اس واسطے اس کا جواب نہیں لکھا - زیادہ ، زیادہ

نگشتہ و رواں داشتہ

صبح شنبہ ١٦[1] اکتوبر ١٨٥٨ع

راقم غالب

[١٣٧] ایضاً (٨٧)

صاحب !

عجب تماشہ[2] ہے ، تمھارے کہنے سے منشی شیو نرائن صاحب کو خط لکھا تھا ، سو کل ان کا خط آیا اور انھوں نے "دستنبو" کی رسید لکھی - ڈاک کا ہرکارہ تو اُن کے پاس لے نہ گیا ہوگا ، آخر تمھیں نے بھیجا ہوگا - یہ کیا کہ تم نے مجھ کو اس کی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا - اگر یہ گمان کیا جائے کہ تم نے رائے اُمید سنگھ کی ملاقات ہو لینے پر خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی

١- مطابق ٨ ربیع الاول ١٢٧٥ھ -

٢- مجتبائی صفحہ ١٠٠ ، مجیدی صفحہ ٩٥ ، مبارک علی صفحہ ٨٨ ، نرائن صفحہ ١١٤ ، مرتبہ صفحہ ٤٤ ، مہر صفحہ ١٥٧ -

ہوگی ۔ مجھے تو صورت ایسی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو ، کتاب مطبع میں حوالے کر دی ، اب اس کی تزیین و تصحیح سے کچھ غرض نہیں ۔ پس اگر یوں ہے تو میں اس انطباع سے درگذرا ، سینکڑوں مطالب و مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس وحشت کی وجہ کیا ۔ اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس[1] کتاب اور مثنوی کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا ؟ بے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو ۔ خدا کے واسطے خفگی کی وجہ لکھو ۔ صبح کو میں نے یہ خط روانہ کیا ہے ، بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ ، اگر شام تک تمھارا خط آیا تو خیر ، ورنہ تمھاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائے گا اور بسبب وجہ نہ معلوم ہونے کے جی گھبرائے گا ۔ میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا ۔ خدا کے واسطے خط جلد لکھو ۔ اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو ۔ جانتا ہوں کہ تم رائے امید سنگھ سے بھی نہ ملے ہو گے ۔ عیاذاً باللہ ، میں اُن سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ 'دستنبو' تم کو اچھی طرح پڑھا دیں گے۔ اگرچہ ایسے حال میں کہ مجھ کو تم پر الگ ہونے اور پہلوتہی کرنے کا گمان گذرا ہے ، کوئی مطلب تم کو لکھنا نہ چاہیے ، مگر ضرورت کو کیا کروں ، ناچار لکھتا ہوں ۔ صاحب مطبع نے خط کے لفافے پر لکھا ہے : ''مرزا نوشہ صاحب غالب'' للہ غور کرو کہ یہ کتنا بے جوڑ جملہ ہے ۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر نہ لکھ دیں ۔ آیا فارسی کا دیوان ، یا اردو ، یا پنج آہنگ ، یا مہر نیمروز چھاپے کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں پہنچی جو وہ میرا نام لکھ دیتے ، تم نے بھی ان کو میرا نام نہیں بتایا ۔ صرف اپنی نفرتِ عرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہے ، بلکہ سبب یہ ہے کہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۲ ۔

دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہے مگر کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکۂ عالیہ کے حضور میں کوئی اس نالائق "عرف" کو نہیں جانتا ۔ پس اگر صاحب مطبع نے "مرزا نوشہ صاحب غالب" لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا ، کھویا گیا ، میری محنت رائگاں[1] گئی ، گویا کتاب کسی اور کی ہو گئی ۔

لکھتا ہوں[2] اور پھر سوچتا[3] ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں ؟

بدھ کا دن ، ستمبر کی پہلی تاریخ[4] [۱۸۵۸ع]

۱- اردوے معلی طبع اول : "رایگاں" ۔

۲- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۴ ۔

۳- اردوے معلی طبع اول : "سوچتا ہوں" ۔

۴- مہیش پرشاد نے سنہ کا اضافہ کیا ہے ۔ یہ تاریخ جنتری میں ۲۴ محرم ۱۲۷۵ھ کے مطابق ہے ۔ اردوے معلی طبع مجتبائی اور فاروقی میں 'تاریخ' کے بعد 'غالب' کا اضافہ کیا ہے ۔

[۱۳۸] [بنام حاتم علی مہر] (۱)

بھائی صاحب[1] !

۳۳ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نرائن کی کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو پہنچیں - کاغذ اور سیاہی اور حسنِ خط دیکھ کر میں نے ازروے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابیں طاؤسِ بہشت بن جائیں گی ، حوریں ان کو دیکھ کر شرمائیں گی - یہ تو سب درست ، مگر دیکھیے مجھ کو ان کا دیکھنا کب تک میسر ہو ؟ آپ پر گمان تساہل کا گذرے ، یہ تو کیوں کر ہو ؟ ہاں صحّاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے حق کا جلاد نہ بن جائے ، یعنی مدت مناسب سے زیادہ دیر نہ لگائے -

اور ہاں حضرت ! کچھ ایسی پختگی ارسال کے وقت کر لیجیے گا کہ وہ پارسل آشوبِ تلف سے محفوظ رہے - بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے - مجھ کو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے -

یا الٰہی ! یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے - اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جو جواب لکھیے ، اس میں یہ مرقوم ہو کہ آج

۱- یہ خط اردوے معلیٰ طبع اول میں مرزا حاتم علی مہر کے نام ہے - غلطی سے 'تفتہ' کے خطوں میں درج ہوگیا - سب سے پہلے جناب غلام رسول مہر صاحب اس نکتے کی طرف متوجہ ہوے - اردوے معلیٰ اور خطوط غالب تالیف مہیش پرشاد میں بسلسلۂ خطوط تفتہ ہی موجود ہے- مجتبائی صفحہ ۱۰۲ ، مجیدی صفحہ ۹۶ ، مبارک علی صفحہ ۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۵ ، مہیش صفحہ ۵۷ ، مہر صفحہ ۲۲۱ -

ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ[1] کیا ہے۔

یا رب ایں آرزوے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا بہ رساں

مرسلہ، شنبہ[2] ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ع

[۱۳۹] ایضاً (۸۸)

رکھیو[3] غالب مجھے اس تلخ[4] نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

بندہ پرور! پہلے تم کو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔

مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا[5] سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا[6]:

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب
اے تو غایب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمھارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا ہوں[7] کہ اس کے دو دن

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول: ''روانا''
۲۔ مطابق ٦ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ۔
۳۔ مجتبائی صفحہ ۱۰۲، مجیدی صفحہ ۹۷، مبارک علی صفحہ ۹۰، رام نرائن صفحہ ۱۱٦، مہیش صفحہ ۳۷، مہر ندارد۔ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۲۵۸۔
۴۔ عود ہندی طبع اول: ''درد نوائی میں معاف''۔
۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۲۴۔
٦۔ عود ہندی طبع اول: ''پڑھا دینا''۔
۷۔ عود ہندی: ''بھیج چکا تھا''۔

یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا ۔

سنو صاحب ! جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے ، اس کا نام ''عیش'' ہے ۔ تمھاری توجہِ مفرط بہ طرفِ شعر و سخن ، تمھاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے ۔ اور بھائی ! یہ جو تمھاری سخن گستری ہے ، اس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے ۔ میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا ۔ مگر ہاں ، اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر ، یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے ، سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے ، تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آ جاتا ہے :

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں :

اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں ۔ جو دکھ مجھ کو ہے اُس کا بیان تو معلوم ، مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں ۔

انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے ، اس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز ، کچھ دوست ، کچھ شاگرد ، کچھ معشوق ، سو وہ سب کے سب خاک[1] میں مل گئے ۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۵ ۔

ہوتا ہے ؟ جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اس کو زیست کیوں کر نہ دشوار ہو ۔

ہائے ! اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

[قبل جولائی[1] ۱۸۵۸ع]

۱۔ مہیش پرشاد نے یہ خط جولائی ۱۸۵۸ع سے قبل کا تحریر کیا ہے جو بظاہر درست ہے ۔ دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور حاشیہ صفحہ ۲۶۱ ۔

[۱۴۰] بنام شہزادہ بشیر الدین صاحب (۱)

حضرت پیر و مرشد برحق ، سلامت ! تقصیر معاف ، میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی - وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا - عرائض جواب طلب کا جواب نہیں - ایک عنایت نامہ سابق میں "آب زلہل میرود ہر پرچنگ" یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا - میں اس کو پڑھ بھی نہ سکا ، معنی سمجھنے تو علاوہ رہے - میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا ، اب تک جواب نہیں پہنچا - جی گھبرا رہا ہے - جب تک اس کا جواب نہ پاؤں گا ، آرام نہ آئے گا -

برخوردار اقبال نشان مرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی - مگر وہ جو تحریر دستخطی سے تسلی ہوتی ہے ، وہ کہاں ، حضرت ! اب تو خالصاً للہ والرسول

۱- مجتبائی صفحہ ۱۰۳ ، مجیدی صفحہ ۱۴۴ ، مبارک علی صفحہ ۹۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۷ ، مہر صفحہ ۵۶۴ -
شہزادہ بشیر الدین صاحب کے والد شکر اللہ خلف سلطان ٹیپو تھے - توفیق مخلص تھا ، اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے - کلکتے میں رہے اور ۱۸۸۵ع—۱۳۰۲ھ میں انتقال کیا - لالہ سری رام نے "خم خانۂ جاوید" میں 'نگارستان سخن' کی فارسی کا ترجمہ کر کے سنہ وفات ۱۸۷۸ع کا اضافہ کیا ہے لیکن مالک رام نے تلامذۂ غالب صفحہ ۷۰ پر نساخ کی تاریخ وفات نقل کی ہے - (دیکھیے "نگارستان سخن" صفحہ ۱۸ ، "خم خانۂ جاوید" جلد دوم صفحہ ۱۵۲ تلامذۂ غالب صفحہ ۶۹).

میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھ کو اس جملہ کے معانی لکھ بھیجیے ۔ زیادہ حد ادب :

عفو جرم کا طالب غالب

[۱۸۶۰ع[1] بعد]

[۱۴۱] ایضاً (۲)

در[2] پرستش سستم و در کام جوئی استوار
بادشہ را بندۂ کم خدمت و پرخوار ہست

حضرت پیر و مرشد برحق ! روز افزونیِ کاہش اب اس حد کو پہنچی ہے کہ :

تقسیم جزو لایتجزیٰ محال ہے

آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا ، اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا ۔ کل آپ کا[3] عنایت نامہ آیا ۔ آپ جو رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا ، مجھ کو با وصف استیلاے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں ۔ ڈاکیے اب ڈاکو ہو گئے ہیں ۔ اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو[4] تو کچھ بعید نہیں ۔ متوقع ہوں

۱۔ خط پر تاریخ نہیں ہے ، لیکن شہزادے صاحب کے نام 'پنج آہنگ' میں ایک خط ہے جس میں ''دستنبو'' کی ترسیل کا ذکر ہے اور اس کے بعد اردوے معلیٰ کے خطوں میں ۱۸۶۷ع—۱۸۶۸ع کا خط ہے ۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ خط بھی ۱۸۵۸ع کے بعد کا ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۰۴ ، مجیدی صفحہ ۱۴۴ ، مبارک علی صفحہ ۹۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۸ ، مہر صفحہ ۵٦۸ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ ، طبع اول ، صفحہ ۱۲٦ ۔ خطوط غالب مہر میں ''آپ کا'' ندارد ۔

۴۔ خطوط غالب مہر میں 'ہو' ندارد ۔

کہ اس کا نہ پہنچنا میری نارسائیِ بخت کی تاثیر سمجھا چاہیے ، میں مجرم نہ ٹھہروں ۔ زیادہ حد ادب ۔

نجات[1] کا طالب غالب

روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۸ع

[۱۴۲] ایضاً (۳)

تم سلامت[2] رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

آج منگل[3] ، ۱۶ جون ۱۸۶۷ع بارہ بجے عنایت نامہ آیا ۔ سرنامہ دیکھ کر سفیدۂ صبحِ مراد سمجھا ۔ ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ، خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ اگر ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا ۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کر اس غم کی تاب لاتا کہ میں نے اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا ۔

لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خاں سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا ۔ اس فرمان میں اس لفافے کی رسید نہ پائی ۔ ظاہرا ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح[4] کے ٹکڑے اڑا دیے ۔

۱۔ جنتری میں گیارہ اپریل کو شنبہ ۱۷ ذی حجہ ۱۲۸۴ھ ہے ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۰۴ ، مجیدی صفحہ ۱۴۴ ، مبارک علی صفحہ ۹۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۱۸ ، مہر صفحہ ۵۶ ۔
۳۔ جنتری میں ۱۶ جون ۱۸۶۷ع کو اتوار ہے اور ۱۸۶۸ع کی ۱۶ جون کو منگل ۔ ۲۴ صفر ۱۲۸۵ھ غالباً یہی صحیح ہے اور اسی خط کا حوالہ خط نمبر ۱۴۱ میں گزرا ہے ۔
۴۔ گویا مرزا نے شہزادہ صاحب کو اپنی تصویر بھیجی ہے اور رسید نہ پا کر متردد ہوئے ہیں اور شہزادہ صاحب کا خط بجنسہ واپس کر دیا ہے ۔

بےتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی[1] بھیجی ہوئی لفافے میں لپیٹ کر روانہ کی ۔ اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجوں گا ۔ زیادہ حد ادب[2] ۔

۱- مہر : ''کو بھیجی'' ۔

۲- مہر : ''اداب'' ۔

[۱۴۳] بنام[1] سید بدرالدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب (۱)

حضرت[2] مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت[3] برکاتہم! بعد بندگی عرض کیا[4] جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا، حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا دل بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں آن سے بر سر امتحان ہے۔ پروردگار ان کو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ مساعدت روزگار کی وہ صورت، شدائد رنج سفر کی وہ حالت، ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ، ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سررشتہ خدا کے ہاتھ ہے، آدمی کیا کرے۔ دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے۔ ہاں بحسب ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔ حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس پتے سے لکھوں؟ ناچار ابھی تامل ہے۔ جب وہ بھرت پور آ جائیں تو آپ ان کے آنے کی مجھ کو اطلاع دیجیے گا،

۱- سید بدر الدین صاحب کے بارے میں مالک رام صاحب 'تلامذۂ غالب' میں صرف کاشف دہلوی کا اضافہ کرتے ہیں اور مہر صاحب پانچ خطوں کی روشنی میں یہ بتا سکے ہیں کہ کاشف، نواب غلام حسین خاں مسرور اور حسین مرزا کے قریبی ملنے والوں میں تھے، جے پور یا بھرت پور سے کوئی تعلق تھا۔ خطوط غالب مہر۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۰۵، مجیدی صفحہ ۱۴۷، مبارک علی صفحہ ۹۲، رام نرائن صفحہ ۱۱۹، خطوط غالب مہر صفحہ ۵۹۳، مہیش صفحہ ۱۰۹۔

۳- خطوط غالب، مہر میں "دامت" ندارد۔

۴- اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۱۲۷۔

کچھ لکھ بھیجوں گا ۔

نواب علی نقی خاں صاحب کے خط کے جواب میں ، جو آپ نے مجھ کو لکھا تھا ، وہ مجھ کو یاد رہے گا ۔ جب نواب صاحب آ جائیں گے ، میں ان کو سمجھا دوں گا ۔ آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں ۔ فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ، ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ[1] میں دو چار لکھی تھیں ، سو وہ یا تمھارے دوست حسین میرزا صاحب کے پاس ہوں گی یا ضیاء الدین خاں صاحب پاس[2] ۔ میرے پاس کہاں ؟ آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اتر وا کر بھیج دوں ۔

سید محمد صاحب کو اور ان کے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچے ۔

اسد اللہ

نگاشتہ ، چار[3] شنبہ ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۱ ہجری
مطابق ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۵ع

[۱۴۴] ایضاً (۲)

مخدوم[4] و مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپ نے مجھ کو یاد نہیں کیا اور مجھ کو کچھ آپ کا حال معلوم[5] نہیں ۔ بابو[6] صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس

۱- خطوط غالب مہر : ''مشاہرہ'' ۔
۲- مہر : ''خاں صاحب کے پاس'' ۔ ''کے'' زائد ۔
۳- جنتری طبع فیض الکریم ، حیدرآباد دکن کے مطابق صحیح ہے ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۱۰۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴۸ ، مبارک علی صفحہ ۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۰ ، مہیش صفحہ ۱۰۸ ، مہر صفحہ ۵۹۱ ۔
۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۸ ۔
۶- بابو جانی بانکے لال رند ، شاید وکیل راجہ جے پور تھے ۔

کام میں ہیں ؟ اُن کا بھی کچھ حال مجھ کو معلوم نہیں ۔ منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمھاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی ۔ سو وہ بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں ۔ اگرچہ خط ان کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں ، اور تم سے تو بعد ہی ہے ۔ پھر تمھاری خیر و عافیت کیا لکھیں ۔

بہرحال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خان صاحب آپ سے ملیں گے ۔ یہ بہت عالی خاندان ہیں ۔ نواب[1] ذوالفقار خان اور نواب اسد خان کی اولاد میں سے ہیں اور تمھارے ماموں صاحب ، یعنی نواب محمد میر خان مغفور کے بڑے

۱۔ نواب اسماعیل ذوالفقار خاں : آصف خاں کے نواسے اور نواب اسد خاں ہم زلف شاہ جہان کے فرزند تھے ۔ اسد خاں کا اصل نام سید محمد ابراہیم تھا ۔ شاہ جہان کے عہد میں بخشی دوم ، پھر سہ ہزاری منصب دار ہوے ۔ عالم گیر کو ان سے بڑی محبت تھی ۔ اسی نے ۲۶ رجب ۱۰۸۶ھ کو ہفت ہزاری منصب اور عمدۃ الملک کا خطاب دے کر وزیر اعظم بنایا ۔ ترقی کرتے کرتے نواب عمدۃ الملک امیرالامرا آصف الدولہ اسد خاں فدوی خاص ہوے ۔ شاہ عالم کے زمانے میں وکیل مطلق ہوے ۔ عہد جہاندار شاہ میں بھی معزز رہے لیکن فرخ سیر نے انھیں پنشن دے کر خانہ نشین کر دیا ۔ آخر نوے سال کی عمر پا کر ۱۱۲۹ھ میں انتقال کرگئے (وقائع عالم گیری ، نبی احمد ، صفحہ ۱۹۳ ، طبع اعظم گڑھ) ۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ ، اسد خاں کے بیٹے اور باپ کی طرح بے حد شجاع و جری تھے ۔ عالم گیر کے زمانے میں چنجی کا قلعہ فتح کر کے عزت حاصل کی ۔ ناصر علی سرہندی نے اس موقع پر جو قصیدہ لکھا اس کا مطلع تھا :

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۵ پر)

دوست ہیں - اب یہ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں ، آپ اُن کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور راج کا حال سب اُن پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے اُن کو ملوا دیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوائیے تو یہ میرا خط ، جو آپ کے نام کا ہے ، جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے - کیا خوب ہو کہ یہ اس سرکار میں نوکر ہوجاویں ، اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راج سے اُن کی رخصت بہ آئین شائستہ عمل میں آوے - نواب اسد خاں عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر اُن کا بٹھایا ہؤا تھا - جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو از روئے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی اور خود فرخ سیر پر کیا گذری - قصہ کوتاہ ان کی تقریب میں جو مدارج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ ان کی بہبود میں کوشش کریں گے ، احسان مجھ پر ہوگا - زیادہ زیادہ -

اسداللہ

[۱۸۵۲ع[1] ؟]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴)

اے شان حیدری ز جبین تو آشکار نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

بڑے سخی تھے اور باپ کی اطاعت میں شہرت تھی - بہادر شاہ نے ''امیرالامرا صمصام الدولہ'' خطاب دے کر ہفت ہزاری منصب کے ساتھ دکن کا صوبہ دار مقرر کیا - جہاں دار کے زمانے میں فرخ سیر نے حملہ کر کے شکست دی تو یہ جہاں دار کو بادشاہ کے سامنے لے کر حاضر ہوئے - فرخ سیر نے اس بیدار مغز امیر کو بادشاہ کے ساتھ ۱۱۲۴ھ میں قتل کروا دیا - (وقائع عالم گیری ، صفحہ ۱۸۳ - نیز دیکھیے ''منتخب التواریخ'' خافی خاں ، طبع کلکتہ ، جلد دوم صفحہ ۷۳۲ بیعد) -

۱- مہیش نے ۱۸۵۲ع ، مہر صاحب نے ۱۸۵۴ع ، تجویز کیا ہے -

[۱۴۵] ایضاً (۳)

سید صاحب[1] ، جمیل المناقب ، عالی خاندان ، سعادت[2] و اقبال توامان !

مجھ کو اپنی یاد سے غافل اور سید احمد کی خدمت گزاری سے فارغ نہ سمجھیں - پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے - یہ بہنیں اور ان کا بھائی باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل آئے گی - صامت و ناطق ، سیم و زر ، روپیہ اشرفی ، سنتا ہوں کہ کچھ نہیں - ہاں جاداد ، سو سید کے اظہار سے معلوم ہؤا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی ، کرایہ اس کا تقسیم ہو جائے گا - میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا ؟ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا ، وہاں میاں بھی بیٹھا تھا - باہم ان دونوں صاحبوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں ، وہ بھی میری مانند حیرت زدہ تھے - قضا و قدر پر چھوڑو ، نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو - گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں ، نقد مال کا پتا نہیں - املاک کا کرایہ بٹ رہے گا ، گھبراتے کیوں ہو ؟ یہ دلی والوں کی خفقانیت کے حالات ہیں -

تمھارا بھتیجا ، یعنی حیدر حسن[3] خان بچ گیا ، عوارض کی آندھی دفع ہوگئی ، توقع زیست کی قوی ہے ، صرف طاقت کا آنا باقی ہے - صدمہ بڑا اٹھایا ہے ، مہینہ بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے - انشاء اللہ العلی العظیم -

صبح دوشنبہ ۲۵ مئی سنہ ۱۸۶۳ع[4]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۰۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۱ ، مہیش صفحہ ۱۱۰ ، مہر صفحہ ۵۹۴ -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۹ -

۳- حیدر حسن کی علالت پر مفصل روشنی خط نمبر ۱۴۷ سے ملتی ہے -

۴- اردوے معلیٰ طبع مجیدی صفحہ ۱۴۹ پر ۱۸۹۳ع درج ہے -

[۱۳۶] ایضاً (۴)

پیر[1] و مرشد !

آج نواں دن ہے ۔ حسین[2] مرزا صاحب الور گئے ۔ اگر ہوتے تو اُن سے پوچھتا کہ حضرت میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا ؟ اور حاشیے اس پر کس نے چڑھائے؟ خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت کیا سمجھے ۔ اب یہ حقیقت مجھ سے سنیے : ۱۸۶۲ء یعنی سال گذشتہ میں 'قاطع برہان'' چھپی ، پچاس جلدیں میں نے مول لیں ۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں ۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمھارے کس کام کی ہے ، تمھیں[3] نہ دی ۔ تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہ گار تھا ۔ اب کوئی جلد باقی نہیں ہے ۔ رہا دیوان ،

۱- مجتبائی صفحہ ۱۰۷ ، مجیدی صفحہ ۱۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۹۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۲ ، مہیش صفحہ ۵۹۴ ، مہر صفحہ ۱۱۱ -

۲- حسین مرزا ، سادات موسوی نیشاپوری سے تعلق رکھتے تھے ۔ برہان الملک میر محمد امین سعادت خاں کے بھانجے غیاث الدین محمد خاں اپنے ماموں کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے تھے ۔ انھی نواب غیاث الدین محمد کے بیٹے حسام الدین حیدر اور سید محمد رند تھے ۔ حسام الدین حیدر کی والدہ قاسم بیگ سبزواری کی صاحب زادی تھیں ، جن کے انتقال کے بعد نواب نجف خاں کی صاحب زادی سے عقد کیا ۔ سید محمد رند انھی کے بطن سے تھے ۔

حسام الدین حیدر کے بیٹے تھے سیف الدین حیدر خاں اور ذوالفقار الدین حیدر خاں ۔ حسین مرزا ذوالفقار جنگ ان کے بھانجے تھے یوسف مرزا ۔ حسین مرزا ناظر قلعہ تھے ۔ ۲۶ اپریل ۱۹۱۰ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۰۷ھ کو انتقال ہوا (قیصر التواریخ ، جلد ۱ ، صفحہ ۲۹ ، طبع سوم لکھنئو ۔ خطوط غالب مہر صفحہ ۳۸۷) ۔

۳- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۳۰ ۔

اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو ، تو وہ اس عرصے میں دلی اور کان پور ، دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرے میں چھپ رہا ہے ۔ فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا ، پھر نہیں چھپا ۔ مگر ہاں ، سال گذشتہ میں منشی نول کشور نے شہاب الدین خاں کو لکھ کر کلیات فارسی ، جو ضیاء الدین خاں نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا ، وہ منگالیا اور چھاپنا شروع کیا ۔ وہ پچاس جزو ہیں ، یعنی کوئی مصرع میرا اس سے خارج نہیں ۔ اب سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے[۱] ۔ روپے کی فکر میں ہوں ، ہات آ جائے تو ۶۵ روپے بھیج کر بیس جلدیں منگواؤں ۔ جب آ جائیں گی ، ایک آپ کو بھیج دوں گا ۔

نواب محی الدین خاں صاحب کا حال سن کر جی بہت خوش ہوا ۔ میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارک باد دینا ۔

[ستمبر[۲] ۱۸۶۳ء]

[۱۴۷] ایضاً (۵)

حضرت[۳] !

آپ کے خط کے جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میاں کے آنے کا ۔ اب جو وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا ۔ سنو صاحب !

۱۔ یہ خبر جون ۱۸۶۳ء کے بعد کی ہے ۔

۲۔ یہ تاریخ مہیش پرشاد نے لکھی ہے ۔ مہر صاحب نے اس خط کو ۲۵ مئی ۱۸۶۳ء کے بعد والے خط سے مؤخر کیا ہے لیکن تاریخ نہیں دی ۔

۳۔ مجموعۂ [illegible]ئی صفحہ ۱۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۵۰ ، مبارک علی صفحہ ۹۵ ، [illegible]ن صفحہ ۱۲۳ ، مہیش صفحہ ۱۱۰ ، مہر صفحہ ۵۹۳ ۔

ایک منشی محمد تقی ہی تو نہیں ، یہاں تو ساتا روہن[۱] ہے - محمد تقی ایک ، اس کی دو بہنیں تین ، منشی آغا جان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار ، یہ سات مدعی - ایک ان میں سے سید کی بی‌بی بھی سہی - نہ وہ حکام ہیں جن کو میں جانتا تھا ، نہ وہ عملہ ہے جس سے میری ملاقات تھی ، نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جن کو پچاس برس میں نے دیکھا ہے - ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں ، یا حافظ یا حفیظ ورد زبان ہے - تمھارے بھائی غلام حسین خاں مرحوم[۲] کا بیٹا حیدر حسن خاں ، خدا ہی ہے جو بچے - آج تیرھواں دن ہے کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے ، نہ دست بند ہوتے ہیں ، نہ قے موقوف ہوتی ہے - چارپائی کاٹ دی ہے ، حواس زائل ہوگئے ہیں ، انجام اچھا نظر نہیں آتا ، کام تمام ہے - والسلام والاکرام -

مرقومہ[۳] ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۹ ہجری
عافیت کا طالب غالب

۱- ساتا روہن ہونا : بہت سے آدمیوں کا مل کر کسی کو لوٹنا ، اذیت دینا - 'ساتاروھن' (چھ بھیڑیوں اور ایک کتے کا مل کر کسی پر حملہ کرنا) عورتوں کا محاورہ ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۱ - نیز دیکھیے خط نمبر ۱۴۵ -

۳- مطابق چہار شنبہ ۱۳ مئی ۱۸۶۳ء جسے مہر صاحب نے متن خط میں داخل کر دیا ہے -

[۱۴۸] بنام چودھری عبدالغفور' المتخلص بہ سرور (۱)

جناب[۲] چودھری صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا ، اور یہ وقت صبح کا ہے ، دن بدھ کا ، ربیع الثانی کی بیسویں [۱۲۷۵ھ] اور دسمبر کی پہلی [۱۸۵۸ع[۳]] -

کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی -

حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نامور آدمی نہیں ہیں ، یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں ، طبابت کرنے لگے ہیں ، میرے بھی آشنا ہیں - صرف سلام علیک ، زیادہ ربط نہیں ہے - سو آن کا حال مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں ؟

۱- چودھری عبدالغفور صاحب - غالب کے شاگرد اور جناب صاحب عالم مارہروی کے مرید تھے - غالب کے خطوط کا پہلا مجموعہ 'مہر غالب' انھیں نے مرتب کیا تھا ، جو اضافے کے بعد 'عود ہندی' کے نام سے چھپا - سرور خوش خط تھے اور غالب کی فرمائش سے صاحب عالم مارہروی کے خط اپنے قلم سے لکھا کرتے تھے اور اگر کبھی صاحب عالم خود لکھ دیتے تو مرزا وہ خط سرور کو واپس کر کے صاف لکھواتے تھے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۷۳ ، مبارک علی صفحہ ۹۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۳ ، مہر صفحہ ۴۷ - عود ہندی ترتیب حنیر طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۴ -

۳- دونوں سنہ جنتری سے دیکھ کر بڑھائے گئے ہیں - متن میں سنہ نہیں ہیں -

آگے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے۔ حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بہ دستخط خاص لکھی۔ واللہ باللہ! نہ مجھ سے، نہ اور کسی سے پڑھی گئی۔ ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمائیے گا۔ مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کرکے مجھ کو بھجوائیے گا، ضرور اور جلد۔

شفیق مکرم جناب چودھری[1] غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

[۱۴۹] ایضاً (۲)

جناب عالی!

آپ کا تفقد نامہ[2] مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دو شنبہ پہنچا۔ پہلے تو ان تاریخوں کے حساب کے تطابق میں

۱- ''عود ہندی'' طبع اول میں ''چودھری صاحب غلام رسول''۔ یہ غلام رسول، عبدالغفور سرور کے چچا تھے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۰۹، مجیدی صفحہ ۱۷۳، مبارک علی صفحہ ۹۶، رام نرائن صفحہ ۱۲۴، مہر صفحہ ۳۸۷، عود ہندی نسخۂ مجلس ترقی ادب صفحہ ۵۷۔ جنتری میں گیارہ شعبان ۱۲۷۶ھ، ۵ مارچ ۱۸۶۰ع کو دوشنبہ ہے۔ لیکن 'دستنبو' کا نسخہ ۲۸ نومبر ۱۸۵۸ع کو گورنر کے نام بھیجا (عود ہندی، مجلس صفحہ ۳۰۶)۔ ۱۰ مارچ ۱۸۵۹ع کو رسید آئی اور ۱۴ مارچ ۱۸۵۹ع کو قصیدے کی رسید آئی۔ منٹگمری کو جو قصیدہ بھیجا تھا اس کی رسید بھی اپریل کے آخر تک ملی۔ اس لیے زیر نظر خط کو اپریل سنہ ۱۸۶۰ع کا خط ماننا کچھ عجیب سا ہے، یعنی غالب ایک دو نہیں، تین چار باتیں اس طرح لکھتے ہیں جیسے تازہ خبریں ہیں، پورے ایک سال گزرنے کا گمان نہیں ہوتا۔

الجھا ، پھر خط[1] کے جلد پہنچنے سے بہت خوش ہوا ۔ ڈاک کیا ہے ، خاک ہے ۔ خیر ، ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا ۔ خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ، ورنہ یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا ۔

حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے ۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخۂ ''دستنبو'' بسبیل ڈاک بھیجا تھا ۔ ان کا خط فارسی مشعر تحسینِ عبارت و قبولِ صدقِ ارادت و مودت بسبیل ڈاک آ گیا ۔ پھر قصیدہ بہاریہ تہنیت و مدحت میں بھیجا ، اس کی بھی رسید آ گئی ۔ وہی ''خان صاحب بسیار مہربان دوستان'' القاب اور کاغذ افشانی ۔ ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمروِ پنجاب کی مدح میں بہ توسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا ۔ اس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بہ توسط کمشنر بہادر کل مجھ کو آ گیا ۔ پنشن ابھی تک مجھ کو نہیں ملی ۔ جب ملے گی حضرت کو اطلاع دی جائے گی ۔ پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل ہوں ۔ ان کے تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجا لایا ۔

اے حضرت ! جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارک باد ادا کی گئی تھی ۔ نہ عبارت آرائی ، نہ طبع آزمائی ۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے ۔ آپ کا بھی تو مارچ کا خط مجھ کو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۲ ۔

جناب شیخ صاحب[1] کیوں مجھ کو محجوب کرتے ہیں ؟ اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے۔ قصیدہ و مثنوی بھیج دیجیے ، لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا ، بے تکلف عرض کر دوں گا ۔ میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ[2] ان سے لے کرجلد بھیج دیجیے ۔

اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اورکہیے کہ حضرت خلاصۂ مکتوب سابق یہی الفاظ ہندی تھے ۔ شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو ۔ یہ شادی[3] بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور آن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو۔ فیض علی خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے ۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہوں گا ۔ خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں ۔ یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا ، کاتب وہی ہے جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے ۔

[آخر اپریل[4] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۱۵۰] ایضاً (۳)

جناب[5] چودھری صاحب !

آپ کے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے

۱- شیخ عطا حسین مراد ہیں ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۳ ۔

۳- شادی کی تہنیت کا ذکر خط بنام سرور مارچ ۱۸۵۹ع میں موجود ہے ۔ دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۴۳ و ۵۱ ۔

۴- آغاز خط کی بنا پر اسے آخر اپریل ۱۸۶۰ع اور مضامین خط کی بنا پر آخر اپریل ۱۸۵۹ع کی تحریر ماننا پڑتی ہے ۔

۵- مجتبائی صفحہ ۱۱۰ ، مجیدی صفحہ ۱۴۷ ، مبارک علی صفحہ ۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۵ ، مہر صفحہ ۴۹۴ ، عود ہندی صفحہ ۶۳ ۔

کی حیرت باعث اس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں - اور با آں کہ خط جواب طلب نہ تھا ، جواب لکھوں -

بندہ پرور ! میں نے پارسل[1] کی رسید لے لی تھی ، اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی - انھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے ، اب اس پارسل کی جواب دہی وہاں والوں کے ذمے ہے - یہ سن کر میں نے یوں مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیج دوں ، آپ سکندرہ راؤ کے ڈاک خانہ میں بھجوا کر ان سے پارسل منگوالیں - اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں -

والسلام -

[مئی[2] ببعد ۱۸۵۹ع]

۱- بظاہر پارسل سے مراد شیخ عطا حسین کے قصیدہ و مثنوی کا پیکٹ پارسل ہے - عود ہندی اور اردوے معلیٰ کے خطوں کی ترتیب سے یہی اندازہ ہوتا ہے - نیز دیکھیے خط نمبر ۱۵۲ -

۲- ابھی ایک خط میں یہ پڑھ چکے کہ عطا صاحب اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیج دیں ، پھر ایک خط آ رہا ہے جس میں اس کلام کے آنے کی خبر ہے ، اس خط میں اسے بعد اصلاح بھیجنے کی اطلاع ہے ، اس لیے یہ خط مئی یا اس کے ایک ماہ بعد ۱۸۵۹ع میں فرض کرنا چاہیے - جناب مہر صاحب نے اسے ۱۸۶۲ع کا مکتوب فرض کیا ہے - اگر عود ہندی اور اردوے معلیٰ کے سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ۱۸۶۲ع قرین قیاس نہیں ہوتا - دیکھیے حاشیہ عود ہندی ، صفحہ ۶۴ ، نیز خط نمبر ۱۵۱ طبع ہذا -

[۱۵۱] ایضاً (۴)

جناب[1] چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہرگستری کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ آپ کا خط مع قصیدہ[2] و مثنوی پہنچا ، مثنوی کو جداگانہ بطریق پمفلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں ۔ لفافہ اس کا بھی آپ کے نام کا ہے ۔

آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد[3] اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا ۔ آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ۔ ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک[4] آ جاتے تو ممکن تھا ، مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرر رکھتا ہے ۔ اگر خبر نہ ہو ، تو نہ ہو[5] ، اور اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے ۔ زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے ۔ یہ پنجاب احاطے میں شامل ہے ۔ نہ قانون ، نہ آئین ، جس حاکم کی جو رائے میں آوے ، وہ ویسا ہی کرے ۔ بہ ہر حال [مصرعہ[6]] :

اے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ

۱- مجتبائی صفحہ ۱۱۰ ، مجیدی صفحہ ۱۷۴ ، مبارک علی صفحہ ۹۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۲٦ ، مہر صفحہ ۳٦۸ ، عود ہندی صفحہ ٦۱ ۔

۲- دیکھیے سرور کے نام خط نمبر ۲ ، جس میں ہے : ''قصیدہ و مثنوی بھیج دیجیے ، لطف اٹھاؤں گا'' ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۴ ۔

۴- مہر صاحب : ''میرے مکان پر آ جائے'' ۔

۵- مہر صاحب : ''اور'' ندارد ۔ عود ہندی : ''اگر نہ خبر ہو تو نہ ہو اور'' ۔

٦- ''مصرعہ'' اردوے معلیٰ میں نہیں ہے ، عود ہندی طبع اول سے نقل کیا گیا ۔

انشاء اللہ العظیم ، دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائے گی ، مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی بر نہ آئے گی - میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمھاری ملاقات اس طرح سے ہو کہ ہم تم ہوں ، اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں ، اور باہم حرف و حکایت کریں - اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں - حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے[1] دے گا -

صاحب ! یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی[2]- ہے ہے ! اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہوں گے ، تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہوگی - مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انھیں کے معلوم ہوتا ہے - چونکہ اصل کاغذ[3] میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے ، اس واسطے انجام و آغاز ، اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا - حک و اصلاح کو آپ بہ نظر اصلاح[4] ملاحظہ[5] فرمائیں - میں نے حسب دستور ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے - شیخ[6] صاحب سے میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں ، دور ہوں ، معذور ہوں ،

۱- یہ جملہ آئندہ خطوط میں تعین تاریخ میں مدد دیتا ہے -
۲- خطوط غالب ، مہر و عود ہندی طبع اول : "مرثیہ ہوگئی ہے- اس" ایک 'ہے' ندارد -
۳- عود ہندی طبع اول : "اصل کار" -
۴- خطوط غالب مہر بجائے "اصلاح" "امعان" کر دیا ہے - حالانکہ اردوے معلیٰ اور عود ہندی کے نسخوں میں 'اصلاح' ہی ہے -
۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۵ -
۶- عود ہندی طبع اول : "میرا سلام شیخ صاحب سے" -

نہیں کر سکتا ، اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا ۔ خدا تمہارا نگہبان رہے ۔ والسلام

[مئی سنہ[1] ۱۸۵۹ع]

[۱۵۲] ایضاً (۵)

شفیق[2] مکرم ، مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا ، میرا رنج و تشویش مٹایا ۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی ۔ میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ، ان کا باپ میرا بڑا یار تھا ۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا ۔ اب [3]سبیل اچھی نکل آئی ۔ چودھری صاحب کے ذریعہ سے جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہوگا ، بھجواؤں گا ۔

جناب چودھری صاحب ! آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے ، یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں ۔ تفصیل یہ[4] کہ مولوی محمد باقر دہلوی

۱۔ عبدالغفور کے نام خط نمبر ۲ میں شیخ صاحب کو اجازت روانگی قصیدہ و مثنوی دے چکے ہیں اور وہ خط آخر اپریل ۱۸۵۹ع کا ہے ، اس لیے یہ خط ، خط نمبر ۳ سے پہلے اور مئی کا ہے ۔ مہر صاحب نے اس خط کی تاریخ '۱۸۵۸ع کا کوئی مہینہ' لکھا ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۹۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۷ ، مہر صفحہ ۳۸۲ ، عود ہندی صفحہ ۶۷ ۔

۳۔ عود ہندی طبع اول : ''کہ اب سبیل اچھی نکل آئی'' ۔

۴۔ عود ہندی طبع اول : ''تفصیل یہ ہے کہ'' ۔ اردوے معلیٰ طبع فاروقی و نامی و خطوط غالب مہر طبع اول میں ''مولوی باقر علی دہلوی'' مبارک علی : 'باقر دہلوی' — مولوی محمد باقر دہلوی ، مولانا محمد حسین آزاد کے والد اور دہلی کے جہاد آزادی ۱۸۵۷ع کے مجاہد و شہید ہیں ۔ دیکھیے تاریخ نظم و نثر ، از آغا محمد باقر صاحب دہلوی ، طبع جدید لاہور ۔

کے مطبع میں سے ایک اخبار "ہر مہینے میں چار[1] بار نکلا کرتا تھا، مسمیٰ بہ "دہلی اُردو اخبار" - بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں - اگر احیاناً آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں، تو اکتوبر سنہ ۱۸۳۷ع سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی[2] کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکّے ان کے نام کے کہہ کر نذر کرنے کا ذکر مندرج ہو - بے تکلف وہ اخبار چھاپے کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجیے - آپ کو معلوم

۱- عود ہندی طبع اول : "چار بار نکلا کرتا" -

۲- بہادر شاہ ظفر شب جمعہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ - ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷ع کو ترسٹھ سال دس ماہ کی عمر میں تخت نشین ہوئے - سکہ قرار پایا :

به سیم و زر زده شد سکهٔ به فضل الله
سراج دین ابوالمظفر شه بهادر شاه

(دیکھیے جام جم، مشمولہ مقالات سرسید، حصہ شانزدہم، طبع مجلس ترقی ادب لاہور - امداد صابری نے "سنہ ۱۸۵۷ع کے مجاہد شعرا" صفحہ ۹۱ طبع اول دہلی میں ۳۰ ستمبر ۱۸۳۷ع، مطابق ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہفتہ، اور قاموس المشاہیر میں ۲۸ مئی ۱۸۳۷ع ۸، ۲ جمادی الثانی ۱۲۵۳ع"- تلامذۂ غالب صفحہ ۲۰۹ میں ۲۸ ستمبر ۱۸۳۷ع درج ہے) غالب نے اکتوبر ۸۰ غلطاً لکھ دیا ہے -

سنہ ستاون میں جب نئے سکے کا سوال پیدا ہوا تو مولوی ظہور علی ظہور نے سکہ کہا - جیون لال نے رپورٹ کی کہ غالب نے سکہ لکھا، اس لیے پنشن بند ہو گئی - معاصر اخبارات لکھتے ہیں کہ غالب ایک مرتبہ آغاز غدر میں حاضر دربار ہوئے تھے اور بس -

رہے کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ سنہ ۱۸۳۷ع میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزارنے ہیں ۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائیں ۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل[1] کسی اور شہر میں کوئی[2] آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اس پر علم ہو ، تو وہاں سے منگوا بھیجیے ۔ والسلام مع الاکرام

[جون[3] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۱۵۳] ایضاً (۹)

شفیق[4] میرے ، عنایت فرما [میرے] !

تمھاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی ۔ میں نے کلکتہ[5] میں مہتمم مطبع "جام جہاں نما" کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے ، آپ بھی اب فکر نہ کیجیے ۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آ جائے تو مجھ کو بھیج دیجیے ، میرے پاس آئے گا تو میں تم کو اطلاع دے دوں گا ۔

عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا ؟ اس کی پرسش زائد میں خدمت گزاری کو حاضر ہوں ۔ وہ جب چاہیں اپنا کلام

۱۔ عود ہندی طبع اول : "بہ مثل" ندارد ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳٦ ۔

۳۔ دیکھیے خط نمبر ۸ بنام سرور ، اور بنام یوسف مرزا ، و بنام مجروح ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۷٦ ، مبارک علی صفحہ ۹۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۸ ، مہر صفحہ ۳۸۲ ، عود ہندی صفحہ ٦۹ ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "عنایت فرما" ۔ عود ہندی طبع اول میں "عنایت فرما میرے" ۔

۵۔ مہر : "کلکتہ میں" ندارد ۔

بھیج دیں ، میرا سلام اور یہ پیام کہہ دیجیے گا ۔

صاحب ! تم نے ہمارے پیر و مرشد کو ہم پر خفا کر دیا ۔ بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں ، کبھی تم کو تو فرماویں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا ۔ بہ ہر حال میرا سلام نیاز عرض کیجیے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ اگر خدا نخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے ؟ اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہنچائیے گا اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا ۔

[جون سنہ ۱۸۵۹ع[1]]

[۱۵۴] ایضاً (۷)

میرے[2] شفیق دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے !

دیکھو ، میرے حواس کا اب یہ عالم[3] ہے کہ تمھارے نام کی جگہ تمھارے چچا صاحب کا نام لکھتا تھا ۔ اسی طرح سابق کے خط میں سرنامے پر یہ لکھا گیا ہوگا :

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند
کنوں ببیں کہ چہ خوں می چکد زہر نفسش

جو[4] خطوط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ، ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی ۔ آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے

۱۔ دیکھیے خط نمبر ۱۵۱ ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۱۲ ، مجیدی صفحہ ۱۷۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۲۹ ، مہر صفحہ ۴۸۶ ، عود ہندی صفحہ ۷۱ ۔
۳۔ خطوط غالب مہر : 'جو خط کہ آپ کے' ۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۷ ۔

سے میرے دل نشیں اور خاطر نشان ہے ، جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے :

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا ۔ میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اس کے نکل جائے گا ۔ بندہ پرور ! میرا کلام کیا نظم ، کیا نثر ، کیا اردو ، کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہؤا ۔ دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کر لیا کرتے تھے ، سو ان کے لاکھوں روپے کے گھر لٹ گئے ، جس میں ہزاروں روپے کے کتاب خانے بھی گئے ، اس میں وہ مجموعہ ہائے پریشاں بھی غارت ہوئے ۔ ہیں خود اس مثنوی کے واسطے خون در جگر ہوں ۔ ہائے کیا چیز تھی ۔ پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے ، خدا نے بچایا ۔ چوں کہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ، از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لیے ۔

[جولائی[1] ۱۸۵۹ء]

[۱۵۵] ایضاً (۸)

میرے[2] کرم فرما ، میرے شفیق !

شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

۱۔ خطوط کے سیاق و سباق سے ۱۸۵۹ء کا ماہ جون ، جولائی یا اگست کا اندازہ ہوتا ہے ۔ نیز دیکھیے حاشیہ عود ہندی (مرتبہ حقیر صفحہ ۷۳) ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۱۳ ، مجیدی صفحہ ۱۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۰ ، مہر صفحہ ۳۶۸ ، عود ہندی صفحہ ۸۳ ۔

آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر[1] اس التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی ، لیکن اغلب و اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی - یہ خط ناچار از روے اضطرار واپس بھیجتا ہوں ، واسطے خدا کے میرے پیر[2] و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے بھیج دیجیے تاکہ مجھ بد نصیب کو معلوم ہوکہ حضرت نے کیا لکھا ہے - جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام نیاز - اُستاد[3] شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام -

[سنہ[4] ۱۸۶۱ع]

[۱۵۶] ایضاً (۹)

میرے[5] شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے - کل انشاء کا پارسل

۱- خطوط غالب ، مہر : ''منحصر التماس پر'' -

۲- 'پیر و مرشد' سے صاحب عالم صاحب مارہروی مراد ہیں -

۳- شیخ عطا حسین صاحب کسی مدرسے کے استاد تھے -

۴- جناب مہر صاحب نے اسی سرور کے نام پہلا خط یعنی ۱۸۵۸ع و ما قبل کا فرض کیا ہے حالانکہ عود ہندی میں اس کا نمبر ۱۹ اور اردوے معلیٰ میں ساتواں مکتوب ہے - پھر صاحب عالم کے خط کی واپسی اور غلام رسول صاحب اور عطا حسین صاحب کا ذکر اس انداز میں ہے کہ سابقہ خطوط کے مقابلے میں اجنبیت سے زیادہ مانوسیت ٹپکتی ہے ، اس لیے میں اسے ۱۸۶۱ع کے لگ بھگ کی تحریر فرض کرتا ہوں - ہو سکتا ہے کہ عبدالغفور سرور نے کچھ التواے مراسلات کے بعد شکایت لکھی ہو اور مرزا نے کسی قدر ناراضگی میں یہ جواب دیا ہو ، جیسا کہ خط کے انداز سے محسوس ہوتا ہے -

۵- مجتبائی صفحہ ۱۱۴ ، مجیدی صفحہ ۱۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۱ ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۳ پر)

پہنچا اور آج خط ۔ انشاء کا نام 'بہارستان'، اور آپ[1] کا تخلص 'سرور' 'بہارستان'[2] مضاف اور 'سرور' مضاف الیہ ، "بہارستان سرور" اچھا نام ہے ۔ قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا ، کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ دے گا اور اگر[3] نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا ۔

رفع فتنہ و فساد اور بلاد میں مسلّم ، یہاں کوئی طرح آسایش کی نہیں ہے ۔ اہل دہلی عموماً برے ٹھہر گئے ، یہ داغ ان کی جبین حال سے مٹ نہیں سکتا ، میں اموات میں ہوں ۔ مردہ شعر کیا کہے گا ؟ غزل کا ڈھنگ بھول گیا ، معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے ؟ رہا قصیدہ ، ممدوح کون ہے ؟ ہائے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے [شعر[4]]

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح
اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲)

رام نرائن صفحہ ۱۳۰ ، مہر صفحہ ۴۸۶ ، عود ہندی صفحہ ۸۴ ۔

۱- عود ہندی طبع اول میں ، عبارت میں 'اب' کا اضافہ ہے ، یعنی "اب آپ کا تخلص سرور ۔"

۲- خطوط غالب مہر میں ایک سطر موجود نہیں یعنی : "بہارستان ، مضاف اور سرور مضاف الیہ ، بہارستان سرور" ندارد ۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۸ ۔

۳- خطوط غالب ، مہر میں 'اگر' ندارد ۔

۴- عود ہندی طبع اول سے نقل ہے ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ساٹھ کی رقم بطور علامت لکھی ہے ۔

گزرتا ہے ، اشرفیاں نہیں - اور خلعت ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ ، سرپیچ ، مالائے مروارید مجھ کو ملا کرتا ہے۔ اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں - دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں ، پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں ؟ صناعت شعر اعضاء و جوارح کا کام نہیں ، دل چاہیے ، دماغ چاہیے ، ذوق چاہیے ، امنگ چاہیے - یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں ؟ چونسٹھ برس کی عمر ، ولولۂ شباب کہاں ؟ رعایت فن ، اس کے اسباب کہاں ؟ انا للہ و انا الیہ راجعون[1] -

پیر[2] و مرشد کو سلام نیاز پہنچے -'کف الخضیب' صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے - اس کے طلوع کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں - اختر شناسان ہند کو اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا - قبول دعا وقت طلوع منجملۂ مضامین شعری ہے ، جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا[3]

۱- خطوط غالب مہر میں یہ خط یہیں ختم ہو گیا ہے اور اس کا بقیہ حصہ خطوط بنام صاحب عالم میں لکھا گیا ہے - اردوے معلیٰ طبع رام نرائن لعل الہ آباد ، اردوے معلیٰ طبع کان پور و فاروقی وغیرہ میں اس کے بعد 'ایضاً' لکھ کر خط شروع کردیا ہے ، گویا یہ خط بھی سرور کے نام ہے حالانکہ یہ غلط ہے - دیکھیے اردوے معلیٰ اور عود ہندی طبع اول -

۲- عود ہندی طبع اول میں اس عبارت کی بغل میں حاشیے پر یہ عبارت بھی ہے اور یقیناً غالب نے اصل خط میں لکھی ہو گی : ''یہاں سے روے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ہے'' لیکن اردوے معلیٰ طبع اول میں یہ عبارت موجود نہیں - اس وجہ سے اسے مستقل خط فرض کر لیا گیا ہے -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۳۹ -

اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا - آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذیِ چشم رکھے[1] ، کچھ اثر نہ ہؤا - ایران و روم و فرنگ سے انواع[2] کپڑے منگوائے ، چاندنی میں پھیلائے ، مسکا بھی نہیں -

تحویل آفتاب بہ[3] حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے - کبھی ۲۱ ، کبھی ۲۳ ، بھی آ پڑتی ہے ؛ اس سے تجاوز نہیں ؛ رہا طالع وقت تحویل درست کرنا ، بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہیں - میرے پاس یہ دونوں باتس نہیں : [بیت]

نہ دانم کہ گیتی چساں مے رود
چہ نیک[4] و چہ بد در جہاں مے رود

میں تو اب روز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری ، اب دیکھیے موت کیسی ہو - [شعر]

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے -

سکتّے[5] کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب - کس سے کہوں ، کس کو گواہ لاؤں ؟ یہ دونوں سکتّے ایک وقت میں کہے گئے ہیں ، یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو

۱- خطوط غالب : ”رکھے ، اس کا کچھ اثر نہ ہوا“-
۲- خطوط غالب ، مہر : ”انواع انواع“ - عود ہندی طبع اول : ”کپڑے منگائے -“
۳- عود ہندی طبع اول : ”برج حمل -“
۴- عود ہندی سے نقل ہے - اردوے معلیٰ : ”چہ نیکو چہ بد“-
۵- دیکھیے زیر نظر اردوے معلیٰ کا خط نمبر ۴ بنام سرور -

ذوق نے یہ دو سکّے کہہ کر گزرانے ۔ بادشاہ نے پسند کیے ۔ مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے ، انھوں نے ''دلی اردو اخبار'' میں یہ دونوں سکے چھاپے ۔ اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتے میں یہ سکے سنے ہیں اور ان کو یاد ہیں ۔ اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے [ہیں][1] : میں نے ہر چند قلمرو ہند ہیں ''دلی اردو اخبار'' کا پرچہ ڈھونڈھا ، کہیں ہاتھ نہ آیا ۔ یہ دھبا مجھ پر رہا ۔ پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان ، خلعت و دربار بھی مٹا[2] ۔ خیر جو کچھ ہوا چوں کہ موافق رضاے الٰہی کے ہے ، اس کا گلہ کیا ۔ [شعر]

چوں جنبش سپہر بہ فرمان داور است
بیداد نبود آنچہ بہ ما آسماں دہد

یہ تحریر بہ طریق حکایت ہے ، نہ بہ سبیل شکایت ۔

گویند : از ابوالحسن[3] خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری ؟ فرمود : کدام حال خواهد بود کسی را کہ خدا از وی فرض طلبد و پیمبر سنت ، و زن نان خواهد و ملک الموت جان ۔

قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے ۔

۱- عود ہندی : ''ہوے ہیں'' اردوے معلیٰ ''ہیں'' ندارد ، عود ہندی طبع اول : ''گذارنے'' بذال معجمہ ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، صفحہ ۱۴۰ ۔

۳- ابوالحسن خرقانی : شیخ علی بن احمد (یا علی بن جعفر) بظاہر ۳۵۲ ہجری میں پیدا ہوے اور سہ شنبہ دہم محرم ۴۲۵ھ میں وفات پائی ۔ ابو سعید ابوالخیر ، بو علی سینا وغیرہ کے معاصر اور اکابر صوفیا میں تھے ۔ ('کارنامہ' بزرگان ایران' صفحہ ۱۱۹) ۔

"قاطع برہان" چودھری صاحب کی نثر کے اجزاء کے ساتھ بھیجا جائے گا (کذا) ۔ بہ مقابلہ 'برہان قاطع' منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے ۔

مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونیِ عمر و دولت پہنچے ۔

[اگست' (؟) ۱۸۵۹ع-صفر (؟)/۱۲۷۶ ہجری]

[۱۵۷ا] ایضاً (۱۰)

میرے' مشفق !

آپ کا خط آیا اور اس کے آنے نے تمھاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا ۔ ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں ۔ اگر اس کو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اٹھ جائے گا اور رجسٹری کا درد سر جاتا رہے گا ۔ آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی ، آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں ۔

۱- جناب عرشی اس خط کو "تقریباً ۱۸۶۱ع" کا قرار دیتے ہیں ۔ (دیوان غالب ، دیباچہ ، صفحہ ۶۲) ۔ سہر صاحب ۱۸۵۹ع کا ۔ خط میں تعین تاریخ کے لیے تین سہارے ہیں ؛ ایک تو سکے کا قصہ ، دوسرے چونسٹھ برس کی عمر ، تیسرے قاطع برہان بھیجنے کا ذکر ۔ ہمیں معلوم ہے کہ سکے کا واقعہ جون ۱۸۵۹ع کے لگ بھگ شروع ہوا ۔ اسی سال مرزا کی عمر قمری حساب سے (جو اُن دنوں عام تھا) چونسٹھ سال ہوتی ہے ۔ قاطع برہان بھی اسی سال مکمل ہوئی ، اگرچہ اس کی اشاعت ۱۸۶۲ع میں ہوئی ۔ ۱۸۶۱ع میں مرزا ۶۵ برس کے تھے اور قاطع برہان بھی محروم اشاعت تھی ، پنشن بھی مل گئی تھی ۔ دیکھیے عود ہندی صفحہ ۹۰ حاشیہ ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۴—۵ بنام سرور ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۱۶ ، مجیدی صفحہ ۱۷۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۲ ، سہر صفحہ ۴۹۱ ، عود ہندی صفحہ ۹۰ ۔

پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں ۔ اس قاعدے کا جیسا کہ میں واضع[1] ہؤا ہوں ، بادی بھی ہؤا اور یہ خط بیرنگ بھیجا ۔ پنشن جاری ہو گیا ، تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا ۔ بعد ادائے قرض ستاسی[2] روپے گیارہ آنے بچے ۔ اب ماہ بہ ماہ روپیہ ملتا ہے ۔ مگر یہی تین مہینے ستمبر ، اکتوبر ، نومبر ملیں گے ۔ دسمبر سنہ ۱۸۶۰ع سے تنخواہ ششماہی ہو جائے گی ۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑہ سالانہ عموماً وضع ہؤا کرے گا ۔ اس حساب سے میرے حصے میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ۔ باسٹھ روپے آٹھ آنے کے ساٹھ رہیں گے ۔ کچھ رام پور سے ماہ بہ ماہ آتا ہے ۔ یہ دونوں آمدنیں[3] مل[4] کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے ۔

یہاں شہر ڈھے[5] رہا ہے ، بڑے بڑے نامی بازار ، خاص بازار ، اور اردو بازار ، اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا ، اب پتا بھی نہیں کہ کہاں تھے ۔ صاحبانِ امکنہ و دکاکین[6] نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی ۔ برسات بھر مینہ نہیں برسا ، اب تیشہ اور کدال کی طغیانی سے مکانات

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں 'واضح' حائے حطی سے ۔ عود ہندی طبع اول میں عین مہملہ سے ۔

۲۔ تمام روپے رقمی ہندسوں میں ہیں ۔

۳۔ خطوط غالب ، مہر میں 'آمدنیں' ایک ی سے ہے لیکن عود ہندی و اردوے معلیٰ میں دو ی ہیں ۔ نیز عود ہندی کا کاتب 'بڑھ کر' کو 'بڈھ کر' لکھتا ہے ۔

۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۱ ۔

۵۔ اردوے معلیٰ اور عود ہندی میں 'ڈہ رہا ہے' ۔

۶۔ فاروقی و خطوط غالب میں ''دکانیں'' ۔''باجرہ سولہ سیر گیہوں بارہ سیر'' ۔

گر گئے - غلہ گراں ہے ، موت ارزاں ہے - میوہ کے مول اناج بکتا ہے - ماش کی دال ۸ سیر ، باجرہ ۱۲ سیر ، گیہوں ۱۳ سیر ، چنے ۱۶ سیر[1] ، گھی ۱۰ (ڈیڑھ) سیر ، ترکاری مہنگی - ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار[2] کا مہینہ ، جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں - پانی گرم ، دھوپ تیز[3] ، روز لو چلتی ہے ، جیٹھ اساڑھ[4] کی سی گرمی پڑتی ہے -

حضرت رفعت[5] درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بہ انکسار تمام عرض کرتا ہوں - حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے ؟ میں نے مرشد زادے کے خط میں کب اپنا عزم لکھا ؟ یا کسی[6] نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روزِ روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں ؟ ہاں آپ کی قدم بوسی کی تمنا اور انور الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے ، اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لے جاؤں گا - تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے ، جو آغاز مکتوب میں چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہیں ، مع روداد[7] شہر معلوم کر لیجیے گا -

---

۱- اردو میں "چنے ۱۶ ، گھی" - متن میں عود ہندی سے تصحیح کی گئی ہے -
۲- مرزا "کوار" بغیر نون کے لکھتے ہیں -
۳- خطوط غالب : "دھوپ تیز ، لو چلتی ہے" روز ندارد -
۴- عود ہندی اور اردوے معلیٰ میں "اساڈھ" ڈال سے ہے -
۵- عود ہندی : "رفعات" -
۶- خطوط غالب : "کس نے آپ سے" (خط نمبر ۱۵۱ ، ۱۵۹ اور خط بنام شاہ عالم ، دیکھیے خط نمبر ۲۱۲) -
۷- گذشتہ روداد شہر ، جمعہ ۲۴ اگست ۱۸۶۰ء کو نواب انورالدولہ شفق کو بھی لکھی - اس خط میں چونکہ ان کا حوالہ آیا ہے اس لیے یہ خط بھی اسی زمانے کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے

لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں ۔دنیا دار نہیں ، فقیر خاکسار ہوں ، تواضع میری خو ہے ، انجاحِ مقاصدِ خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو ۔ انشاء اللہ العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے ۔

جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام نیاز ، یہ گذارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے اب کی بار کے کبھی نہیں پہنچا ۔ اب ان سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نویدِ مقدمِ مبارک سے بہت خوش ہوا ۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا رنج ہے ، یہ[2] خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے ۔ میں مع[3] زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں ۔ دروازے سے باہر قدم نہیں رکھا ۔ نہ پکڑا گیا ، نہ نکالا گیا ، نہ قید ہوا ، نہ مارا گیا ۔ کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی[4] عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا ۔ جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا ۔ تنخواہ جس کو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے ، اس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا ۔ فقیر کو اپنا دوست اور[5] معتقد اور مشتاق تصور فرماتے رہیے گا ۔ مرشد زادۂ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا ۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ۔ ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں ،

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۲ ۔

۲۔ عود ہندی : ”یہ کسی نے خلاف واقع آپ سے کہا ہے“ ۔

۳۔ عود ہندی : ”معہ“ ۔

۴۔ عود ہندی : ”خدا نے کیا عنایت کی“ ۔

۵۔ عود ہندی : ”دوست و معتقد“ ۔

مجھ کو افراط ضعف سے طاقت نہیں ۔ اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہہ دوں گا ۔ آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا : [مصرع][1]

بندۂ شاہ[1] شہائیم و ثنا خوان شہا

[آخر اگست[2] ۱۸۶۰ع]

[۱۵۸] ایضاً (۱۱)

میرے[3] مشفق چودھری عبدالغفور صاحب !

اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گذار اور قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں : [شعر]

نوید وصل ویم سے دہد ستارہ شناس
نکردہ ژرف نگاہے مگر در اختر من

تحقیق[4] کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب ، جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندہ شمع ، مستغرق مشاہدۂ شاہد ذات ، حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف ہے ۔ اور یہ شعر افتتاح کلام ہے ۔ پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از مبحث معلوم ہوں گی ،

۱- اردو میں لفظ ''مصرع'' نہیں ، عود ہندی سے لیا ہے۔ ''شاہ شہا'' سے مراد شاہ عالم فرزند صاحب عالم ہیں ۔
۲- غالب نے خط میں لکھا ہے : ''یہی تین مہینے ستمبر ، اکتوبر ، نومبر'' ۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ستمبر کا مکتوب ہے اور انور الدولہ کے خط کی مماثلت سے آخر اگست کا اندازہ ہوتا ہے ۔
۳- مجتبائی صفحہ ۱۱۸ ، مجیدی صفحہ ۱۸۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۵ ، مہر صفحہ ۳۸۸ ، عود ہندی صفحہ ۹۵ ۔
۴- اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۳ ۔

لکھی جاتی ہیں :

میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ[1] مرا ، نو برس کا تھا کہ چچا مرا ، اس کی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکائے حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپے سال مقرر ہوئے ۔ انھوں نے نہ دیے مگر تین ہزار روپے سال ۔ اس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپے سال ۔ میں نے سرکار انگریز [ی[2]] میں یہ غبن ظاہر کیا ۔ کولبرک[3] صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی اور اسٹرلنگ[4] صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر ۔ رزیڈنٹ معزول ہو گئے ۔ سکرتر گورنمنٹ بہ مرگ ناگاہ مر گئے ۔ بعد ایک زمانے کے بادشاہ[5] دہلی نے پچاس روپے مہینہ مقرر کیا ۔ ان کے ولی عہد[6] نے چار سو روپے سال ۔ ولی عہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے ۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بہ صلۂ مدح گستری پانسو روپے سال مقرر ہوئے ، وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے ، یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں ، مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہیِ سلطنت دو ہی

۱- عبداللہ بیگ نے ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء اور نصراللہ بیگ نے ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء میں وفات پائی ۔

۲- عود ہندی : ''انگریزی'' اردوئے معلیٰ : ''انگریز''۔

۳- کول برک ۱۸۲۷ء سے ۱۸۲۹ء تک دہلی کے ریزیڈنٹ رہے ۔

۴- اسٹرلنگ نے ۱۸۳۰ء میں انتقال کیا ۔ غالب نے ان کی مدح میں قصیدہ بھی لکھا اور مرنے پر تاریخ وفات بھی کہی ۔

۵- بہادر شاہ ظفر نے ۴ جولائی ۱۸۵۰ء سے ملازم رکھا اور پچاس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا ۔

۶- ولی عہد فتح الملک میرزا محمد سلطان غلام فخر الدین رمز ۱۸۵۴ء میں غالب کے شاگرد ہوئے ، لیکن ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کو فوت ہو گئے ۔

۷- حضرت ابوالمنصور ناصر الدین ، سکندر جاہ ، بادشاہ عادل ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۳ پر)

برس میں ہوئی - دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی ، سات برس مجھ کو روٹی دے کر بگڑی - ایسے طالعِ[1] مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں ؟ اب میں جو والی[2] دکن کی طرف رجوع کروں ، یاد رہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا ، اور اگر یہ دونوں امر واقع نہ ہوے تو کوشش اس کی ضائع جائے گی اور والی[3] شہر مجھ کو کچھ نہ دے گا - اور احیاناً اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے - اے خداوند بندہ پرور ! یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں - اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدے کا قصد کروں ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲)

قیصر زماں، سلطان عالم محمد واجد علی‌شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ: مولود ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۳۷ھ/جولائی ۱۸۲۲ع ، تخت نشینی ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ، ۱۳ فروری ۱۸۴۷ع شنبہ کے دن ، معزولی ۲۹ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ وفات ۳ محرم ۱۳۰۵ھ/۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ع کلکتہ ، مٹیا برج - غالب کو ۱۸۵۴ع کے آخر میں وظیفہ ملا جو معزولی تک جاری رہا -

۱- عود ہندی میں ''طالع'' ندارد -

۲- لیکن کچھ دنوں بعد دکن سے سلسلہ جنبانی شروع کی - نواب شمس الامرا کے لیے قصیدہ و عرضداشت لکھی - سالار جنگ میر تراب علی خاں کو درخواست دی اور قصیدہ لکھا - اس کے بعد نواب آصف جاہ پنجم افضل الدولہ تہنیت علی خاں کی مدح لکھی ، دیکھیے قصیدہ :

حیدر آباد دکن روضۂ رضواں شدہ است
ساز و برگ طرب و عیش فراواں شدہ است

(کلیات غالب، جلد دوم، صفحہ ۳۹۹، طبع مجلس ترقی ادب لاہور)

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۴ -

قصد تو[1] کر سکتا ہوں ، تمام کون کرے گا ؟ سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے ، کوئی قوت باقی نہیں رہی - کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں ، تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے ، مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیوں کر یہ شعر کہے تھے ! عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے : ع

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

پایان عمر ہے ، دل و دماغ جواب دے چکے ہیں - سو روپے رام پور کے ، ساٹھ روپے پنشن کے ، روٹی کھانے کو بہت ہیں - گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے - دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں - قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں - دیکھو ! منشی[2] نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ، ماہ گذشتہ میں گذر گئے - مجھ میں قصیدہ لکھنے کی قوت[3] کہاں ؟ اور اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں ؟ قصیدہ لکھوں ، آپ کے پاس بھیجوں ، آپ دکن کو بھیجیں ، متوسط کب پیش کرنے کا موقعہ پائے ، پیش کیے پر کیا پیش آئے ، ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیوں کر جیوں گا ؟

انا للہ و انا الیہ راجعون - لا الہ الا اللہ و لا معبود الا اللہ و لا موجود الا اللہ - کان اللہ ولم یکن شیئاً[4] - واللہ الآن کما کان -

[نومبر[5] سنہ ۱۸۶۰ع]

۱- عود ہندی : ''قصد تو میں کر سکتا ہوں'' -

۲- منشی نبی بخش حقیر ، غالب کے گہرے دوست تھے - اکتوبر یا نومبر ۱۸۶۰ع میں فوت ہوئے (تلامذۂ غالب صفحہ ۹۴) -

۳- عود ہندی : ''قدرت کہاں'' -

۴- اردوے معلی: ''شی'' عود ہندی : ''شیئا'' اور یہی صحیح ہے -

(حاشیہ نمبر ۵ اگلے صفحے پر)

[۱۵۹] ایضاً (۱۲)

جناب[1] چودھری صاحب کو سلام پہنچے - آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا - اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیوں کر اطلاع پاتا ؟ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت کی دعا کیوں کر مانگتا ؟ کل سے وقتِ خاص میں دعا مانگ رہا ہوں - یقین[2] ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ، ازاں بعد یہ خط پاؤ گے - اکثر صاحب اطراف و جوانب سے "ماہ نیم ماہ" بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں ، اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب "مہر نیمروز" کی عبارت کو نہیں سمجھے تو "ماہ نیم ماہ" کو لے کر کیا کریں گے - صاحب ! "مہر نیمروز" کے دیباچے میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام "پرتوستان" ہے اور اس کے دو مجلد ہیں - پہلی جلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر ، دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان - پہلے حصے کا نام "مہر نیمروز" دوسرے حصے کا اسم "ماہ نیم ماہ" - بارے پہلا حصہ

(صفحہ ۲۸۴ کا حاشیہ نمبر ۵)

۵- آفاق حسین کہتے ہیں کہ حقیر کی وفات اکتوبر ۱۸۶۰ع کی کسی تاریخ کو ہوئی اور یہ قول کچھ وزنی ہے - مرزا نے تفتہ کو ۱۹ نومبر ۱۸۶۰ع کے ایک خط میں قطعہ تاریخ کے بارے میں لکھا ہے- دیکھیے خط نمبر ۸۱ بنام تفتہ - لیکن اس خط کو اکتوبر ۱۸۶۰ع کا ماننا ذرا مستبعد ہے - نادرات غالب صفحہ ۸، تمہید -

۱- مجتبائی صفحہ ۱۲۰ ، مجیدی صفحہ ۱۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۶ رام نرائن صفحہ ۱۳۶ ، مہر صفحہ ۴۰۹، عود ہندی صفحہ ۲۰۴-

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۵ -

تمام ہوا ، چھاپا گیا[1] ، جا بجا بھیجا ۔ قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا ۔ ''آں دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ سرد'' ۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے ؟

پیر[2] و مرشد کو میری بندگی اور صاحب زادوں کو دعا ۔ خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں ۔ آن دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی ، شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں ۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں ؟ طاقت کہاں سے پاؤں ؟ نہ آموں کی طرف وہ رغبت ، نہ معدے میں اتنے آموں کی گنجائش ۔ نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا ، کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا ، رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعامین ۔ ہاں آخر روز بعد[3] ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا ، بے تکلف عرض کرتا ہوں ، اتنے آم کھاتا تھا ، پیٹ اپھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا ۔ اب بھی اسی وقت کھاتا[4] ہوں ، مگر دس بارہ ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات ۔

۱۔ مہر نیمروز ۱۸۵۴ع میں فخر المطابع دہلی سے پہلی مرتبہ چھپی ۔ لاہور سے اس کا ایک عمدہ ایڈیشن شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب نے شائع کیا تھا ۔

۲۔ عود ہندی کے حاشیے پر یہ عبارت ہے : ''اب پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف خطاب ہے'' ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴٦ ۔

۴۔ اردوے معلیٰ میں ''کھاتا'' ندارد ۔

[بیت]

دریغا کہ عہد جوانی گذشت
جوانی مگو زندگانی گذشت

اب اس کے واسطے کیا سفر کروں ؟ مگر حضرت کا دیکھنا ، اس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں ، نہ برسات میں : [ع]

اے وائے ز محرومیِ دیدار ہیچ

[جولائی[1] ۱۸۶۱ع]

[۱۶۰] ایضاً (۱۳)

بندہ[2] پرور !

بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا ۔ سرنامے پر دستخط اور کے اور نام آپ کا پایا ۔ دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا ، خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمھارے دشمن بعارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں ۔ اللہ اللہ ! ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں ۔ خدا وہ دن دکھائے کہ تمھارا خط دستخطی آئے ، سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو ، خط پڑھ کر دونی مسرت ہو ۔ جب تک ایسا خط نہ آئے گا ، دلِ سودا زدہ آرام نہ پائے گا ۔ قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا ، جناب ایزدی میں سر گرم دعا رہوں گا ۔ آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق و الوف احترام ۔

۱- آموں کی فصل ، جولائی کے لگ بھگ کا ذکر ہے ۔ شاید ۱۸۶۱ع یا ۱۸۶۲ع کی بات ہو ۔ آفاق حسین صاحب (نادرات غالب ، تمہید صفحہ ۸) اسے اکتوبر ۱۸۶۰ع کا مانتے ہیں ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۲۱ ، مجیدی صفحہ ۱۸۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۸ ، مہر صفحہ ۹۵م ، عود ہندی صفحہ ۱۰۶ ۔

جناب چودھری صاحب ! آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کف پائے مبارک سے ملیں - میں سلام کروں گا ، تم معرّف ہونا کہ غالب یہی ہے ، اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے - میں نے عزم قدم بوسی کیا ، پیر و مرشد نے مجھے گلے لگایا - فرماتے ہیں کہ "غالب ! تو اچھا ہے ؟" عرض کرتا ہوں کہ "الحمد للہ ، حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ؟" ارشاد ہوا کہ "مولوی سید برکات حسن تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں" - "جناب یہ ان کی خوبیاں ہیں ، میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں - کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ، ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے تاکہ میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا ، ان کی غم خواری اور درد مند نوازی کا دم بھرتا - ہے ہے[2] !

[شعر]

در کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن
اینکہ من نمے میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا ، "بوستان خیال" کے دیکھنے کا دانہ ڈالا - مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں ، دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں - حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا ہے ، سانس نہیں لے سکتا ، اتنا تنگ کر دیا ہے - ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی ، پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی - اب دو باتیں سوچا ہوں - ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں ، یوں ہی رویا کروں گا ،

۱- اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۷ -
۲- خطوط غالب ، مہر میں "ہے ہے" ندارد -

دوسری یہ[1] ، آخر ایک نہ ایک دن مروں گا ۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے ، نتیجہ اس کا تسکین ہے ۔ ہیہات [شعر]

منحصر مرنے پہ ہو جس کی آمید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیے

اے[2] حضرت شاہ عالم صاحب ! میرا سلام لیجیے ۔ کاغذ باقی نہیں رہا ۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے ۔

[سنہ ۱۸۶۲ ع[3]]

[۱۶۱] ایضاً (۱۴)

جناب[4] چودھری صاحب !

سیاہی پھیکی ، کاغذ پتلا ، پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف ، آپ کی تحریر بھی مغشوش ہوگئی ۔ بہرا ہوگیا ہوں مگر بصر ہنوز باقی ہے ۔ تمھاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا ، قرینے سے اس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا ۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ ، سوائے ''سعادت[5] توأم شاہ عالم'' کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں ، ایمان نصیب نہ ہو ۔ خط بہ دستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں ۔ ارولی کاغذ پر حرف بہ حرف اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج

۱۔ خطوط غالب ، مہر : ''یہ کہ آخر'' عود ہندی و اردوے معلیٰ میں 'کہ' ندارد ۔

۲۔ عود ہندی ''اجی حضرت شاہ عالم'' ۔

۳۔ صرف ایک اندازہ ہے ۔ مہر صاحب نے بھی یہی توقیت کی ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۲۲ ، مجیدی صفحہ ۱۸۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۹ ، مہر صفحہ ۴۹۹ ، عود ہندی صفحہ ۱۰۸

۵۔ اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۴۸ ۔

دیجیے تاکہ اس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں ، لیکن بہت جلد ، بہت جلد -

آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہوگیا کہ آپ اچھے ہیں - الحمد للہ[1] -

[سنہ[2] ۱۸۶۳ ع]

[۱۶۲] ایضاً (۱۵)

بندہ[3] پرور !

پرسوں تمھارا خط آیا ، آج جواب لکھ رکھتا ہوں ، کل ڈاک میں بھجوا دوں گا - میرا حال کیوں پوچھو ؟ اپنے کو دیکھو - جو تمھارا ڈھنگ ہے ، وہی میرا رنگ ہے - ثبور و اورام مرض خاص اور رنج عام ، یہ ایک اجمال - دوسرا اجمال سنو کہ مہینہ بھر سے صاحب فراش ہوں - صبح سے شام تک ، شام[4] سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں - محل سرائے اگرچہ دیوان خانے کے بہت قریب ہے ،

۱- عود ہندی میں اس کے بعد ایک فقرہ اور ہے : ''جناب ممتاز علی خاں صاحب کہاں اور مارہرہ کہاں ؟ بہر حال میرا سلام -''

۲- عود ہندی کی آخری سطر سے ایک گمان سا ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ع کا خط ہوگا - عبدالغفور سرور ہی کے نام ایک خط میں ممتاز علی کے مارہرے پہنچنے اور اپنے مرض کے شباب پر ہونے کا ذکر کیا ہے - فروری سے ستمبر ۱۸۶۳ع تک کے خطوط اس کی تائید کرتے ہیں -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۲۳ ، مجیدی صفحہ ۱۸۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۳۰ ، مہر صفحہ ۳۹۹ ، عودہندی صفحہ ۱۱۷ -

۴- خطوط غالب ، مہر : ''شام سے صبح تک ''ندارد - متن ، عود ہندی اور اردوے معلیٰ کے پہلے ایڈیشنوں کے مطابق ہے -

پر کیا امکان جو جا سکوں ـ صبح کو نو بجے کھانا یہیں آ جاتا ہے ـ پلنگ پر سے کھسل پڑا ، ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا ، پھر ہاتھ دھوئے ، کلی کی ، پلنگ پر جا پڑا ـ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے ، اٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑ رہا ـ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے ـ اس صاحبِ فراش ہونے کو دیکھو اور دم بہ دم تقاضائے بول کو دیکھو ـ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار[1] جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ـ ایک پھوڑا دائیں پہنچے میں ، جس کو ساعد کہتے ہیں ، دو پھوڑے بائیں پہنچے میں ، یہ سہل ہیں ـ بائیں پانو میں کفِ پا و پشتِ پا سے لے کر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت ـ رادعات[2] و محللات سے کچھ نہ ہوا ، اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیے ـ جب پکے ، پھوٹے ، تب مرہم لگائیے ـ کہو کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں[3] ٹھکانا ؟

یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ، مجمل و جزوی[4] ہے ـ میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز[5] و اختر[6]

۱ـ نسخۂ مبارک علی ، خطوط غالب ، مہر : ''ایک دفعہ'' ـ

۲ـ رادعات : مواد کو روکنے اور خارج کرنے والی دوائیں ـ محللات : وہ دوائیں جن سے ورم تحلیل ہوتا ہے ـ

۳ـ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۹ ـ

۴ـ عود ہندی طبع اول ''مجمل و موجز ہے'' ـ

۵ـ ممتاز : احسان اللہ ـ (اناؤ) لکھنؤ کے رہنے والے تھے ، ۱۸۵۰ع کے قریب وفات پائی ـ نگارستان صفحہ ۱۰۱ ـ

۶ـ اختر : شیخ سعداللہ اجمیری کا تخلص ہے ـ سفینۂ خوش گو

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۲ پر)

کی شاعری کو ناقص کہا تھا ۔ اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں ، حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو[1] یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل[2] اور واقف[3] سے لے کر بیدل[4] اور ناصر[5] علی تک اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۱)

صفحہ ۲۳۰ میں سنہ وفات ۱۱۵۳ھ درج ہے ۔
دوسرے اختر ، قاضی محمد صادق خاں ہیں جو ہگلی کے باشندے اور قتیل کے شاگرد تھے ۔ دربار اودھ سے ملک الشعرا کا خطاب پایا تھا ۔ سنہ اٹھارہ سو اٹھاون کے بعد رحلت کی ۔ عود ہندی ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، حاشیہ صفحہ ۱۱۳ ۔ خم خانۂ جاوید جلد اول ۔ سخن شعرا ۔ قاموس المشاہیر ۔

۱۔ عود ہندی طبع اول میں ''کو'' ندارد ۔

۲۔ قتیل : مرزا محمد حسن قتیل ۔ بر صغیر میں سراج الدین علی خاں آرزو کے بعد قتیل سب سے بڑے فارسی ادیب مانے گئے ۔ ذات کے کھتری ، مذہب کے ہندو ، بچپنے میں مسلمان ہو گئے ۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۱۸ع ہفتہ کے دن لکھنؤ میں وفات پائی ۔ نقوش لاہور ادب عالیہ نمبر صفحہ ۶۵ ۔ سفینہ ہندی طبع پٹنہ صفحہ ۱۷۲ ۔ ضمیمہ صفحہ ۲۷۶ ۔ تاریخ وفات ۱۲۳۲ھ غلط درج ہے ۔ دیکھیے رقعات ملا غیاث الدین رام پوری طبع نول کشور پریس ۔

۳۔ واقف : نورالعین بٹالوی ۔ لکھنؤ ، بنارس ، سندھ اور بہاول پور میں رہے ۔ مرزا فاخر مکین اور شیخ علی حزیں سے فیض اٹھایا ۔ ۱۱۹۰ھ میں رحلت کی ۔ نگارستان فارس ، طبع لاہور ۱۹۵۷ع صفحہ ۲۷۵ ۔ سفینۂ ہندی صفحہ ۲۳۱ ۔

۴۔ بیدل : عبدالقادر بیدل ، متوفیٰ ۱۱۳۳ھ ۔ دیکھیے ''بیدل'' تالیف عباداللہ اختر صفحہ ۱۰۸ ۔ سفینہ خوش گو صفحہ ۱۰۲ ۔ سفینہ ہندی صفحہ ۲۸ و ۲۷۱ ۔

۵۔ ناصر علی سرہندی متوفیٰ ۲۰ رمضان ۱۱۰۸ھ ۔ نگارستان فارس صفحہ ۱۹۵ ۔ کلمات الشعرا ۔

میزان میں تولیں [میزان یہ ہے] :

رودکی[1] و فردوسی[2] سے لے کر خاقانی[3] و سنائی[4] و انوری[5] وغیرہم تک ایک گروہ ، ان حضرات کا کلام تھوڑے تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے -

پھر حضرت سعدی[6] طرز خاص کے موجد ہوئے [سعدی و جامی[7] و ہلالی[8] یہ اشخاص متعددہ نہیں] -

---

۱- رودکی : ابو عبداللہ جعفر بن محمد سمرقندی - فارسی کا قدیم شاعر تقریباً ۳۲۹ھ میں فوت ہوا - تعلیقات چہار مقالہ صفحہ ٧٦ ، طبع جدید ایران - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۴۵ -

۲- فردوسی : حکیم ابوالقاسم حسن بن اسحاق - ''شاہ نامہ'' کا مؤلف متوفی ۴۱۱ھ - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ٧٧ -

۳- خاقانی : افضل الدین بدیل بن علی متوفیٰ ۵۹۲ھ - دیکھیے میری کتاب ''شرح انتخاب قصائد خاقانی'' طبع لاہور کا مقدمہ -

۴- سنائی : مجدود بن آدم غزنوی - مولود ۴٧۳ھ تقریباً - متوفیٰ ۵۴۵ھ - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۱٦ - کارنامۂ بزرگان ایران صفحہ ۱٧۰ - صنادید عجم ۱۲۱ -

۵- انوری : اوحد الدین محمد انوری ، متوفیٰ ۵۸٧ھ (شفق) - ۵۵٦ھ (قزوینی) - فارسی کا عظیم شاعر ، جس کو قصیدے کا استاد مانا جاتا ہے -

٦- سعدی : مشرف الدین ، مصلح بن عبداللہ شیرازی - مولود ٦۰۴ھ تقریباً - متوفی ٦۹۴ھ (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۲٦۳، صنادید عجم صفحہ ۱۹۳) -

٧- جامی : نور الدین عبدالرحمان ، مشہور صوفی و مثنوی نگار - مولود ۲۳ شعبان ۸۱٧ھ ، متوفیٰ ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۴۳ ، صنادید عجم صفحہ ۲۴۴) یہ عبارت یعنی ''سعدی و جامی . . . نہیں'' عود ہندی سے اضافہ ہے - اردوے معلیٰ طبع اول و مہر میں موجود نہیں - (حاشیہ نمبر ۸ صفحہ ۲۹۴ پر)

فغانی[1] اور ایک شیوۂ خاص مبدع ہوا ، خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا[2] ۔ اس شیوے کی تکمیل کی ظہوری[3] و نظیری[4] و عرفی[5] و نوعی[6] نے ــ سبحان اللہ ! قالب سخن میں جان پڑ گئی ۔ اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چربا دیا ۔

۸۔ ہلالی: نورالدین استرآبادی ، متوفیٰ ۹۳۶ھ ۔ دیوان چھپ چکا ہے۔ (گنج سخن جلد ۳ صفحہ ۱۳ ، صنادید عجم صفحہ ۲۵۰) شفق کہتے ہیں ''ہلالی جغتائی متوفیٰ ۹۳۹ھ کہ غزل سرائی خوبی بود'' (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۷۳) ۔

۱۔ بابا فغانی : متوفیٰ ۹۲۵ھ ۔ دیوان شیخ مبارک علی صاحب نے لاہور سے شائع کیا ہے ۔ (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۷۳) ۔

۲۔ عود ہندی طبع اول میں ''لایا'' ندارد ۔

۳۔ ظہوری : ملا ظہور الدین محمد ، متوفیٰ ۱۰۲۵ھ ۔ ساقی نامہ ، و دیوان و سہ نثر کا مصنف (صنادید عجم ، صفحہ ۳۲۶) ڈاکٹر شفق نے ۱۰۲۴ھ تاریخ وفات درج کی ہے ۔ (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۷۳) ۔

۴۔ نظیری : محمد حسین نیشاپوری ، غزل کا استاد ۔ گجرات میں ۱۰۲۳ھ میں وفات پائی (صنادید عجم صفحہ ۳۱۴) ۔ شفق نے سنہ وفات ۱۰۲۱ھ لکھا ہے ۔

۵۔ عرفی : جمال الدین سید محمد شیرازی ، متوفیٰ لاہور ۹۹۹ھ۔ (صنادید عجم ، صفحہ ۳۰۰) ۔

۶۔ نوعی : محمد رضا، متوفیٰ ۱۰۱۹ھ برہان پور ۔ عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے : ''شیخ حاجی محمد (خیو؟) جنوشانی کا پوتا بنتا تھا ۔ شوخ طبع اور چھوٹے شہزادے کا ملازم ہے ۔ دانیال کے بعد وابستۂ سرکار خان خاناں ہوا ۔ (سرو آزاد صفحہ ۲۲ ۔ روز روشن صفحہ ۷۲۲ ۔ ترجمہ منتخب التواریخ بدایونی طبع لاہور صفحہ ۷۶۰ ۔ کلمات الشعرا طبع لاہور صفحہ ۱۱۴) ۔

صائب[1] و کلیم[2] و سلیم[3] و قدسی[4] و حکیم شفائی[5] اس زمرے میں ہیں۔ رودکی و اسدی[6] و فردوسی، یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا، اور سعدی کی طرز نے بہ سبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے۔

تو اب طرزیں تین ٹھہری ہیں[7]:

خاقانی، اس کے اقران۔

ظہوری، اس کے امثال۔

صائب، اس کے نظائر۔

۱- صائب: مرزا محمد علی بن عبدالرحیم۔ مولود ۱۰۱۶ھ، متوفی ۱۰۸۱- (ڈاکٹر صفا، گنج سخن جلد ۳ صفحہ ۱۱)۔ شفق نے حدود ۱۰۱۰ھ ولادت اور وفات کا سنہ نہیں لکھا۔ شبلی نے شعر العجم جلد ۳ میں ۱۰۸۰ھ وفات لکھی ہے۔ براؤن کی تاریخ ادبیات کے ترجمۂ اردو میں سنہ وفات ۱۰۸۸ھ درج ہے۔

۲- کلیم: ابو طالب عہد شاہ جہاں کا ملک الشعرا۔ متوفی ۱۰۶۱ھ (شعر العجم جلد ۳ صفحہ ۲۰۸) کلمات الشعرا صفحہ ۹۴۔ صنادید عجم صفحہ ۳۶۱ میں سنہ وفات ۱۰۵۵ھ۔

۳- سلیم: محمد قلی شاہ جہانی عہد کا شاعر ہے۔ (کلمات الشعرا صفحہ ۹۰۔ شاہ جہاں نامہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۴ طبع مجلس ترقی ادب لاہور)۔

۴- قدسی: حاجی محمد جان قدسی متوفی ۱۰۵۴ھ لاہور۔ (صنادید عجم صفحہ ۳۲۴۔ کلمات الشعرا صفحہ ۹۰)۔

۵- شفائی: حکیم شرف الدین متوفی ۱۰۳۷ھ (عالم آرائے عباسی طبع ایران ۱۳۱۴ھ صفحہ ۷۶۔ آتش کدہ طبع بمبئی صفحہ ۱۶۸)۔

۶- اسدی: ابونصر علی بن احمد طوسی متوفی ۴۶۵ھ (تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۱۳۷)۔

۷- عود ہندی طبع اول میں "ہیں" ندارد۔

خالصاً للہ ، ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے؟ بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز[1] اور ہی ہے - پس تو ہم نے جانا کہ ان[2] کی طرز چوتھی ہے - کیا کہنا ہے ! خوب طرز ہے ، اچھی طرز ہے - مگر فارسی نہیں ہے ، ہندی ہے - دارالضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ، ٹکسال[3] باہر ہے - داد ، داد ! انصاف ، انصاف ! [نظم[4]]

اگرچہ شاعران نغز گفتار
ز یک جام اند در بزم سخن مست
ولے با بادۂ بعضے حریفاں
خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم
ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ "چیزے دگر" پارسیوں[5] کے حصے میں آئی ہے ، ہاں ، اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے - میر تقی علیہ الرحمۃ : [بیت[6]]

بدنام ہوگے ، جانے بھی دو امتحان کو
رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو

سودا [بیت] :

دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا

۱- عود ہندی طبع اول : "یہ طرز ہی اور ہے" -
۲- عود ہندی طبع اول : "کہ یہ طرز چوتھی ہے" -
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۰ -
۴- عود ہندی طبع اول سے ماخوذ -
۵- عود ہندی طبع اول : "حصے میں پارسیوں کے آئی ہے -"
۶- اردوے معلیٰ ندارد ، ماخوذ از عود ہندی -

قائم : [بیت]

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی؟ کیوں کر مانوں
ہے تو نادان مگر اتنا[1] بد آموز نہیں

مومن خان : [شعر]

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کم تر اور آتش کے ہاں بیش تر یہ تیز نشتر ہیں۔ مگر مجھے[2] ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا۔ یاد کیا آوے، لیٹا ہوا ہوں، دم بہ دم پاؤں کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

[جولائی سنہ ۱۸۶۳ع[3]]

[۱۶۳] ایضاً (۱۶)

ایک[4] عبارت لکھتا ہوں۔ چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام ہوگا، پہلے وہ پڑھیں، پھر میرے پیر و مرشد کی

۱- اردوے معلیٰ، خطوط غالب : ''اتنا بھی بد آموز''۔ عود ہندی مطابق متن۔

۲- عود ہندی : ''آپ کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آیا''۔

۳- مرزا صاحب کی بیماری کا جو عالم اس خط میں ہے، وہی تفصیل فروری ۱۸۶۳ع سے ستمبر ۱۸۶۳ع تک دوسرے خطوں میں موجود ہے۔ شدت مرض کا دور جولائی کا مہینہ ہے اس لیے میں نے ''جولائی'' کا اندازہ لکھا۔

۴- مجتبائی صفحہ ۱۲۴، مجیدی صفحہ ۸۶، مبارک علی صفحہ ۱۱۱، رام نرائن صفحہ ۱۴۲، مہر صفحہ ۵۰۲، عود ہندی صفحہ ۱۲۱۔

نظر سے گذرانیں ، پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں ۔!

برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں ۔ ثبور و اورام میں لد رہا ہوں ۔ برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی ، نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی ۔ اور پھوڑے تو خیر ، مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں ۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں ۔ بائیں پانو پر کف پا سے ، جہاں وہ پھوڑا ہے ، پنڈلی پر ورم ہے ، رات دن پڑا رہتا ہوں ۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے ، کھسل پڑا ، بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا ۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں ۔ اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف ، خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے ۔ جواب نہ لکھ سکا ۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا ، جب یہ عبارت لکھی ۔ چودھری صاحب کو سلام ، شاہ عالم صاحب کو سلام[۲] ، حضرت صاحب کو بندگی ۔

[جولائی[۳] ۱۸۶۳ع]

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۱ ۔

۲۔ خطوط غالب ، مہر "شاہ عالم صاحب کو سلام" ندارد ۔

۳۔ غالب کہتے ہیں کہ "برس دن سے فساد خون میں مبتلا ہوں ۔" موجودہ خطوط کی روشنی میں فروری سے ستمبر تک کا حال معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن مرض کی یہ شدت جولائی ہی میں ملتی ہے ۔ جنوری ۱۸۶۲ع سے بیماری شروع ہو چکی ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۱۶۴ ۔

[۱۶۴] بنام میر سرفراز حسین[1] صاحب (۱)

میری[2] جان کے چین، مجتہد العہد[3] میر سرفراز حسین! تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ میں غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا، بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرتروں کی، یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر[4] بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں۔ اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا، انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انبالے نہ جا سکا۔ بالفعل

۱۔ میر سرفراز حسین، میر حسین فگار کے فرزند اور مجروح کے بھائی تھے۔ مذہبیات سے واقف، پڑھے لکھے آدمی ہونے کی بنا پر مرزا انھیں مجتہدالعصر کہا کرتے تھے۔ ملازم پیشہ اور محنتی آدمی تھے۔ الور میں راجہ صاحب کے مصاحب رہے۔ رام پور بھی گئے تھے مگر کامیابی نہ ہوئی بلکہ مرزا کی درخواست کے مطابق خود ان کی تنخواہ سے پچیس روپے سرفراز حسین کو دیے گئے۔ غدر کی افراتفری میں انھوں نے یہ سب دکھ اٹھائے۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۳۵، مجیدی صفحہ ۱۵۱، مبارک علی صفحہ ۱۱۱، رام نرائن صفحہ ۱۴۳، مہر صفحہ ۳۱۳۔

۳۔ غالب عموماً سرفراز حسین کو مجتہد العصر لکھتے ہیں لیکن اردوئے معلیٰ طبع اول میں یہاں 'مجتہد العہد' ہی لکھا ہے۔

۴۔ ۳ مارچ ۱۸۶۳ع کو رابرٹ منٹگمری گورنر پنجاب نے بلایا اور خلعت دیا۔

نائب[1] گورنر کے خلعت پر قناعت کی اس خلعت کو بہ شرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا -

ہملٹن صاحب الور میں آ گئے ، راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں - اہل اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں ، وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں - خریطہ ، یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا ، یقین ہے[2] کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا -

آج جمعہ ، ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے - چار گھڑی دن چڑھا ہے ، میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں - تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو - اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں ، تفصیل اس کی یہ کہ :

رجب[3] کے مہینے میں ، سیدھے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی - پھنسی پھوڑا ہوگئی ، پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا ، زخم بگڑ کر غار ہو گیا - اب بقدر یک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا - انبالے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی - دو ہفتے سے انگریزی علاج ہوتا ہے - کالا ڈاکٹر روز آتا ہے - آج اس نے ارادہ اس مردار گوشت کے

۱- اردوے معلیٰ میں ''نائب گورنر'' ہے جسے خطوط میں ''نواب گورنر'' کر دیا گیا ہے - شاید 'نائب' غلطی سے چھپا ہو ، لیکن غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے وہ ٹامس ڈگلس فورسائیتھ سکریٹری کے بھی ممنون ہیں - ممکن ہے نائب گورنر سے وہی مراد ہوں یا نائب سے مراد گورنر جنرل کے نائب ہوں -

۲- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۵۲ -

۳- رجب ۱۲۷۹ھ کے معنی ہیں جنوری ۱۸۶۲ع - اس توقیت کے بعد بہت سے خطوں کی تاریخ معین ہوتی ہے -

کاٹنے کا کیا ہے - اب وہ آتا ہوگا - میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں تا کہ پھر ہاتھ کے پرزے اڑا دوں -

نجات کا طالب ، غالب

[جمعہ ، ٦ شوال ۱۲۷۹ھ/۲۷ مارچ[1] ۱۸٦۳ع]

[۱٦۵] ایضاً (۲)

نور چشم[2] ، راحت جان ، میر سرفراز حسین ! جیتے رہو اور خوش رہو !

تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا - میاں ! یہ ہم تم بوڑھے[3] ہیں یا جوان ہیں ، توانا ہیں یا ناتواں ہیں ، بڑے بیش قیمت ہیں ، یعنی بہرحال غنیمت ہیں - کوئی جلا بھنا کہتا ہے : [شعر]

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں - سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے ، وہ میر سرفراز حسین آئے ، وہ یوسف میرزا آئے ، وہ میرن آئے ، وہ یوسف علی خان آئے - مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا ، بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں - اللہ ! اللہ ! ہزاروں کا میں ماتم دار ہوں ، میں مروں گا تو مجھ[4] کو کون روئے گا ؟ سنو ، غالب ! رونا پیٹنا کیا ، کچھ اختلاط کی باتیں کرو - کہو !

۱- جنتری میں جمعہ ٦ شوال ۲۷ مارچ ہے -
۲- مجتبائی صفحہ ۱۲٦ ، مجیدی صفحہ ۱۵۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۴۴ ، سہر صفحہ ۳۱۲ ، عود ہندی صفحہ ۱۹۱ ،
۳- اردوے معلیٰ : ''بوڈھے'' -
۴- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۳ -

میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے، کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت[1] کو جاؤں گا۔ میں نے اُن کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے۔ اگر بھول نہ جائیں گے، پہنچائیں گے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ صاحب ابن نہیں ہے نہ ہو، غلام اشرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجیے تو میں صوفی ہوں، ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں، بموجب مصرعہ کے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است

تم سے کب انکار کرتا ہوں، اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش، اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ، دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر، آؤ اور جلد آؤ۔

سید انور کا جو حال لکھتے ہو، وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں، مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے، مجھ کو کیسا غم ہوا ہے۔ تم اس جرگے سے جدا ہو، تم کو اندیشہ کیا ہے۔ میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب سارا خط پڑھ کر کہیں گے، مجھ کو دعا بھی نہ لکھی؟ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیرالدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے، اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں، وہاں ہوں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے، دعا سلام کی حاجت کیا۔ دیکھو! ہم اپنا نام نہیں لکھتے، بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے؟

[۱۸۶۳ع]

۱- معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں سرفراز حسین، مجروح اور میرن صاحب پانی پت میں تھے؟

[۱۶۶] بنام مہدی حسین صاحب مجروح[1] (۱)

بھائی[2]! تم سچ کہتے ہو:

ہر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگزرد

لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ زیرباری[3] میری تحریر

۱- مجروح: میر حسین فگار کے بڑے بیٹے، پڑھے لکھے معزز آدمی تھے - غالب اور فگار کے اچھے مراسم تھے اس لیے غالب میر مہدی حسین کو فرزند سمجھتے تھے - غدر کے بعد میر صاحب بہت پریشان ہوے - پانی پت، الور، رام پور وغیرہ کے چکر لگائے - آخر عمر دربار رام پور میں گزری - غالب کے شاگردوں میں سب سے زیادہ باوقار مانے گئے - کافی عمر پاکر ۱۵ مئی ۱۹۰۳ع ۱۷ صفر ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی - متعدد تصانیف یادگار ہیں - نثر بہت اچھی لکھتے تھے - دیکھیے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۸۷ -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۲۷، مجیدی صفحہ ۱۸۷، مبارک علی صفحہ ۱۱۳ رام نرائن صفحہ ۱۰۵، مہیش صفحہ ۲۷۳، مہر صفحہ ۲۹۹، اردوے معلیٰ طبع اول، صفحہ ۱۵۴ -

۳- غالب نے سرفراز حسین اور میرن صاحب کے رام پور جاتے ہوے ایک سفارشی خط رام پور کے خان سامان کو لکھا تھا لیکن دونوں ناکام ہوے اور مرزا کی تنخواہ سے پچیس روپے لے کر واپس آئے - اور غالب نے نواب صاحب کی پرسش پر بڑے غصے میں بڑی پیاری زبان میں جواب دیا — ''میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو واللہ باللہ اگر میں نے بھیجا ہو - نوکری کی جستجو کو نکلے تھے - میر سرفراز حسین نوکری پیشہ اور

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۴ پر)

کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی - جس طرح یہ آئے ہیں ، اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے ، لیکن واللہ میرے عقیدے اور تصور اور قیاس کے مطابق ہے ، یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا -

"دیوان اردو" چھپ چکا - ہائے ! لکھنو کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اس کو آسمان پر چڑھا دیا ، حسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا - دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت ! صاحب دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے - ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں ، کاپی نگار اور تھا - متوسط ، جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا - اب جو دیوان چھپ چکے، حق التصنیف ایک مجھ کو ملا - غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ غلط جوں کے توں ہیں ، یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے - ناچار غلط نامہ لکھا ، وہ چھپا - بہرحال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا - اگر خدا چاہے تو اسی ہفتے میں تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں - نہ میں خوش ہوا ہوں ، نہ تم خوش ہو گے - اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۳)

میرن صاحب مرثیہ خواں اور یہاں کے مرثیہ خوانوں میں ممتاز - خان ساماں صاحب کو جو میں نے یہ لکھا کہ یہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں ، غرض اس سے یہ تھی محرم میں جہاں دس پانچ مرثیہ خواں اور مقرر ہوتے ہیں ، میرن بھی مقرر ہو جائیں - آخر جابجا تھانہ دار ، کوتوال ، تحصیل‌دار نوکر ہیں ؟ میر سرفراز حسین ہوشیار اور کارگزار آدمی ہیں ،کسی علاقہ پر یہ بھی مقرر ہو جائیں - یہ دونوں امر یا ان دونوں میں سے ایک ہو جاتا ، بہتر تھا ، نہ ہوا بہتر" (مکاتیب طبع اول صفحہ ۳۱) -

ہیں ، قیمت لکھ بھیجو ۔ میں دلال نہیں ، سوداگر نہیں ، مہتمم مطبع نہیں ۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں ، مہتمم مرزا امو جان ، مطبع شاہدرے میں ، محمد حسین خاں ، دلی شہر ، رائے مان کے کوچے میں ، مصوروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب "۶ آنے" محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو ۔ دو ، دو ، چار ، دس ، پانچ ، جلدیں جس کو منگانی ہوں ، محمد حسین خاں کے نام پر "دلی ، رائے مان کے کوچہ ، مصوروں کی حویلی" کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھجوا دو ۔ کتاب ڈاک[1] میں پہنچ جائے گی ۔ قیمت چاہو نقد ، چاہو ٹکٹ ارسال کرو ۔ مجھ کو کیا اور تم کو کیا ؟ جو کہے اس کو یہ جواب دے دو ۔

وبا تھی کہاں جو میں لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ ؟ ایک چھیاسٹھ برس کا مرد ، ایک چونسٹھ برس کی عورت ، ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ ہاں وبا آئی تھی ۔ تف بریں وبا !

پنجشنبہ ، ۸ ماہ اگست کی [قمری[2]] مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں ۔ کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے ، ہلال نظر نہیں آیا ۔

نجات کا طالب غالب

[۸ اگست[3] ، سنہ ۱۸۶۱ع]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۵ ۔
۲- اردوے معلیٰ میں 'قمری' نہیں ہے ، مہیش پرشاد نے اضافہ کیا ہے ۔
۳- "محرم کی ۳۰ یا صفر ۱۲۷۸ھ کی پہلی ۔" اردوے معلیٰ میں یہ عبارت نہیں ، مہیش سے ماخوذ ہے ۔

[۱٦۷] ایضاً (۲)

بھائی[1] !

نہ کاغذ ہے ، نہ ٹکٹ ہے ۔ اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے ۔ کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافہ میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں ۔ غمگین نہ ہونا ۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے ۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لوں گا ۔ سہ شنبہ ، ۸ نومبر ، صبح کا وقت ہے ، جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں ۔ پرسوں تمھارا خط آیا تھا ، آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں ۔ اس واسطے یہ چند سطریں لکھیں ۔

برخوردار میر نصیرالدین پر اُن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو ۔ نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈھا نہ جائے گا ، ہاں "عظیم النساء بیگم" نام اچھا ہے کہ اس میں ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمۃاللہ علیہ کے نام کی ۔ "مجتہدالعصر" کو میری دعا کہنا ۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر "مجتہدالعصر" نہیں لکھا کرتے ۔ یہ بے ادبی اچھی نہیں ۔ میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا ۔

شہر کا حال ، میں کیا جانوں کیا ہے ؟ "پون ٹوٹی[2]" کوئی چیز ہے ، وہ جاری ہو گئی ہے ۔ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو ۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان[3] نکلے گا ۔ دکانیں ، حویلیاں ڈھائی جائیں گی ،

۱- مجتبائی صفحہ ۱۲۸ ، مجیدی صفحہ ۱۸۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۴٦ ، مہیش صفحہ ۲۵٦ ، مہر صفحہ ۲۸۳ ۔

۲- اس کی اصل ہے : "Townduty" یعنی "چنگی"۔ ہو سکتا ہے یہ مارشل لاء ٹیکس ہو ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵٦ ۔

"دار البقا" فنا ہو جائے گی ، رہے نام اللہ کا ۔ خان چند کا کوچہ "شاہ بولا کے بڑ" تک ڈہے[1] گا ۔ دونوں طرف سے پھاوڑا چل رہا ہے ۔ باقی خیر و عافیت ہے ۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں ۔ دیکھیے دلی آئیں یا نہیں ۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں ۔ دربار کریں تو میں گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں ۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں ۔ پنشن کا تو نہ کہیں ذکر ہے ، نہ کسی کو خبر ہے ۔

غالب

سہ شنبہ ۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع

[۱۶۸] ایضاً (۳)

میاں[2] !

آج یک شنبہ کا دن ، ساتویں فروزی کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے ۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی ، رہنے والے استاد حامد کے کوچہ کے ، میرے پاس آئے اور انھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہنچا اور نہ میں شہر سے کہیں گیا ۔ جہاں رہتا تھا ، وہیں ہوں ۔ خدا جانے وہ خط مسترد کیوں ہوا ؟ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور میں پھیر دوں ؟ تم خود کہتے ہو کہ اس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے ۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں ؟ آگرے اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں ۔

تمھاری والدہ کا مرنا سن کر مجھ کو بڑا غم ہوا ۔ خدا تم کو

۱- اردوے معلیٰ طبع اول "ڈھیئے گا" ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۲۹ ، مجیدی صفحہ ۱۸۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۴۷ ، مہیش صفحہ ۲۳۴ پہلا خط بنام مجروح ، مہر صفحہ ۲۶۶ ۔

صبر دے اور اس عفیفہ کو بخشے - میرا حقیقی بھائی مرزا یوسف خاں دیوانہ بھی مر گیا -

کیسا پنسن اور کہاں اس کا ملنا ، یہاں جان کے لالے پڑے ہیں :

ہے موج زن اک قلزم خوں[1] ، کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی - تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں - اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا - میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں ؟ مجھ کو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں - مجھ[2] سے ملتے تو اچھا کرتے - میں مخفی نہیں ہوں ، روپوش نہیں ہوں - حکام جانتے ہیں کہ یہ یہاں ہے ، مگر نہ باز پرس و گیرودار میں آیا ہوں ، نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے - با ایں ہمہ ایمن بھی نہیں ہوں - دیکھیے انجام کار کیا ہے -

نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا کہوں گا - وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو ، وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کیے گئے ہیں[3] - بھیجنا ممکن نہیں - جب آؤ گے اور مجھ کو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لو گے - میکش[4] چین میں ہے - باتیں بناتا پھرتا ہے - سلطان جی میں تھا ، اب شہر میں آ گیا ہے - دو تین بار میرے پاس بھی آیا - پانچ سات دن سے نہیں آیا - کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو بہرام پور ، میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے - خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدتا پھرتا ہے -

---

۱- اردوے معلیٰ : "قلزم خوش" -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۷ -
۳- دستنبو کی تحریر کا ذکر ہے -
۴- میر احمد حسین میکش جنھیں کچھ بعد دن غدر کے سلسلے میں پھانسی دی گئی -

میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا[1] ہیں ، اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں ؟

تمھارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں ، بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا ۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو ۔ گو ان کو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو ۔

خط بھیجنے میں تردد نہ کرو اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو ۔ زیادہ زیادہ ۔

غالب

یکشنبہ ، ہفتم فروری سنہ[1] ۱۸۵۸ع وقت رسیدن نامہ

[۱۶۹] ایضاً (۴)

نور[2] چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ[3] "کلیات سی" کا پہنچنا مجھ کو معلوم ہوا ۔ میاں اس میں بھی اغلاط بہت

۱- اردوے معلیٰ طبع نامی پریس کان پور میں غلطی سے "۱۸۸۵ع" چھپ گیا ہے ۔ جنتری کی رو سے مطابق ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۲۵۴ھ ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۰ ، مجیدی صفحہ ۱۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۴۹ ، مہیش صفحہ ۲۸۵ ، مہر صفحہ ۳۰۸ ۔

۳- غالباً اس سے مراد وہ قلمی نسخہ ہے جو پنجاب پبلک لائبریری میں "۹۶ ، ۸۷۱ پنج" کے نشان کے ساتھ موجود ہے ۔ یہ نسخہ پنج آہنگ ، مہر نیم روز اور دستنبو پر مشتمل ہے ۔ دستنبو کے قطعۂ تاریخ مرزا حاتم علی بیگ مہر و تفتہ کے بعد یہ فقرہ درج ہے "این (کتاب ؟) بہ قرۃ العین میر سرفراز حسین فرستادہ آمد"۔ اس کے بعد ترقیمہ ہے : "این رسالہ را بہ استمداد فرخندہ سیر ، سعادت گستر ، آسایش رواں ، عزیز از جاں ، اسوۂ آل نبی و

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۰ پر)

ہیں ۔ مبارک ہو تمھیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو ، اور بھائی خدا کرے مجھ کو بھی ۔ لو صاحب ! اجنٹ بہادر راجستان کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ ، جو تمھارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمھارے تحت میں ہے ، وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے ، راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے ۔ خلعت شاہی انھیں پہنائیں گے ۔

ستمبر ، ستم برد و آورد داد

شنبہ[۲] ، ۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۳ع

از غالب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹)
اولاد علی ، سید مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ فی الارض بہ تاریخ بست و ہشتم محرم سنہ ۱۲۸۰ ہجریہ قدسیہ بہ مقام دہلی در حویلی مہابت خاں ، خاکسار پریشان روزگار ، گنہ گار بارگاہ غفار و ستار سید حسن موسوی مشہور میر حسن بہ وقت سہ پہر روز پنجشنبہ ختم نمود :

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم

والسلام علی من اتبع الہدیٰ"۔
پنجشنبہ ۲۸ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ہے ۱۵ جولائی ۱۸۶۳ع کے ۔ گویا یہ نسخہ آخر ماہ جولائی میں بھیجا گیا ، اوائل اگست میں رسید آئی ۔ اس خط میں اسی کا تذکرہ ہے ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۸ ۔
۲۔ مطابق ۷ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ۔

[۱۷۰] ایضاً (۵)

برخوردار[1] ، کامگار میر مہدی دہلوی ! آردو بازار کے مولوی ، صاحبِ لوائے ولائے مرتضوی پر علمِ عباس ابن علی کا سایہ ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے ، الحمد للہ علیٰ کل حال ۔ دیکھیے اب معاودت کب کرتے ہیں ؟ موافق اپنے وعدہ کے ہم کو کیوں کر طلب کرتے ہیں؟ کلکتہ[2] جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا ۔ البتہ اگر وہ بلائیں گے تو میں کیونکر نہ جاؤں گا ۔ ظاہرا ہمارے تمھارے واسطے زمانہ انتہائے مصیبت اور وقتِ پیش آمدِ دولت ہے ۔ اب مجھ کو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی ۔ وہ مقرب بنیں گے ۔ اگر میری قسمت لڑے گی ۔ تم میری کامیابی کا سامان کر رکھنا ، میرن صاحب کو مجھ پر مہربان کر رکھنا ۔ بھائی ! یہ جو میرن یا امیرن صاحب ہیں ، حضور کے بڑے مصاحب ہیں ۔ جس گروہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملوا دیں ، فرقۂ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں ، دلوا دیں ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۳۱ ، مجیدی صفحہ ۱۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۴۹ ، مہیش صفحہ ۲۸۷ ، مہر صفحہ ۳۰۹ ۔

۲۔ راجہ شیو دھیان سنگھ الور کے مسند نشین تھے۔ مرزا نے وہاں سلسلہ جنبانی شروع کر رکھی تھی ۔ اب مجروح ، میرن اور سرفراز حسین کو اطمینان دلا رہے ہیں کہ میرن صاحب الور میں ملازم ہو رہے ہیں ۔ ادھر راجہ صاحب کلکتہ (۱۸۶۴ع) میں جاتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ واپس آ کر غالب کو بلاؤں گ ، پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے ۔ میرن صاحب با اختیار ہوں گے اور ہم تم ان کے محتاج سفارش ۔(دیکھیے غالب از مہر صفحہ ۲۲۸)۔

اُن کو اور مجتہدالعصر کو میری دعا کہنا۔

نجات کا طالب ، غالب

[۱۸٦۴ءِ]

[۱۷۱] ایضاً (٦)

میاں[2] تمھاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد افضل[3] کو دی تھی ، وہ انھوں نے واپس کر دی اور اس کی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے۔ جب وہ تیار ہو جائے گی ، میں اُن کو روپیہ دے کر لے لوں گا ، خاطر جمع رکھو۔

پنشن سراسر سب کو ششماہی ملنے کا حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سودی لو اور کھاؤ۔ کشمیری کٹرہ بگڑ گیا۔ ہائے وہ اُونچے اُونچے در اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دو رویہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں۔ آہنی[4] سڑک کا آنا اور اس کی راہ گذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے۔ چار دن سے پُروا ہوا چلتی ہے، ابر آتے ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے، مینہ[5] نہیں برستا۔ گیہوں ، چنا ، باجرا تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں ،

۱- کلکتے کا نام اور الور کا قصہ اسی سنہ کی تائید کرتا ہے۔ مہیش پرشاد اور مہر صاحب خاموش ہیں۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۱ ، مجیدی صفحہ ۱۹۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۰ ، مہیش پرشاد صفحہ ۲٦۵ ، مہر صفحہ ۲۹۱ -

۳- میاں محمد افضل دہلی کے نقاش اور مصور تھے۔ مہر نیم روز کی لوح جو فخرالمطابع میں چھپی ، انھی کی تیار کردہ تھی — غالب کی تصویریں از مختار الدین آرزو ، احوال غالب صفحہ ۲۳۳ -

۴- ریلوے لائن -

۵- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۵۹ -

نو سیر ساڑھے نو سیر ۔

میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں یا یہاں ہیں ؟ میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے ، اب مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں ۔ قاسم علی خاں قطب الاقطاب ایک دن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں ۔ آخر وہ شادی[1] بھی کب ہونے والی ہے اور کہاں ہونے والی ہے ؟ اس خط کا جو جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو ۔

غالب[2]

صبح چہار شنبہ ، نہم جنوری سنہ ۱۸۶۱ع

[۱۷۲] ایضاً (۷)

میاں ![3] تمھارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے : دو کا جواب لکھتا ہوں ، تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمھیں کیا لکھوں ۔ پہلی بات ، میاں محمد افضل تصویر لے گئے ، اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار ۔ دوسری بات ، میر نصیرالدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا ۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرمائے ۔ تیسری بات ، میرن صاحب کو ، جب تک تم نہ کہو ، میں دلی نہ بلاؤں ؟ گویا اُن کے عاشق تمھیں ہو ، میں نہیں ۔ بھائی ہوش میں آؤ ، غور کرو ۔ یہ مقدور مجھ میں

۱- مہر صاحب ''بھی'' کو ''بوئی'' پڑھتے ہیں ۔

۲- مہیش پرشاد : 'غالب' کے بعد درج ہے ۔ تاریخ مذکور مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۳۲ ، مجیدی صفحہ ۱۹۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۷ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۱ ، مہیش صفحہ ۲۶۴ ، مہر صفحہ ۲۹۰ ۔

نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینہ مقرر کروں ، کہ بھائی یہ لو ، اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازے کا بازار اور لاہوری دروازے کا بازار ناپتے پھرو - اور اردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوران خان کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو -

اے میر مہدی ! تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے ، میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں - سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے ، اور میں ان غمہائے جانگداز کی تاب لاؤں ؟ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا :

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ ! اللہ ! اللہ !

سہ شنبہ ۴ جمادی الثانی [سنہ ۱۲۷۷ھ]
۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۶۰ع]

[۱۷۳] ایضاً (۸)

قرۃ[۱] العینین ، میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا - [شعر]

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش ، پوچھو کہ ماجرا[۲] کیا ہے ؟

۱- اردوئے معلی، اول ، آغاز صفحہ ۱۶۰ -
۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۲ ، مجیدی صفحہ ۱۹۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۱ ، مہیش صفحہ ۲۸۹ ، مہر صفحہ ۳۱۱ -
قرۃالعینین : دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک -
۳- دیوان میں 'ماجرا' کی جگہ 'مدعا' ہے -

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا ، میں جس کا جواب لکھتا ۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت پوچھنی اور کہہ دینا کہ میری دعا لکھ بھیجنا بس اتنا ہی دم باقی ہے ۔

کل میرن صاحب آئے ، پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا ؟ فرمایا کہ اس ہفتے میں کوئی خط میں نے نہیں پایا ۔ کیا کہوں کیا حال ہے ۔ پیش ازیں اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا : [شعر]

بس ہجوم نا امیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

اب اس زمزمے کا بھی محل نہ رہا ، یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں مل گئی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرگِ ناگاہ کا طالب غالب

سہ شنبہ[1] ۱۸ شعبان سنہ ۱۲۸۱ھ

[۴۷۳] ایضاً (۹)

صاحب[2]! دو خط تمہارے بہ سبیل ڈاک آئے ۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی ، سانولے سلونے ، ڈاڑھی منڈے ، بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے ۔ تمہارا خط دیا ، صرف ان کی ملاقات کی تقریب میں تھا ۔ بارے ، ان سے اسم شریف پوچھا گیا ، فرمایا اشرف علی ، قومیت کا استفسار ہوا ، معلوم ہوا سید ہیں ۔ پیشہ پوچھا ، حکیم نکلے ۔ یعنی حکیم میر اشرف علی ۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا ۔ خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں ۔

۱- مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۶۵ع ۔
۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۳ ، مجیدی صفحہ ۱۹۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۳ ، مہیش صفحہ ۲۳۶ ، مہر صفحہ ۲۶۷ ۔

کتنے اوچھے ہو! 'مصطلحات' الشعرا ، 'مصطلحات الشعرا'[1] !
بھائی! وہ کتاب تمھاری ہے ، میں نے غصب نہیں کی - میرے پاس مستعار ہے ، دیکھ چکوں گا ، بھیج دوں گا - تقاضا کیوں کرو؟
میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں ، جلدی نہ کرو - دیر آید درست آید -
سرفراز حسین اور میرن[2] صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں -

غالب

صبح چہار[3] شنبہ ہفتم رمضان [۱۲۷۷ھ]
بستم مارچ [۱۸۶۱ع]

۱- مصطلحات الشعرا : وارستہ مل سیال کوٹی متوفی ۱۱۸۰ھ کی مشہور کتاب لغت -
۲- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۶۱ -
۳- اردوے معلی طبع اول میں واضح طور پر لکھا ہے : "چہار شنبہ ہفتم رمضان ، بستم مارچ" جسے مہیش پرشاد نے اسی طرح باضافہ سنہ "خطوط غالب" میں لکھا (طبع الہ آباد و طبع ثانی دہلی) - ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے تقویم سے مطابق کیا تو دن اور تاریخ و سنہ نہ ملے ، اس لیے انھوں نے یہ فیصلہ کیا : "یا تو کاتب نے غلطی کی ہے یا خود 'غالب' سے سہو ہوا - میر اشرف علی سے 'غالب' کی یہ پہلی ملاقات ہے اور یہ ملاقات ۸ اگست ۱۸۵۸ع سے پہلے ہوئی ہوگی - اس تاریخ کے لکھے ہوئے خط ۲۸۶ میں میر صاحب کا ذکر ہے" - مالک رام ایڈیشن میں یہ عبارت باقی رکھی گئی ہے ، شاید موصوف بھی اس خیال سے متفق ہیں - مہر صاحب نے اس خیال سے ایک اور خیال پیدا کیا - وہ فرماتے ہیں : "مطبوعہ نسخوں میں (صرف نسخۂ مہیش میں
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۷ پر)

(صفحہ ۳۱۶ کا بقیہ حاشیہ)

سنہ ہیں ، اردوے معلیٰ کے نسخے چونکہ سنہ سے خالی ہیں اس لیے اشتباہ طویل نہیں ہوتا) مرقوم ہے: ہفتم رمضان (۱۲۷۵ھ) ہشتم مارچ (۱۸۵۸ع) - میرے اندازے کے مطابق ان میں سے ایک غلطی خود غالب سے سرزد ہوئی اور دوسری کاتب یا ناقل سے - (الف) ۷ رمضان ۱۲۷۵ھ کو دن یقیناً چہار شنبہ تھا - (ب) غالب نے اس کے ساتھ انگریزی تاریخ بیستم لکھی تھی - کاتب یا ناقل نے اسے ہشتم بنا دیا - (ج) مہینہ مارچ کا نہیں ، اپریل کا ہونا چاہیے تھا - یہ غلطی غالباً خود غالب سے ہوئی - میں نے دونوں غلطیوں کی تصحیح کر دی ہے" (خطوط غالب طبع اول صفحہ ۲۹۸ - طبع دوم صفحہ ۲۶۷ ، طبع سوم صفحہ ۲۷۵) -

جناب مختار الدین احمد نے اس سے پہلے اس خط کو ۱۸۶۱ع کی تحریر مانا ہے ، مگر وہ دن اور تاریخ کی تحقیق کو چھوڑ گئے کہ اس سے بحث نہ تھی - موصوف نے "احوال غالب" کے حاشیہ صفحہ ۲۳۰ پر لکھا "مہیش پرشاد مرحوم اس خط کو ۱۸۵۸ع کا لکھا ہوا سمجھتے تھے ، یہ خط میرے خیال میں تین سال بعد ۱۸۶۱ع کا ہے" - خلاصۂ بحث یہ ہے کہ (الف) : چہار شنبہ ہفتم رمضان ۱۲۷۵ھ صحیح ہے بقول صدیقی صاحب و مہر صاحب - (ب) ہشتم مارچ صحیح بقول صدیقی صاحب - (ج) چونکہ ۱۸۵۸ع صحیح ہے اس لیے دن ، رمضان کی تاریخ وغیرہ مشتبہ ہے - (د) بستم مارچ ۱۸۵۸ع صحیح ہے بقول مہر ، یعنی ہشتم غلط ، بستم صحیح - مارچ غلط ، اپریل صحیح - میں نے بار بار غور کرنے اور طویل عمل کے بعد نتیجہ نکلا ہے جو شاید صحیح بھی ہے کہ کاتب نے 'ہشتم' کو 'بستم' بنا دیا ہے اور باقی مسئلہ صاف ہے ، مہر صاحب ، مالک رام صاحب اور صدیقی صاحب کے اشتباہات کی وجہ سمجھنے کے لیے تاریخوں کی مطابقت کر کے دیکھی ہے تو یہ معلوم ہوا :

(۱) شنبہ ۷ رمضان ۱۲۷۳ھ — ۲ مئی ۱۸۵۷ع
(۲) پنجشنبہ ۷ رمضان ۱۲۷۴ھ — ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ع

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۸ پر)

(صفحہ ۳۱۷ کا بقیہ حاشیہ)

(۳) دوشنبہ ۷ رمضان ۱۲۷۵ھ — ۱۱ اپریل ۱۸۵۹ء

(۴) شنبہ ۷ مضان ۱۲۷۶ھ — ۳۱ مارچ ۱۸۶۰ء

(۵) چہار شنبہ ۷ رمضان ۱۲۷۷ھ — ۲۰ مارچ ۱۸۶۱ء

(۶) یکشنبہ ۷ رمضان ۱۲۷۸ھ — ۹ مارچ ۱۸۶۲ء

اب دیکھیے، اگر ۱۸۵۸ء کو مفروضہ مانیے تو ایک غلطی کاتب نے کی کہ اس نے بست و دوم کو بستم بھی نہیں ہشتم لکھا ۔ دوسری غلطی غالب نے کی جو اپریل کو مارچ لکھ گئے ۔ لیکن اگر چہار شنبہ سات رمضان کو بنیاد مانیے تو مسئلہ آسان ہے کہ صرف ''بسم'' کو ہ ش ت م پڑھا جائے یا ب س ت م ۔ چونکہ اس زمانے میں نقطوں کے لکھنے میں وہ اہتمام نہ تھا جو آج ہے اس لیے محققین کو زحمت پیش آئی اور بس ۔ مہر صاحب نے صدیقی صاحب کے نکتہ پر غور نہیں کیا ، سنہ مان لیا ۔ درحقیقت ۸ اگست ۱۸۵۸ء میں میر اشرف علی کا ذکر اور اس خط میں ان کی ملاقات کے انداز سے غلط فہمی ہوئی ۔ میر اشرف ، غالب کے لیے اجنبی کبھی نہیں تھے ۔ وہ تو مرزا کا انداز ہے کہ بات میں بات پیدا کرتے ہیں کہ سننے والا مزا لے ۔ اسی طرح کی بات مجروح ہی کو تراویح کی لکھ دی ، لوگ اسے بھی حقیقت سمجھ بیٹھے ۔ دراصل تو خط میں تصویر کا قصہ ہے جو اس کی تاریخ معین کرنے میں کام آنے والا ہے — یہ تذکرہ سب سے پہلے ۱۸ دسمبر ۱۸۶۰ء کو لکھا ، پھر ۹ جنوری ۱۸۶۱ء کو ، اور اب اس خط یعنی ۲۰ مارچ ۱۸۶۱ء کو — میر اشرف علی کے بارے میں اگر آپ کو اصرار ہو کہ مرزا کی یہ پہلی ملاقات ہے ، اس میں شاعری اور فن کاری نہیں تو یہ مان لیں کہ غالب ایک مرتبہ (؟) ۸ اگست ۱۸۵۸ء کو مل چکے تھے ، پھر تین چار سال کے بعد جو دوبارہ ملاقات ہوئی تو پہچان نہ سکے ۔ اور وہ بھی، اسی خیال سے کہ مرزا صاحب کثیرالاحباب آدمی ہیں ، مجھے بھول بھال گئے ہوں گے اس لیے مجروح سے تعارفی یا سفارشی خط لیتے آئے ۔

(مرتضیٰ حسین فاضل)

[۱۷۵] ایضاً (۱۰)

میاں[1] ! تم کو پنشن کی کیا جلدی ہے ؟ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو ؟ پنشن جاری ہو اور میں تم کو اطلاع نہ دوں ؟ ابھی تک کچھ حکم نہیں ، دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو ۔

میرن صاحب جے پور پہنچے ، تم شاپوری[2] بتاتے ہو ، شاید سچ یہی ہو ۔ ہاں ، میر محمود علی اور یہ ، بیربر اور ابوالفضل تو تھے ، مگر دیکھا چاہیے ، درخت جگہ سے اکھڑ کر بہ دشواری جمتا ہے ۔ خلاصہ میری فکر کا یہ ہے کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں ، سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے ۔ سنی الگ ، شیعہ الگ ، نیک جدا ، بد جدا ۔ میر سرفراز حسین کو دعا ، میر نصیر الدین کو پہلے بندگی ، پھر دعا ۔ کتاب کا نام "دستنبو" رکھا گیا ، آگرہ میں چھاپی جاتی ہے ۔ تم سے تمھارے ہاتھ کے اوراق لکھے لوں گا ، تب ایک کتاب تم کو دوں گا ۔

از غالب ۔

روز ورود نامہ ، پنجشنبہ ۷ (۹ صحیح) ستمبر سنہ ۱۸۵۸ع[3]۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۳۳ ، مجیدی صفحہ ۱۹۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۲ ، مہیش صفحہ ۲۳۸ ، مہر صفحہ ۲۶۹ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ کے دوسرے نسخوں میں "شاہ پوری" اور "شاہپور ہی" لکھا ہے ۔ "شاہ پور" ۱۹۴۷ع میں ریاست بھرت پور کا ایک قصبہ تھا جو بھرت پور سے تقریباً سترہ اٹھارہ میل اور جے پور سے تیس بتیس میل دور ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ جے پور کے بھی کسی قصبے کا نام ہو اور عوام میں "سا پوری" کہلاتا ہو ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول بعد سات ستمبر ہے ۔ مہر صاحب نے

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۰ پر)

[۱۷۶] ایضاً (۱۱)

میرٗ مہدی! تم میرے عادات کو بھول گئے ۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے؟ میں اس مہینے میں رام پور کیوں کر رہتا ، نواب صاحب مانع رہے ، اور بہت منع کرتے رہے ، برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے ۔ مگر بھائی! میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آ پہنچا ، یک شنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا ۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خان کی مسجد[۲] میں جا کر ، جناب مولوی جعفر علی[۳] صاحب سے قرآن سنتا ہوں ۔ شب کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۹)

بھی یہی لکھا ہے ، لیکن خطوط غالب ، مہیش پرشاد میں "نو ستمبر ۱۸۵۰ء" لکھا ہے ۔ جنتری میں سات ستمبر ۱۸۵۸ء کو منگل ۲۸ محرم ۱۲۷۵ھ اور نو ستمبر کو جمعرات ۳۰ محرم ہے ۔

۱۔ مجتبائی صفحہ ۱۳۴ ، مجیدی صفحہ ۱۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۳ ، مہیش صفحہ ۲۶۱ ، مہر صفحہ ۲۸۸ ۔

۲۔ مسجد حامد علی خاں : کشمیری دروازے کے علاقے میں ریلوے پل کے بالمقابل یہ مسجد ہے جو اثنا عشری فرقہ کی جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے ۔ سال تعمیر ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء ہے ۔ مرزا غالب نے "کعبہ نظیر" مادۂ تاریخ نکالا تھا۔ (ذکاء اللہ صفحہ ۱۶۷ حواشی، اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں ، مرتبہ عتیق صدیقی ، مکتبہ شاہراہ ، دہلی نئی ۱۹۶۶ء) ۔

۳۔ قاری جعفر علی جارچوری متوفی ۱۳۱۴ھ حامد علی خاں کی مسجد میں رمضان کے دنوں میں تلاوت قرآن کرتے تھے اور شہر کے معززین انھیں سننے بڑی کثرت سے جمع ہوتے تھے ۔ (دیکھیے تذکرۂ بے بہا ، صفحہ ۱۱۵ ــــ ماہ نو ، فروری ۱۹۶۵ء ۔ رجال سندھ و ہند تالیف حقیر ، قاسمی ۔

مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں ۔ کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں ۔ واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے ۔

اب اصل حقیقت سنو : لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا ، انھوں نے میرا ناک میں دم کر دیا ۔ تنہا بھیج دینے میں وہم[1] آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو ، تو بدنامی عمر بھر رہے ۔ اس سبب سے جلد چلا آیا ورنہ گرمی ، برسات وہاں کاٹتا ۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دنوں تک یہاں نہ آؤں گا ۔ قرار داد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ع سے کہ جس کو یہ دسواں مہینہ ہے ، سو روپے مجھے ماہ بہ ماہ بھیجتے ہیں ۔ اب جو میں وہاں گیا تو سو روپے مہینہ بنام دعوت اور دیا ، یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپے مہینہ پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپے ۔ بھائی ! سو دو سو میں کلام نہیں ، کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں ۔ مجھ کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں ۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی ۔ معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں رسم ہے ، وہ صورت ملاقات کی ہے ۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی ۔ بس بہر حال غنیمت ہے ، رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے ، کمی کا شکوہ کیا ۔ انگریز کی سرکار سے دس[2] ہزار روپے سال ٹھہرے ۔ اس میں سے مجھ کو

۱- اردوئے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۶۲ ۔

۲- جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد میں لکھا ہے : ''اس جملے کا مطلب کچھ صاف نہیں'' ۔ بات یہ ہے کہ مرزا نصراللہ بیگ کے بعد ان کے متعلقین کا جو وظیفہ یا پنشن مقرر ہوئی تھی ، اس میں مرزا غالب کو اپنے خاندان کے لیے دس

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

ملے ساڑھے سات سو روپے سال ۔ ایک صاحب نے نہ دیے مگر تین ہزار روپے سال ۔ عزت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا ۔ ''خان صاحب بسیار مہربان دوستان'' القاب ، خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید ۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے تھے ۔ بخشی ، ناظر ، حکیم ، کسی سے توقیر کم نہیں ۔ مگر فایدہ وہی قلیل ۔ سو میری جان ! یہاں بھی وہی نقشہ ہے ۔

کوٹھری میں بیٹھا ہوں ، ٹٹی لگی ہوئی ہے ، ہوا آ رہی ہے ، پانی کا جھجر دھرا ہوا ہے ، حقہ پی رہا ہوں ، یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا ، یہ باتیں کر لیں ۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہہ دینا ۔

جمعہ ٦ اپریل [۱۸۹۰ع]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۱)

ہزار سالانہ کا دعویٰ تھا لیکن نواب شمس الدین خاں ، جو اس رقم کے ذمہ دار تھے ، وہ تین ہزار روپے سال دیتے تھے ۔ اس سلسلے میں غالب کلکتہ بھی گئے تھے ۔

۱- غالب ۳۰ شعبان ۱۲۷٦ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۸۹۰ع کو رام پور سے دہلی واپس پہنچے ۔ خط کے انداز سے گمان ہوتا ہے کہ رمضان ہی میں یہ خط لکھا ہے ، لیکن اردوے معلیٰ طبع اول میں تاریخ ''جمعہ سولہ اپریل'' ہے ۔ سولہ اپریل مطابق ہے سہ شنبہ ۵ شوال ۱۲۷۵ھ ۔ مہیش پرشاد نے جمعہ چھ اپریل لکھی ہے ۔ اس دن ''جمعہ ۱۳ رمضان ۱۲۷٦ھ'' ہے ۔ میرے خیال میں صحیح یہی ہے ۔ مہر صاحب نے جمعہ چھ اپریل ۱۸٦۱ع لکھا ہے جو سفر رام پور اور تاریخ کے تطابق کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے ۔

[۱۷۷] ایضاً (۱۲)

جویاے حالِ دہلی و الور، سلام لو!

مسجد[1] جامع واگذاشت ہوگئی، چتلی قبر کی[2] طرف کی سیڑھیوں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈا، مرغی، کبوتر بکنے لگا۔ دس آدمی مہتمم ٹھہرے۔ مرزا الٰہی بخش، مولوی صدر الدین، تفضل حسین خاں۔ تین یہ، سات اور۔ ۷ نومبر ۱۴ جمادی[3] الاول سال حال جمعہ کے دن، ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ قیدِ فرنگ و قیدِ جسم سے رہا ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جاڑا پڑ رہا ہے۔ ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے، کل سے رات کو نری انگیٹھی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف۔

راجہ پٹیالہ مر گیا۔ مہندر سنگھ اس کے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے وہ نواب گورنر جنرل کے آنے پر کھلے گا اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی ریاست کا حال بدستور ہے۔ گورنر صاحب ہی انھیں اختیار دیں گے، یعنی پٹیالہ اور الور کے راج کا انتظام اسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل اسپی صاحب ایجنٹ، الور اور دلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں۔ راجہ صاحب تجارہ تک ان کی مشایعت کو گئے۔ یہاں اسپی[4] صاحب سے،

۱- مجتبائی صفحہ ۱۳۵، مجیدی صفحہ ۱۹۴، مبارک علی صفحہ ۱۲۰، رام نرائن صفحہ ۱۵۵، مہیش صفحہ ۲۸۲، مہر صفحہ ۳۰۶۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۶۳۔

۳- ۷ نومبر ۱۸۶۲ع مطابق ۱۴ جمادی الاول ۱۲۷۹ھ۔

۴- سر الی جا اسپے کاپور ۱۸۶۳ع میں لارنس کا سکریٹری ہوا، آخر میں نیپال کا ریزیڈنٹ ہوا اور ۱۹۰۴ع میں فوت ہوا۔

کوئی صاحب سنگھ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے، اُس نے کچھ کہا تھا۔ جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے، ہم کچھ حکم نہ دیں گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ مستدعی پرورش ہوا۔ اُس کو بھی یہی جواب ملا۔ اب اور بولو! کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں، یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے ہیں، کھانا تیار ہے، خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا۔ وہاں ایک دالان میں دھوپ آتی ہے، اس میں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا، ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا، بیسن سے ہاتھ دھوؤں گا، باہر آؤں گا، پھر اس کے بعد خدا جانے کون آئے گا، کیا صحبت ہوگی۔

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین[1] میر افضل علی عرف میرن صاحب کو دعا۔

منگل کا دن، ۲۳ جمادی الثانی [۱۲۷۹ھ]
۱۶ دسمبر [۱۸۶۲ع] پہر دن چڑھے۔
غالب

[۱۷۸] ایضاً (۱۳)

پنجشنبہ[۲]، ۱۵ ذیقعدہ و مئی باہم [۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ع][۳]

صاحب!

آج تمھارا خط دو پہر کو آیا۔ اس میں میں نے مسودہ تاریخ کا

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۶۴۔
۲- متن میں سنہ نہیں ہیں۔
۳- مجتبائی صفحہ ۱۳۶، مجیدی صفحہ ۱۹۵، مبارک علی صفحہ ۱۲۱، رام نرائن صفحہ ۱۵۶، مہیش صفحہ ۲۷۶، مہر صفحہ ۳۰۱۔
مہر صاحب نے سرنامے کی تاریخیں حذف کر دی ہیں۔

پایا ۔ قلم دان میں رکھ لیا ، خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا ۔ کل وہ کہتے تھے کہ انتیس روپے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں ۔ میں کل ، یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا ۔ اب اس وقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ پہر دن باقی ہے ، لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا ۔ شام کو "مجتہد العصر" میرے گھر ضرور آئیں گے ۔ اگر آج جائیں گے تو واسطے تودیع کے ، اور اگر نہ جائیں گے تو موافق معمول کے آئیں گے ۔ ان کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر خط بند کر کے بھیج دوں گا ۔ خدا کرے اردو کی نثر کا لفافہ انھوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو ۔ شام کو مجھے دے جائیں تو میں کل اس خط کے ساتھ اس کو بھی بھجوا دوں ۔ مہاراج اگر دورے کو گئے ، تو کیا اندیشہ ہے؟ گرمی کا موسم ہے ، لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے؟ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے ۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو ، تب کہیں جائیو ۔ میرن صاحب کی تمھاری چوما چاٹی کے لکھنے کا مجھ میں دم نہیں ، تم جانو ، وہ جانیں ۔

"کلیات" کے چھاپے کی حقیقت سنو : ٦٠ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح[1] بیمار ہو گئے ، کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا ، اب دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو ۔ "قاطع برہان" کا چھاپہ ختم ہوا ۔ ایک جلد بہ طریق نمونہ آ گئی ۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے ۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو انچاس جلدیں منگاؤں ۔ دیکھیے 'نو من تیل کب میسر ہو اور رادھا کب ناچے' ۔

میاں ! کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہیں آئے ۔ یا تو الور کو ، مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے ۔ میں تو

۱- مولوی ہادی علی مصحح مطبع نول کشور لکھنؤ ۔

آج جمعہ ۱۶ مئی [۱۸۶۲ع[1]] صبح کے وقت یہ خط ڈاک[2] میں بھیجتا ہوں - ۱۲

نجات کا طالب غالب

[۱۷۹] ایضاً (۱۴)

لو صاحب[3] !

یہ تماشہ دیکھو - میں تو تم سے پوچھتا ہوں کہ میرسوفراز حسین اور میر نصیرالدین کہاں ہیں ؟ حالانکہ میرنصیرالدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے - میرسرفراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اترے - لاحول و لا قوۃ- اترنا کیسا ، ملنے کو بھی نہیں آئے - افسوس ہے ! جن کو میں اپنا سمجھتا ہوں ، وہ مجھ کو بیگانہ جانتے ہیں - اب تم یہ پوچھو کہ نصیرالدین کا دلی میں ہونا اور مجتہدالعصر کا یہاں آنا تو نے کیوں کر جانا ؟ بھائی ! آج جمعہ کا دن ۲۸ جمادی الثانی کی ، اور ۱۱ جنوری کی - صبح کے وقت ، منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی - لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیرالدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن[4] صاحب بھی جاتے ہیں - میں سمجھا میر سرفراز حسین ، جب بعد تکرار معلوم ہوا ، تو میر حسن جے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اترے اور اب کہاں جاتے ہیں - ہے ہے ! مجھے غیر سمجھا

۱- اضافہ از جنتری -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۶۵ -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۳۷ ، مجیدی صفحہ ۱۹۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۷ ، مہیش صفحہ ۲۶۶ ، مہر صفحہ ۲۹۱ -

۴- میر حسن صاحب ، خوش نویس ، مہابت خاں کی حویلی میں رہتے تھے - ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کلیات نثر غالب پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے -

یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے - اپنی سسرال میں رہے اور میکے کو چھوڑا - واللہ ! میرا جی ان کو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا - اب اٹھا ہوں ، سردی رفع ہو لے ، دھوپ نکل لے - آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں - میں کم بخت یہ بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں - اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے پھاٹک آدمی بھیجوں گا - جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائے گا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میرحسن صاحب ہیں تو میں سوار ہوکر جاؤں گا اور ان سے ملوں گا - تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے یہاں آنے کا منشا اور اس کا احول مفصل لکھو - تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں - خاطر جمع رکھو اور مجتہدالعصر اور میرن صاحب کا حال لکھو -

نجات کا طالب غالب

صبح[1] جمعہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۱ع

[۱۸۰] ایضاً (۱۵)

میاں[2] لڑکے ! کہاں پھر رہے ہو ؟ ادھر آؤ ، خبریں سنو : دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا ، دلی کے علاقے کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے - موافق دستور قدیم مل آئے - غرض کہ پنج شنبہ ۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے - کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے - اسی وقت توپوں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۶۶ - تصویر کے سلسلے میں دیکھیے خط بنام مجروح نمبر ۹ -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۸ ، مجیدی صفحہ ۱۹۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۸ ، مہیش صفحہ ۲۶۰ ، مہر صفحہ ۲۸۷ -

کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا - میر منشی سے ملا ، اُن کے خیمے میں بیٹھ کر صاحب سیکرٹری کو خبر کروائی - جواب آیا کہ فرصت نہیں - یہ جواب سن کر نومیدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا - ہرچند پنشن کے باب میں ہنوز لا و نعم نہیں ، مگر کچھ فکر کر رہا ہوں ، دیکھوں کیا ہوتا ہے - لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں - یہاں کچھ کلام و پیام نہیں ممکن ، تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی ، دیکھیے کیا صورت در پیش آئے گی -

مسلمانوں کی املاک کی واگذاشت کا حکم عام ہو گیا ہے - جن کو کرایہ پر ملی ہے ان کو کرایہ معاف ہو گیا ہے - آج یک شنبہ یکم جنوری[1] ۱۸۶۰ع ہے - پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے - اگر مناسب جانو تو آؤ ، اپنی املاک پر قبضہ پاؤ - چاہو یہیں رہو ، چاہو پھر چلے جاؤ -

میر سرفراز حسین ، میر نصیر الدین ، میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہہ دینا کہ وہ حبوب ، جو تم نے مجھ کو دی تھیں ، ان کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو - اللہ موجود ماسوا معدوم -

اپنی مرگ کا طالب غالب

[۱۸۱] ایضاً (۱۶)

برخوردار[2] !

تمھارا خط آیا ، حال معلوم ہوا - میں اس خیال میں تھا کہ انور کا

۱- مطابق ۷ جمادی الثانیہ ۱۲۷۶ھ -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۸ ، مجیدی صفحہ ۱۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۵۹ ، مہیش صفحہ ۲۸۳ ، مہر صفحہ ۲۹۵ ، عود ہندی صفحہ ۱۷۶ -

کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتان الیگزنڈر[1] کا خط آئے، اور میں اس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں، تو اس وقت تمھارے خط کا جواب لکھوں۔ چوں کہ آج تک ان کا خط نہ آیا، میں سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا اور[2] خط کا جواب نہ بھیجوں گا تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا۔ ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ، اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا، حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا، کچھ معلوم نہیں ہوا۔ صرف خبر واحد ہے کہ ان کو راؤ راجہ نے صاحب اجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب اجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے۔ کیا عجب ہے کہ ان کا راج ان کو مل جائے۔

مولانا غالب علیہ الرحمہ ان دنوں بہت خوش ہیں۔ پچاس ساٹھ جزو کی کتاب "امیر حمزہ کی داستان" کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد "بوستان خیال" کی آ گئی ہے۔ سترہ بوتلیں بادۂ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں، رات بھر شراب پیا کرتے ہیں: [شعر]

کسے کیں مرادش میسر بود
اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیرالدین

۱۔ کپتان الگزنڈر ہیڈرلے آزاد، شاگرد غالب و عارف ۷ جولائی ۱۸۶۱ع میں گولی کھا کر مرا (دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۷۷)
۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۶۷۔

صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں -

[سنہ ۱۸۶۱ع][1]

[۱۸۲] ایضاً (۱۷)

اے[2] جناب میرن صاحب ! السلام علیکم

"حضرت ، آداب !"

"کہو صاحب ! آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی[3] ؟"

"حضور ! میں کیا منع کیا کرتا ہوں ؟ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں ، بخار جاتا رہا ہے ، صرف پیچش باقی ہے ، وہ بھی رفع ہو جائے گی - میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں ، آپ پھر کیوں تکلیف کریں ؟"

۱- مہیش پرشاد نے یہ خط دسمبر ۱۸۶۲ع کا مانا ہے اور جناب مہر صاحب اور مالک رام صاحب (خطوط غالب ، مہیش طبع دہلی) ۱۸۶۱ع - میں نے ستمبر ۱۸۶۰ع کا تجویز کیا تھا لیکن مزید غور کرنے سے معلوم ہوا کہ الگزنڈر ہیڈرلے کا ذکر ۱۸۶۱ع میں کئی مرتبہ کیا گیا ہے اس لیے یہ خط جون ۱۸۶۱ع سے پہلے کا ہے - دیکھیے خط نمبر ۱۸۲ -
عود ہندی میں : "دیدار کی آرزوئیں - آہا آہاہا! میرا پیارا میر مہدی آیا" پورا خط ملا دیا ہےلیکن اردو میں اس کی ترتیب عود ہندی کے خلاف ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۳۹ ، مجیدی صفحہ ۱۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۴ ، مہیش صفحہ ۲۶۹ ، مہر صفحہ ۲۹۴ ، عود ہندی -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول میں "لکھنے کو" ہے - مہیش میں بھی "کو" ہے - لیکن عود ہندی طبع اول میں "لکھنے کی" - اسی سے متن کو صحیح کیا گیا ہے -

"نہیں ، میرن صاحب ! اس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں ، وہ خفا ہوا ہوگا ، جواب لکھنا ضرور ہے ۔"

"حضرت ! وہ آپ کے فرزند ہیں ، آپ سے خفا کیا ہوں گے ؟"

"بھائی ! آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو ؟"

"سبحان[1] اللہ ! اے لو حضرت ! آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے ۔"

"اچھا ، تم باز نہیں رکھتے ، مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں ؟"

"کیا عرض کروں ، سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اٹھاتا ۔ اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمھارا خط جاوے ۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں ۔ میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا ۔"

"میاں ! بیٹھو ، ہوش کی خبر لو ۔ تمھارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ ؟ میں بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمھاری باتوں میں آ گیا اور آج تک اسے[2] خط نہیں لکھا ۔ لاحول و لا قوۃ ۔"

سنو ، میر مہدی صاحب ! میرا کچھ گناہ نہیں ۔ میرے[3] خط کا جواب لکھو ۔ تپ تو رفع ہو گئی ، پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو ۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو ۔ یہ بڑی[4] بات ہے ۔

۱- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۶۸ ۔ عود ہندی میں "سبحان اللہ سبحان" دو مرتبہ ہے ۔

۲- عود ہندی طبع اول "اُس کو" ۔

۳- عود ہندی طبع اول میں ہے : "اپنے خط کا جواب لکھو" ۔

۴- عود ہندی : "یہ بری بات ہے" ۔ تاریخ ادب اردو ، عسکری : "یہ جدی بات ہے" ۔

وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں ۔ تمھارا پرہیز اگر ہو گا بھی تو "عصمت بی بی از بے چادری" ہوگا ۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے ۔ دیکھو! بیٹھے ہیں ، کیا جانوں حکیم میر اشرف علی میں اور ان میں کچھ کونسل ہو تو رہی ہے ۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھیرا تو ہے ۔ اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھیو[1] کہ جناب ملکۂ انگلستان کی سال گرہ کی روشنی[2] کی محفل میں تمھاری کیا گت ہوئی تھی ، اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ "دفتر را گاؤ خورد" اس کے معنی کیا ہیں ؟ پوچھیو اور نہ چھوڑیو ، جب تک نہ بتائیں ۔

اس وقت پہلے تو آندھی چلی، پھر مینہ آیا ، اب مینہ برس رہا ہے ۔ میں خط لکھ چکا ہوں ، سرنامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا ، جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائے گا ۔

میر سرفراز حسین[3] کو دعا پہنچے ۔ اللہ اللہ تم پانی پت کے "سلطان العلما"[4] اور "مجتہد العصر" بن گئے ؟ کہو ، وہاں کے لوگ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "پوچھو" ۔ یہی سب نے نقل کیا ہے ۔ عود ہندی طبع اول اور مہیش میں "پوچھیو" ہے ۔ نیز عود ہندی میں "معلوم کر لیجیے" ۔

۲۔ یہ جشن اور روشنی کا اہتمام ۱۸ جون ۱۸۶۱ء کو ہوا تھا ۔

۳۔ اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۶۹ ۔

۴۔ واقعہ یہ ہے کہ لکھنؤ کے مجتہد اعظم مولانا سید محمد صاحب کو "سلطان العلماء" کا خطاب ملا تھا ۔ "مجتہد العصر" لکھے جاتے تھے ۔ عام طور پر لوگ "قبلہ و کعبہ" کہتے تھے۔ چونکہ مرزا صاحب سرفراز حسین کو مجتہد العصر کہتے تھے لہٰذا اس نام کے عام لوازم بھی چسپاں کر رہے ہیں ۔

تمھیں "قبلہ و کعبہ" کہنے لگے یا نہیں ؟ میر نصیر الدین کو دعا کہنا ۔
[جون[1] سنہ ۱۸۶۱ع]

[۱۸۳] ایضاً (۱۸)

اہا[2] ہا ہا ! میرا پیارا میر مہدی آیا !

آؤ بھائی ، مزاج تو اچھا ہے ؟ بیٹھو ! — یہ رام پور ہے ، دارالسرور ہے ۔ جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے؟ پانی ، سبحان اللہ ! شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا نام ہے ۔ بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اس میں ملی ہے ۔ خیر ، اگر یوں بھی ہے ، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے ، لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا ۔

تمھارا خط پہنچا ، تردد عبث ۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ۔ نہ عرف لکھنے کی حاجت ، نہ محلے کی حاجت ، بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے ۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے ۔ اس وقت تک مہمان ہوں ، دیکھوں کیا ہوتا ہے ۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ

۱۔ مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے "مئی ۱۸۶۱ع" لکھا ہے لیکن جشن چراغاں ، آندھی اور ترشح کو مئی سے کیا تعلق ؟ دیکھیے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۸۳ ، نیز دیکھیے خط ماقبل ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۴۰ ، مجیدی صفحہ ۱۹۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۵ ، رام نرائن صفحہ ۱۶۱ ، مہیش صفحہ ۲۶۱ ، مہر صفحہ ۲۸۷ ۔ عود ہندی طبع اول صفحہ ۶۷ اور دوسرے ایڈیشنوں میں یہ خط مکتوب بنام مجروح نمبر ۱۶ کا تتمہ معلوم ہوتا ہے جو مطبع اور کاتب کی غلطی ہے ۔

فروگذاشت نہیں ہے ۔ لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں ۔ اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا ۔

[فروری[1] سنہ ۱۸۶۰ع]

[۱۸۴] ایضاً (۱۹)

آؤ[2] ، میاں سید زادۂ آزادہ ، دلی کے عاشق دل دادہ ۔ ڈھئے ہوے اردو بازار کے رہنے والے ، حسد سے لکھنؤ کو برا کہنے والے ۔ نہ دل میں مہر و آزرم ، نہ آنکھ میں حیا و شرم ۔ نظام الدین ممنون کہاں ، ذوق کہاں ، مومن خاں کہاں ۔ ایک آزردہ سو خاموش ، دوسرا غالب ، وہ بے خود و مدہوش ۔ نہ سخن وری رہی ، نہ سخن دانی ، کس برتے پر تتا پانی ؟ ہائے دلی ! وائے دلی ! بھاڑ میں جائے دلی !

سنو صاحب ! پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خان ولد سردار خان ولد دلاور خان ۔ اور نانا اس احمد حسین خان کے غلام حسین خان ولد مصاحب خان ۔ اس شخص

۱۔ غالب جنوری ۱۸۶۰ع کے آخری دنوں میں رام پور پہنچے تھے اور یہ خط پہنچنے کے بعد ہی لکھا ہے ۔ اگر ۲۷ جنوری کو پہنچے تو ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ جنوری یا پہلی دوسری فروری کو تحریر کیا ہوگا ۔ کیونکہ ابھی نوعیت قیام کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی تھی کہ مہمان رہیں گے یا اخراجات بھی خود برداشت کرنا ہوں گے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۴۱ ، مجیدی صفحہ ۱۹۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۶۲ ، مہیش صفحہ ۲۶۸ ، مہر صفحہ ۲۹۴ ، عود ہندی صفحہ ۱۸۷ ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ہے: "زادے، آزادے دل دادے" ۔ عود ہندی میں 'آؤ' کی الف پر مد نہیں لہٰذا بعض لوگوں نے 'اُو' بضم الف لکھا ، اور "زادہ ، آزادہ ، دل‌دادہ" لکھا ہے ۔ لیکن غالب نے اردوے معلیٰ طبع اول کے غلط نامے میں اس کی تصحیح کر دی ہے۔

کا حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو۔ قوم[1] کیا ہے؟ عمر کیا ہے؟ طریق کیا ہے؟ احمد حسین خاں کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے؟ طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے؟ بھائی[2]! لکھ اور جلد لکھ۔

[پنجشنبہ[3]، ۲۳ مئی سنہ ۱۸۶۱ع]

[۱۸۵] ایضاً (۲۰)

سید[4]! خدا کی پناہ! عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ کیا آیا ہے کہ تم نے سارے جہان کو سر پر اٹھایا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ نورانی پر مہاسا نکلا ہے، تم کو سرمایۂ آرایش گفتار بہم پہنچا ہے۔ میری ان کو دعا پہنچاؤ اور ان کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی! یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے، سمجھ میں کسی کے نہیں

۱- عود ہندی میں ہے: ''قوم کیا ہے؟ معاش کیا ہے؟ طریق کیا ہے؟'' خطوط غالب، مرتبہ مہیش پرشاد میں اس خط کا انتخاب رقعات مملوکہ ڈاکٹر عبدالستار صاحب سے کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت یوں ہے: ''قوم کیا ہے؟ معاش کیا ہے؟ طریق کیا ہے، احمد حسین کی عمر کیا ہے؟ لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے؟''

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۷۰ - مہیش: ''بھائی، خوب چھان کر لکھ اور جلد لکھ'' - نیز دیکھیے حواشی عود ہندی۔

۳- خطوط غالب، مرتبہ مہیش پرشاد میں انتخاب رقعات سے یہ تاریخ نقل ہے۔

۴- مجتبائی صفحہ ۱۳۱، مجیدی صفحہ ۱۹۹، مبارک علی صفحہ ۱۲۶، رام نرائن صفحہ ۱۶۲، مہیش صفحہ ۲۳۹، مہر صفحہ ۲۷۸، عود ہندی صفحہ ۱۹۳۔

آتا کہ کیا طور ہے - اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی[1] تھی ، آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی : اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے : آج ۲۷ مارچ کی ہے ، پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں ، آنچ ویسی ہی تیز ہے - خدا اپنے بندوں پر رحم کرے !

مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غم‌زدگی میں ایک گونہ خوشی — اور کیسی بڑی خوشی — دی ہے - تم کو یاد ہوگا کہ ایک ''دستنبو'' نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی - آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا : وہی کاغذ افشانی ، وہی القاب قدیم ، کتاب کی تعریف ، عبارت کی تحسین ، مہربانی کے کلمات - کبھی تم کو خدا یہاں لائے گا تو اس کی زیارت کرنا - پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل[2] آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آ جائے -

میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں ، میر سرفراز حسین اور میر نصیرالدین کو دعا کہہ دینا اور یہ خط دکھا دینا -

[۲۷ مارچ سنہ ۱۸۵۹ع]

[۱۸۶] ایضاً (۲۱)

برخوردار[3] ، نور چشم ، میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت

۱- اردوے معلیٰ : ''شدت ہوئی تھی'' - عود ہندی مطابق متن -
۲- عود ہندی : ''آج کل میں آیا چاہتا'' -
۳- خطبانی صفحہ ۱۴۲ ، مجیدی صفحہ ۲۰۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۷ ،
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳۷ پر)

کے معلوم ہو : بھائی ! تم نے بخار کو کیوں آنے دیا ؟ تپ کو کیوں چڑھنے دیا ؟ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے ؟ کیا تپ ابـّن[1] بن کر آئی تھی جو اس کو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم[2] اشرف علی ابھی گئے ہیں۔ کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیج دیا ہے۔ چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے، کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن، بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے، حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجھ کو سنائے !

سنو میاں سرفراز حسین ! ہزار برس میں تم نے مجھ کو ایک خط لکھا، وہ بھی اس طرح کا جیسے جلال اسیر کہتا ہے : [شعر]

بغیر[3] دو شکر آب است و رو بما دارد

پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶)

رام نرائن صفحہ ۶۳ ؛ مہیش صفحہ ۲۷۸ ؛ مہر صفحہ ۳۰۲ ؛ عود ہندی صفحہ ۱۹۷ -

۱- مہیش پرشاد نے اردوے معلیٰ طبع اول میں اس نام کے اعراب کو نہ دیکھا جس میں ب پر تشدید موجود ہے اور اس سے ابن حسن مراد ہیں - مہیش صاحب کو مجروح کے کسی دوست نے نہ معلوم کیسے بتا دیا کہ 'عین' مجروح کی محبوبہ کے نام کا پہلا حرف ہے - ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے اس کی تردید کی ہے - دیکھیے حاشیہ خطوط غالب -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۷۱ - خطوط غالب، مہر : ''حکیم اشرف علی ابھی آ گئے ہیں'' نیز فاروقی، ناسی میں ''آ گئے''۔

۳- عود ہندی میں یہ مصرع غلط چھپا ہے - دیکھیے حواشی عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور -

کون سی بات ہے، مجھ کو کیا پیام ہے؟ کچھ نہیں ۔ شاید دوسرے صفحے میں کچھ ہو، اُدھر خاتمہ بالخیر ہے ۔ یا رب سرنامہ میرے نام کا، آغاز تحریر میں القاب میرا، پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا! یہ کیا سِر ہے؟ میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں؟ میری بلا لکھے ۔ اب جو تم خط لکھوگے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لیے سلام تک بھی اس میں نہ ہو گا تو میں اس کا جواب آنکھوں سے لکھوں گا ۔

اور ہاں میاں! پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا؟ کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اس کا مرنا سنا ہوگا ۔ اس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں ۔ کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری؟ کاش اس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کون سی بھانجی مری ہے ۔ اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں؟ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے، توضیح بقید نام لکھو ۔

[سنہ ۱۸۶۱ع[1]]

[۱۸۵] ایضاً (۲۲)

بھائی![2]

ایک خط تمھارا پہلے پہنچا اور ایک خط[3] کل آیا ۔ پہلے خط میں

۱۔ میں نے اپنی بعض تحریروں میں اس خط کو ۱۸۵۹ع کا مکتوب قرار دیا تھا لیکن اب چھان بین اور قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید یہ خط سنہ ۱۸۶۱ع مارچ کے بعد لکھا گیا ہے ۔ دیکھیے خط بنام مجروح نمبر ۹ حواشی کتاب ہذا ۔

(حاشیہ نمبر ۲ اور ۳ صفحہ ۳۳۹ پر)

کوئی امر جواب طلب نہ تھا۔ اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی، لیکن چوں کہ دو امر لکھنے کے لائق تھے، اس واسطے ایک لفافہ تمھاری پسند[1] کا تمھاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے، ان کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں[2] لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے[3] اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے؛ وہ آدھر گئے اور میں ادھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب رہ گئی، اب ان تک کیوں کر پہنچے گی؟ خدا خیر کرے!

میاں لڑکے، سنو! میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے، وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا؛ اس واسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمھارے علاقے سے دعا[4]۔ صوفیِ صافی ہوں اور حضرات صوفیہ حفظِ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں:

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یہ جواب ہے تمھارے اس سوال کا جو پہلے خط میں تم نے

(صفحہ ۳۳۸ کا حاشیہ نمبر ۲ اور ۳)

۲- مجتبائی صفحہ ۱۴۳، مجیدی صفحہ ۲۰۲، مبارک علی صفحہ ۱۲۷، رام نرائن صفحہ ۱۶۴، سہیش صفحہ ۴۰، مہر صفحہ ۲۷۱؛ عود ہندی صفحہ ۱۹۵۔

۳- عود ہندی طبع اول: ''اور ایک خط تمھارا''۔

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۷۲۔

۲- عود ہندی طبع اول: ''بھی خط لکھا تھا''۔

۳- عود ہندی طبع اول: ''الور گئے اور''۔

۴- عود ہندی طبع اول: ''ان کو دعا لکھتا ہوں''۔

لکھا تھا - اب کی خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی ؟ یہ بات اچھی نہیں - میں تو ڈر گیا کہ اگر تمھارے خط میں ان کو دعا سلام لکھوں گا تو اُن سے تم کا ہے کو کہو گے -

پیرزادے صاحب یعنی میر نصیر الدین نے ان کی بندگی مجھ سے کہی ہے - خدا کے[1] واسطے میری دعا ان کو کہہ دینا -

[جولائی سنہ[2] ۱۸۵۹ع]

[۱۸۸] ایضاً (۲۳)

میری[3] جان ! سنو داستان :

صاحب کمشنر بہادر دہلی ، یعنی جناب سانڈرس[4] صاحب بہادر نے مجھ کو بلایا ، پنجشنبہ ۲۴ فروری کو میں گیا ؛ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے ، میں الٹا پھر آیا - جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ، ملاقات ہوئی ، کرسی دی ، بعد پرسشِ مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے - جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ

۱- عود ہندی طبع اول مہیش : ''واسطے خدا کے میری دعا'' -

۲- مہیش پرشاد نے اس کو سنہ ۱۸۵۸ع اکتوبر کے بعد رکھا ہے - تاریخ نہیں لکھی - میں نے ''دستنبو'' کے حوالے کو بنیاد قرار دیا ہے - غالب نے یہ کتاب مجروح کو اسی مہینے اور اسی سنہ میں بھیجی تھی -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۴۴ ، مجیدی صفحہ ۲۰۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۶۵ ، مہیش صفحہ ۲۴۷ ، مہر صفحہ ۲۷۶ ، عود ہندی صفحہ ۱۹۹ -

۴- ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد دہلی کے منتظم اعلیٰ - اس سے ایک سال پہلے بھی ایک درخواست دی تھی لیکن وہ واپس کر دی گئی - دیکھیے خط بہ نام تفتہ نمبر ۱۳۳ -

یہ خط ہے مکلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا۔ "تمھارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو۔ سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکۂ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو؟ حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا[1] تھا، وہ پڑھوا دیا۔ پھر پوچھا "تم نے کتاب کیسی لکھی ہے؟" اس کی حقیقت بیان کی۔ کہا "ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہم کو دو۔" میں نے عرض کیا "کل حاضر کروں گا۔" پھر پنشن کا حال پوچھا، وہ بھی گزارش کیا، اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔

دیکھو میر مہدی! حاکم پنجاب کو مقدمۂ ولایت کی کیا خبر؟ کتابوں سے کیا اطلاع؟ پنشن کی پرسش سے کیا مدعا؟ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے۔ یہ صورت مقدمۂ فتح و فیروزی ہے۔ غرض کہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ میں اپنے گھر رہا۔ دو شنبہ ۲۸ فروری کو گیا، باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کہا "اچھا توقف کرو"۔ بعد تھوڑی دیر کے گڈھ کپتان کی چٹھی آئی: سواری مانگی۔ جب سواری آ گئی، باہر نکلے۔ میں نے کہا "وہ کتابیں حاضر ہیں"۔ کہا "منشی جیون لال کو دے جاؤ۔" وہ آدھر سوار ہوگئے، میں ادھر سوار ہوکر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا۔ بہت التفات[2] سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے لیے گیا تھا، وہ دکھائے۔ ایک خط مکلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا، وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے، "بہت اچھا" کہہ کر

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۷۳ -

۲- عود ہندی طبع اول و مہیش: "بہت انبساط اور اختلاط سے"۔ گویا اردوے معلیٰ میں غالب نے خود یہ ثقیل الفاظ نکال دیے۔

رکھ لیا ۔ پھر مجھ سے کہا "ہم نے تمھاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب بہادر کو کچھ لکھا ہے ، تم ان سے ملو" عرض کیا بہتر ۔ اجرٹن صاحب بہادر ، جیسا کہ تم کو معلوم تھا ، گئے ہوئے تھے ؛ کل وہ آئے ، آج میں نے ان کو خط لکھا ہے ۔ جیسا کہ وہ حکم دیں گے ، اس کے موافق عمل کروں گا ۔ جب بلائیں گے ، تب جاؤں گا ۔ دیکھو سید ! اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۔ بائیس مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے دیا ۔ پھر کس محکمے سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے ، میرے تفقد کا حکم بھجوایا ، حکام سے مجھ کو عزت دلوائی ، میرے صبر و ثبات کی داد ملی ۔ صبر و ثبات بھی اسی کا بخشا ہوا تھا ، میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا ؟

میر سرفراز[1] حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور ان کو اور نصیر الدین چراغ[2] دہلی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا :

[مارچ[3] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۱۸۹] ایضاً (۲۴)

واہ واہ[4] سید صاحب ! تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے ، نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے ۔ کئی دن سے تمھارے خط کے جواب

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۴۷ ۔
۲۔ عود ہندی : "نصیر الدین چراغ کو" ۔
۳۔ شاید آغاز مارچ کا خط ہے ۔ دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۲۰۱ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ۔
۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۴۵ ، مجیدی صفحہ ۲۰۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۶۶ ، مہیش صفحہ ۲۳۱ ، مہر صفحہ ۲۷۱ ، عود ہندی صفحہ ۲۰۴ ۔

کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے - آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے، مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں جو سخن پردازی کروں - بھائی! تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو، اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو - کیا قتیل، کیا رود نیل، یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں - لو سنو، اب تمھاری دلی کی باتیں ہیں:

چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا، اس میں سنگ خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا - بلی ماروں کے دروازے کے پاس کی کئی دکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا - شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے، پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں - تاج محل، مرزا قیصر، مرزا جواں بخت کی سالی، ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ، ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہوگئی - بادشاہ، مرزا جواں بخت، مرزا عباس شاہ، زینت محل کلکتہ پہنچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھائی ہوگی - دیکھیے کیمپ میں رہیں یا لندن جائیں؟ خلق نے از روئے قیاس، جیسا کہ دلی کے خبر تراشوں کا دستور ہے، یہ بات اڑا دی ہے، سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال سنہ ۱۸۵۹ع میں لوگ عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر روپے دیے جائیں گے - خیر، آج بدھ کا دن ۲۲ دسمبر کی ہے - اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے - اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا - تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو -

میری جان سرفراز حسین! تم کیا کر رہے ہو؟ اور کس[1] خیال میں

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۷۵ -

ہو؟ اب صورت کیا ہے، اور آئندہ عزیمت کیا ہے؟ میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار -

میرن صاحب کہاں ہیں؟ کوئی جائے اور بلا لائے - حضرت! آئیے! سلام علیکم - مزاج مبارک؟ کہیے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں؟ اگر بھیجا تو کیا لکھا؟ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں - کیا کروں میں کہیں، تم کہیں، وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیوں کر تم سے بے ادبیاں کر سکتے - ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے، انتقام لیا جائے گا - ہے ہے! کیوں کر ایک جا ہوں گے - دیکھیے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے[1] - اللہ اللہ اللہ -

[بدھ[2] ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع]

[۱۹۰] ایضاً (۲۵)

میری[3] جان!

تو کیا کہہ رہا ہے؟ "بنیے سے سیانا سو دیوانہ" - صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے - مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا - جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو؟ کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں[4]

۱- عود ہندی طبع اول: "کیا دکھائے گا -"
۲- متن خط میں دن اور تاریخ درج نہیں ہے -
۳- مجتبائی صفحہ ۱۴۶، مجیدی صفحہ ۲۰۳، مبارک علی صفحہ ۱۳۰، رام نرائن صفحہ ۱۶۸، سہیش صفحہ ۲۵۷، مہر صفحہ ۲۸۴، عود ہندی صفحہ ۲۵۶ -
۴- باقر علی خاں اور حسین علی خاں جو ان کے مرحوم ہم زلف کے فرزند تھے - مرزا نے ان کی پرورش کی تھی -

کی پرورش میں کرتا ہوں ؟ "استغفراللہ ، لا مؤثر فی الوجود الا اللہ" یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لوں گا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا - بھائی ! یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں تھی اور اب وہ نقش باطل ہوگیا - ایک حسرت کا بیان تھا ، نہ خواہش کا -

دیکھا اس پنشن قدیم کا حال ! میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جواب نہ پاؤں ، کہیں اور کیوں کر چلا جاؤں - حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے ، دیکھیے کب آئے - آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے - خلعت ملے یا نہ ملے - اس پیچ میں ایک اور پیچ آ پڑا ہے ، اس کو دیکھ لوں - اور پھر صرف اسی کا انتظار نہیں ، اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا - سبک سیر کیوں کر بن جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں - پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رام پور کے ٹھکانا نہیں ہے - وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں - تین[1] برس ثبات قدم اختیار کیا ، اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ - چپکے ہو رہو اور مجھ کو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو - ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ، ویسا عمل میں آتا ہے -

صاحب ! میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں - واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے :

[نومبر[2] ۱۸۵۹ء]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۷۶ -

۲- مرزا نے ۲ دسمبر ۱۸۵۹ء کو لکھا ہے کہ گورنر جنرل کی آمد آمد ہے لہذا یہ خط اس تاریخ سے کچھ پہلے کا ہے -

[۱۹۱] ایضاً (۲۶)

سید صاحب ! اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے - بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا - میں میرمہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ ان کو پیارکرتا ہوں - علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں ، اس میں تم بھی آ گئے - کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے ، دوست ہوں ، عاشق زار نہیں - بندۂ مہر و وفا ہوں ، گرفتار نہیں - تمھارے[2] بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے - ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤں گا - میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں ، وہ آئیں گے تو یہیں اُن کو دوں گا - محرم تمام ہوا ، آج سہ شنبہ غرۂ صفر ہے ، حضرت کا پتا نہیں - ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا - برسات کا نام آ گیا ، سو پہلے تو مجملاً سنو :

ایک غدر کالوں کا ، ایک ہنگامہ گوروں کا ، ایک فتنہ انہدامِ مکانات کا ، ایک آفت وبا کی ، ایک مصیبت کال کی ، اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے - آج اکیسواں دن ہے ، آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے - رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ ان کو جگنو سمجھ لیتے ہیں - اندھیری

۱- مجتبائی صفحہ ۱۴۷ ، مجیدی صفحہ ۳۰۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۶۹ ، مہیش صفحہ ۲۷۷ ، مہر صفحہ ۳۰۱ ، عود ہندی صفحہ ۲۵۴ -

۲- یہاں سے آخر تک یہ خط ''انشاے اردو'' طبع لاہور میں موجود ہے - اختلافات کے لیے دیکھیے میری مرتبہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور -

راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے - کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے - مبالغہ نہ سمجھنا ، ہزارہا مکان گر گئے ، سینکڑوں آدمی جا بہ جا دب کر مر گئے - گلی گلی ندی[1] بہہ رہی ہے - قصہ مختصر ، وہ اَن کال تھا کہ مینہ نہ برسا ، اناج نہ پیدا ہوا - یہ پن کال ہے ، پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہہ گئے - جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا ، وہ بونے سے رہ گئے -

سن لیا دلی کا حال ؟ اس کے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے - جناب میرن صاحب کو دعا -

[سہ[2] شنبہ ، یکم صفر ۱۲۷۹ھ/و ۲۹ جولائی ۱۸۶۲ع]

[۱۹۲] ایضاً (۲۷)

بے[3] مے نہ کند درکف من خامہ روائی
سرد است ہوا آتش بے دود ! کجائی

میر مہدی[4] ! صبح کا وقت ہے ، جاڑا خوب پڑ رہا ہے - انگیٹھی

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۷۷ -

۲- یہ تاریخ مہیش پرشاد صاحب نے 'انتخاب رقعات' سے نقل کی ہے - انشاے اردو مؤلفہ کریم الدین طبع مطبع سرکاری لاہور ۱۸۷۰ع صفحہ ۴۳ ، ۴۴ پر ہے ، ''سہ شنبہ یکم صفر و ۲۹ جولائی سال رستاخیز ۱۲۷۸'' لیکن ۱۲۷۸ھ میں یکم صفر پنج شنبہ کے دن ۸ اگست ۱۸۶۱ع کو تھی - اور تاریخ مندرجۂ متن مطابق تقویم ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۴۸ ، مجیدی صفحہ ۲۰۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۷۰ ، مہیش صفحہ ۲۵۹ ، مہر صفحہ ۲۸۶ ، عود ہندی صفحہ ۲۵۳ — ''خامہ روائی'' یہ شعر قصیدہ نمبر ۲۵ کلیات نظم فارسی طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، جلد دوم ، صفحہ ۱۵۱ کا مطلع ہے -

(حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۳۴۸ پر)

سامنے رکھی ہوئی ہے ، دو حرف لکھتا ہوں ، ہاتھ تاپتا جاتا ہوں ۔ آگ میں گرمی نہیں ، مگر ہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعہ پی لیے ، فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی ، دل توانا ہو گیا ، دماغ روشن ہو گیا ، نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا ۔ ساقیِ کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ؟ ہائے غضب ! ہائے غضب !

میاں ! تم پنشن پنشن کیا کر رہے ہو ؟ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں ؟ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر[1] ، صاحب کمشنر بہادر ، نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ، جب ان تینوں نے جواب دیا ہو ، تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں ؟ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں ، تم کو پنشن[2] کا فکر ہے ۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا ، میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے ۔ دیکھیے ، کیا جواب آتا ہے ۔ بہرحال جو کچھ ہوگا تم کو لکھا جائے گا ۔

اجی وہ یوسف ہند نہ سہی ، یوسف دہر سہی ۔ یوسف عصر سہی ، یوسف کشور[3] سہی ۔ ان کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے ۔ مجھے تو خبر نہیں ، کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپے مہینہ بھیجے جاؤں گا ۔ اب ان کا تقاضا ہے ، رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی

(صفحہ ۳۴۷ کا حاشیہ نمبر ۴)

۴۔ خطوط غالب (مہر) طبع اول : ''مہدی صاحب'' طبع دوم : ''میر مہدی صاحب ۔''

۱۔ خطوط غالب ، مہیش دونوں جگہ : ''بہادر'' ندارد ۔

۲۔ عود ہندی : ''تم کو پنشن کی فکر'' ۔

۳۔ مہیش : ''یوسف ہفت کشور'' ۔

ہیں - خرچ جلد بھیجو ، ورنہ نالش کی جائے گی اور تم کو گواہ قرار[1] دیا جائے گا - بہرحال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا :

میر سرفراز حسین کو دعا ، میر نصیر الدین کو دعا ، حکیم میر اشرف علی کو دعا ، "یوسف ہفت کشور" کو دعا -

[سہ[2] شنبہ ، ۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ع]

[۱۹۳] ایضاً (۲۸)

واہ[3] حضرت ! کیا خط لکھا ہے ، اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ ؟ بات اتنی ہے کہ میرا پلنگ مجھ کو ملا ، میرا بچھونا مجھ کو ملا ، میرا حجام[4] مجھ کو ملا ، میرا بیت الخلا مجھ کو ملا - رات کا وہ شور "کوئی آئیو ، کوئی آئیو" فرو ہو گیا - میری جان بچی ، میرے آدمیوں کی جان بچی :

اکنوں شب من شب است و روزم روزست

بھئی ! تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا - میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا - اگر پہنچتا تو بے شک

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۷۸ -

۲- یہ تاریخ مہیش پرشاد نے غالباً 'انتخاب رقعات' سے نقل کی ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۴۹ ، مجیدی صفحہ ۲۰۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۱۷۱ ، مہیش صفحہ ۲۷۹ ، مہر صفحہ ۳۰۳ ، عود ہندی صفحہ ۲۴۸ -

۴- عود ہندی اور اردوے معلیٰ طبع اول میں "حجام"- مہیش پرشاد: "حام"- صحیح "حجام" ہے - دیکھیے خط بنام بے خبر نمبر ۳۰۶ : "میرا خاص تراش آ گیا ، مہینہ بھر سے حجامت نہیں بنوائی ، خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں -" یہ رام پور سے واپسی کے تاثرات ہیں -

وہ تمھاری نظر سے گذرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے ، اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھ کو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی - پس اگر ، جیسا کہ میرا گمان ہے ، خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو ، اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا ، اب آن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے ؟ حسن بھی کیا چیز ہے ، نادر کا اتنا خوف نہیں ، جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے - تم ان سے خواہشِ وصال کرتے ہوئے ڈرو - میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے[1] ؟ نہ صاحب ! یہ کچھ بات نہیں - میرے خط کا جواب آن سے لکھوا کر بھیجواؤ -

یہاں کا حال وہ ہے جو تم دیکھ گئے ہو - پانی گرم ، ہوا گرم ، تپیں مستولی ، اناج مہنگا - بے چارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا ، میر امداد علی آشوب کا بیٹا ، محمد میر شب گذشتہ کو گزر گیا ، آج صبح کو اس کو دفن کر آئے - جوان صالح ، پرہیزگار ، مومنین کا پیش نماز تھا - انا للہ و انا الیہ راجعون !

مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدارالمہامِ ریاست کو لکھوں[2] گا - رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، عود ہندی طبع اول : "نہیں لکھتے" -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۷۹ — مطلب یہ ہے کہ نواب صاحب رام پور کو سرفراز حسین اور میرن صاحب کے لیے نہیں لکھوں گا ، البتہ مدار المہام کو خط لکھ دوں گا - چنانچہ مرزا صاحب نے خان ساماں علی بخش خاں کو خط لکھا کہ ریاست میں میرن صاحب کو کوئی جگہ مل جائے لیکن کامیابی نہ ہوئی - شاید اس خط میں اسی بات کا ذکر ہے -

کر جائے گا اور مدارالمہام امر واقعی لکھ بھیجے گا ۔

["مجتہد العصر" کو دعا کہنا اور یہ خط پڑھا دینا] میرن صاحب کو دعا اور کہنا کہ بھلا صاحب ! تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا ؟ ہم بھی تمھاری طرز کا تتبع[۲] کریں گے ۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں اُن میں راہ و رسمِ تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو ۔ اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے ، قبائل تمھارے یہیں ہیں ۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ، ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ : [شعر]

میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکاں

برسات[۳] کا حال نہ پوچھو ، خدا کا قہر ہے ۔ قاسم خاں کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے ۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں ، عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا ، مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا[۴] ، گر گیا ، سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں ۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے ، چھتیں چھلنی[۵] ہوگئی ہیں ،

۱- یہ جملہ اردوے معلیٰ اور خطوط غالب ، مہر میں نہیں ہے ۔ عود ہندی سے ماخوذ ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ طبع فاروقی وغیرہ اور خطوط غالب ، مہر میں "تتبع" کے بجائے 'اتباع' ہے ۔ اردوے معلیٰ اور عود ہندی طبع اول : "اتباع" ۔

۳- انشاے اردو طبع لاہور میں یہاں سے خط کا اقتباس ہے (صفحہ ۴۶)۔ عبدالستار صاحب کے قلمی نسخہ "انتخاب" میں بھی اسی طرح ہے ۔ میرے خیال میں یہ ایک واقعاً مستقل خط ہے ، محققین اس نکتے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ۔

۴- عود ہندی : "تھا وہ گر گیا ۔"

۵- مہیش پرشاد : "چھلنیاں ۔"

مینہ گھڑی بھر برسے ، تو چھت گھنٹہ بھر برسے - کتابیں ، قلمدان ، سب توشہ خانہ میں - فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا ، کہیں چلمچی دھری ہوئی ، خط کہاں[1] بیٹھ کر لکھوں ؟ پانچ چار دن سے فرصت ہے - مالک مکان کو فکر مرمت ہے - آج ایک امن کی صورت نظر آئی ، کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں -

الور کی ناخوشی ، راہ کی محنت کشی ، تپ کی حرارت ، گرمی کی شرارت ، یاس کا عالم ، کثرت اندوہ و غم ، حال کی فکر ، مستقبل کا خیال ، تباہی کا رنج ، آوارگی کا ملال ، جو کچھ کہو وہ کم ہے - بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے - سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا[2] - مگر وہ اختیار ایسا ہو گا ، جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے ، سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ، آدمی[3] کو بدنام کیا ہے - بارے رفع مرض کا حال لکھو - خدا کرے تپ جاتی رہی ہو ، تندرستی حاصل ہو گئی ہو - میر صاحب کہتے ہیں :

تندرستی ہزار نعمت ہے

پائے پیش مصرعہ مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے ، مجھ کو[4] پسند آیا ہے :

۱- انشائے اردو ، مہیش : ''خط لکھوں کہاں بیٹھ کر'' -
۲- انشائے اردو ، خطوط غالب ، مہیش پرشاد : ''ملے گا ، ہاں ، ملے گا مگر'' -
۳- اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۸۰ -
۴- انشائے اردو ، خطوط غالب ، مہیش پرشاد میں : ''مجھ کو پسند آیا ہے'' -
کلیات سالک ، ترتیب کلب علی خاں فائق صاحب میں صفحہ ۴۷۴ (طبع مجلس ترقی ادب لاہور) میں یہ قطعہ یوں ہے :
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۵۳ پر)

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر[1] میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔

آہاہاہا! میر افضل علی صاحب کہاں ہیں؟ حضرت! یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے! لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا، جےپور کے مجتہد العصر کے بھائی، میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں؟ ہاں بھائی میرن صاحب۔ بھلا ان کو ہماری دعا کہنا۔

[صبح[2] جمعہ، ۲۶ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ع؟]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۲)

شب بلا ہے تو روز آفت ہے
زندگی ہجر میں قیامت ہے
تنگ دستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی، ہزار نعمت ہے

۱- انشاے اردو: "جناب میر سرفراز حسین صاحب"۔ مہیش پرشاد: "مجتہد العصر جناب میر سرفراز حسین صاحب"۔

۲- انشاے اردو: "صبح جمعہ ۲۶ ستمبر"۔ مہیش: "جمعہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ع" خطوط غالب: "جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۸۶۲ع"۔ تقویم میں "جمعہ ۲۶ ستمبر" ہی ہے، ۱۶ غلط ہے۔ لیکن خط کے مضامین میں غالباً رام پور کے سفر اور رام پور ہی کی سفارش کے ردعمل سے متعلق گفتگو ہے۔ سفر رام پور سنہ ۱۸۶۰ع میں اور یہ واقعہ جولائی ۱۸۶۱ع میں پیش آیا۔ اس لحاظ سے اس خط کو ستمبر ۱۸۶۱ع کا ہونا چاہیے، مگر ستمبر ۱۸۶۱ع کی ۱۶ کو دوشنبہ اور ۲۶ کو پنج شنبہ تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مرزا جمعرات کو جمعہ لکھ گئے ہیں یا کوئی اور گڑبڑ ہوئی ہے۔ دیکھیے خط بنام غلام غوث خاں بے خبر، نمبر ۳۰۶۔

[۱۹۴] ایضاً (۲۹)

میری جان!

تم[1] کو تو بےکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے - قلم و دوات لے بیٹھے، اگر خط پہنچا ہے تو جواب، ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے - کل حکیم میر اشرف علی آئے تھے، سر منڈوا ڈالا ہے، "محلقین رؤسکم[2]" پر عمل کیا ہے - میں نے کہا کہ سر منڈوایا ہے تو داڑھی رکھو، کہنے لگے: "دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم" واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے - کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آ گئے اور بحال و برقرار رہے - خدا کا شکر بجا لایا - کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے - میرا سلام کہنا اور مبارک باد دینا، خبردار بھول نہ جائیو - تمہاری شکایت ہائے بےجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھ کو پانی پت سے بھیجا تھا اورکرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی، میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا، تو میں جواب لکھوں گا - آج شنبہ ۱۵ اکتوبر، صبح کا وقت، ابھی کھانا پکا بھی نہیں - تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا، اور پڑھا اور یہ جواب لکھا - کلیان بیمار ہے، ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا - بولو[3]! تمہارا گلہ بے جا یا بجا؟ بھائی! گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچ کر خط لکھنے میں کیوں دیر کی؟

۱- مجتبائی صفحہ ۱۵۰، مجیدی صفحہ ۲۰۷، مبارک علی صفحہ ۱۳۴، رام نرائن صفحہ ۱۷۳، مہیش صفحہ ۲۵۵، مہر صفحہ ۲۸۲، عود ہندی صفحہ ۲۴۶—عود ہندی طبع اول: "تجھ کو تو -"

۲- پارۂ حٰم کے سورۂ 'الفتح' کی ستائیسویں آیت کا ایک حصہ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۸۱ -

اور ہاں ، یہ کیا سبب[1] ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمھارے قلم سے نہیں نکلتا ، نہ ان کی خیر و عافیت ، نہ ان کی بندگی ۔ اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو ان کی بندگی نہ لکھتے ، خیر و عافیت تو لکھتے : یہ باتیں اچھی نہیں ۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں ، تنہا تمھارے ساتھ گئے ہیں ۔ والدہ ان کی پانی پت میں ہیں ، وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلائیں گے ، یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے ؟ یہ دو باتیں جواب طلب ہیں : میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو ۔ رہا میرا پنشن ، اس کا ذکر نہ کرو ۔ اگر ملے گا[2] تو تم کو اطلاع دی جائے گی ۔

شہر کی آبادی کا چرچا ہوا ، کرایہ کو مکان ملنے لگے ، چار[3] پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا ۔ اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے ، آیندہ کیا ہوگا ؟

سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیے ، مگر خیر میں عزیزداری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہوں ۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار ۔ میر نصیر الدین کو دعا ۔ زیادہ کیا لکھوں ۔

[صبح[4] شنبہ ، ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء]

۱۔ عود ہندی میں "سبب" ندارد ۔ اردوے معلی طبع مبارک علی و مخطوط غالب نمبر میں ایک جملہ : "نہ ان کی بندگی ، اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو" ندارد ۔

۲۔ عود ہندی : "ملے گی" ۔

۳۔ عود ہندی : "چار سو پانسو گھر" ۔

۴۔ متن خط اور تقویم ۔

[۱۹۵] ایضاً (۳۰)

میاں! کیوں ناسپاسی[1] و ناحق شناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے، تمھارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں؟ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں، جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں، تم گنوار، چشم بیمار کو کیا جانو! خیر ہنسی ہو چکی، اب حقیقت مفصل لکھو، تم زحیر کی عادت رکھتے ہو، عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ؟ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی؟ [دریبہ[2] بال بال بچ گیا، جو اس کے خلاف کہے اس کو غلطی جاننا] ۔ میں نے خط تمھیں جان کر نہیں لکھا ۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آؤں گا، مجھ کو خط بھیجنے میں تامل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے[3] کچھ ہو۔

تنخواہ کی سنو: تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے، ڈیڑھ[4] سو متفرقات میں اٹھ گئے ۔ مختار کار دو ہزار لایا ۔ چونکہ میں اس کا قرض دار ہوں، روپے اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے۔ حساب کیا، سود، مول، سات کم پندرہ سو ہوئے ۔ میں نے کہا میرے

۱- مجتبائی صفحہ ۱۵۲، مجیدی صفحہ ۲۰۸، مبارک علی صفحہ ۱۳۵، رام نرائن صفحہ ۱۷۴، مہیش صفحہ ۲۶۲، مہر صفحہ ۲۸۹، عود ہندی صفحہ ۲۴۳ ۔ عود ہندی طبع اول: ”کیوں ناسپاسی وحق ناشناسی“ ۔

۲- یہ عبارت عود ہندی طبع اول سے لی گئی ہے ۔ اردوے معلیٰ اور خطوط غالب کے تمام مجموعوں میں نہیں ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۸۲ ۔

۴- عود ہندی طبع اول میں ہے: ”ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کی نذر ہوئے“ مرزا نے عملہ کی بدنامی کے ڈر سے یہ فقرہ بدل دیا ہے ۔

قرضۂ متفرق کا حساب کر ، کچھ اوپر گیارہ سو روپے نکلے، میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے ، نو سو بچے ، آدھے تو لے ، آدھے مجھے دے ۔ وہ کہتا ہے ، پندرہ سو مجھ کو دو ، پانسو سات تم لو ۔ یہ جھگڑا مٹ جائے گا ، تب کچھ ہاتھ آئے گا ۔ خزانے سے روپیہ آ گیا ہے، میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں ۔ بات رہ گئی ، پت[1] رہ گئی ، حاسدوں کو موت آ گئی ، دوست شاد ہو گئے ۔ میں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا ۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامت[2] اسد اللٰہی ہے ۔ ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیۂ یداللٰہی ہے ۔ حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانے کا مستحق نہیں ، حاکم صدر مجھ کو پنشن دلوائے ! اور پورا دلوائے !

میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں ۔ جواب ترکی ترکی ، جواب عربی عربی ، جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا ۔ مجتہد العصر کو بندگی لکھوں ، دعا لکھوں ، کیا لکھوں ؟ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ، ہوا کریں ، میرے تو فرزند ہیں ، میں دعا ہی لکھوں گا ۔ اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا :

[[3] مئی ۱۸۶۰ع]

[۱۹۶] ایضاً (۳۱)

بھائی[4] کیا پوچھتے ہو، کیا لکھوں ؟ دلی کی ہستی منحصر کئی

۱- پت : آبرو ، عزت ۔

۲- اردوے معلی طبع اول : ”کرامت اسد اللٰہی“ عود ہندی طبع اول : ”معجزۂ اسد اللٰہی“ ۔

۳- پنشن ۳ مئی ۱۸۶۰ع کو ملی ہے لہٰذا یہ خط اسی مہینے اور اسی سال کا ہے ۔ نیز دیکھیے آشوب چشم کا ذکر، خط نمبر ۱۹۸ ۔

۴- مجتبائی صفحہ ۱۵۳ ، مجیدی صفحہ ۲۰۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۶

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۵۸ پر)

ہنگاموں پر ہے ۔ قلعہ ، چاندنی چوک ، ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا ، ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ، ہر سال میلہ پھول والوں کا ، یہ پانچوں باتیں اب نہیں ، پھر کہو دلی کہاں ؟ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا ۔

نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے ۔ دیکھیے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں ۔ آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا ۔ جھجر ، بہادرگڈھ ، بلب گڈھ ، فرخ نگر ، دوجانہ ، پاٹودی ، لوہارو ۔ چار معدوم محض ہیں ، جو باقی رہے اس میں سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی ۔ حصار ، پاٹودی حاضر ۔ اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں کو یہاں لے آئے ، تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس ۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود ۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں : میرٹھ میں مصطفیٰ خاں ، سلطان جی میں مولوی صدر الدین خاں ، بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد ۔ تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم : [شعر]

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ ، جاں نثار خاں کے چھتے کی ، سڑک خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈہنا ، جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدان نکلنا سن جاؤ ۔ غالب افسردہ دل کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۷)
رام نرائن صفحہ ۱۲۶ ، مہیش صفحہ ۲۵۱ ، مہر صفحہ ۲۸۵ ،
عود ہندی صفحہ ۲۰۲ ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۳ ۔

دیکھ جاؤ، چلے جاؤ۔

مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا۔ حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دعا۔

[مرقومہ[1] صبح جمعہ ۶ جمادی الاول (سنہ ۱۲۷۶ھ)
۲ دسمبر سال حال (۱۸۵۹ع)]

[۱۹۷] ایضاً (۳۲)

جان[2] غالب! تمہارا خط پہنچا۔ غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے۔ [مصرع]:

"ہر[3] اک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے"

مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا؟ اے میر مہدی[4]! تجھے شرم نہیں آتی:

"میاں[5] یہ اہل دہلی کی زبان ہے"

۱- لاہور کی مطبوعہ کتاب انشائے اردو اور انتخاب رقعات نمودہ ڈاکٹر عبدالستار میں دن اور تاریخ کے سنہ نہیں ہے۔ مہیش پرشاد نے سنہ کا اضافہ کیا جو تقویم کے مطابق ہے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۵۸، مجیدی صفحہ ۲۰۹، مبارک علی صفحہ ۱۳۷، رام نرائن صفحہ ۱۷۷، مہیش صفحہ ۲۶۷، مہر صفحہ ۲۹۲، عود ہندی صفحہ ۲۳۹ — "جان غالب تمہارا خط پہنچا" یہ ایک مصرع ہے۔

۳- پیش مصرع ہے: "نہیں لیتا ہوں فرط رشک سے نام"۔

۴- انشائے اردو: "میر صاحب"۔

۵- اس وقت دیوان میں یہ شعر یوں ہے:

سخن کو یوں تو اک عالم ہے مجروح
مرے استاد کی گھر بیٹھے زبان ہے

ارے ! اب اہل دہلی یا ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں ، یا خاکی ہیں ، یا پنجابی ہیں ، یا گورے ہیں - ان میں سے تو[1] کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے ؟ لکھنئو کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا ؛ ریاست تو جاتی رہی ، باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں -

خس کی ٹٹی ، پُروا ہوا اب کہاں ؟ وہ لطف تو[2] اسی مکان میں تھا ، اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ جہت اور سمت بدلی ہوئی ہے ، بہ ہرحال می گزرد -

مصیبت عظیم یہ ہے کہ 'قاری کا کنواں' بند ہوگیا ، 'لال ڈگی' کے کنویں یک قلم کھاری ہوگئے - خیر ! کھاری ہی پانی پیتے ، گرم پانی نکلتا ہے - پرسوں میں سوار ہوکر کنووں کا حال دریافت کرنے گیا تھا - مسجد جامع ہوتا ہوا راج گھاٹ دروازے کو چلا - مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازے تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق ہے - اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہُو کا مکان ہو جائے -

یاد کرو ، مرزا گوہر کے باغیچے کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا ، اب وہ باغیچہ صحن کے برابر ہو گیا ، یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہوگیا - فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں ، باقی سب اٹ گیا - کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو، اب آہنی[3] سڑک کے واسطے 'کلکتہ دروازہ' سے 'کابلی دروازہ' تک میدان ہوگیا - 'پنجابی کٹرہ ، 'دھوبی واڑہ'، رام جی[4] داس کا گنج، سعادت خاں کا کٹرہ ، جرنیل

۱- انشاے اردو : "تم کس کی زبان کی تعریف کرتے ہو -"
۲- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۱۸۴ -
۳- آہنی سڑک : ریلوے لائن -
۴- اردوے معلیٰ : "رام جی گنج" تصحیح از عود ہندی طبع اول سے -

کی بی بی کی حویلی ، رام جی داس گودام والے کے مکانات ، صاحب رام کا باغ ، حویلی ، ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا ۔ قصہ مختصر ، شہر صحرا ہو گیا تھا ، اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا تو یہ صحرا ، صحرائے کربلا ہو جائے گا ۔ اللہ اللہ ! دلی نہ رہی اور دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں ۔ واہ رے حسن اعتقاد ! ارے بندۂ خدا ، اردو بازار نہ رہا ، اردو کہاں ؟ دلی کہاں؟ واللہ اب شہر نہیں ہے ، کنپ ہے ، چھاؤنی ہے ۔ نہ قلعہ ، نہ شہر ، نہ بازار ، نہ نہر ۔

الور کا حال کچھ اور ہے ، مجھے اور انقلاب سے کیا کام ۔ الگزنڈر ہڈرلے کا کوئی خط نہیں آیا ، ظاہرا ان کی مصاحبت[1] نہیں ورنہ مجھ کو ضرور خط لکھتا رہتا ۔

میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیرالدین کو دعا ۔

[جون[2] سنہ ۱۸٦۱ع]

[۱۹۸] ایضاً (۳۳)

جان غالب[3] !

اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھ کو خود افسوس تھا ۔

۱- اردوے معلیٰ : ''مصباحت'' ۔

۲- مہیش پرشاد نے 'جولائی ۱۸٦۱ع' تجویز کیا ہے ، لیکن خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈرلے زندہ ہے ، الور میں افراتفری ہے اس لیے اسے آخر جون کا مکتوب ہونا چاہیے ۔ (دیکھیے حاشیہ عود ہندی ، صفحہ ۲۳۱) ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۵۵ ، مجیدی صفحہ ۲۱۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۷۸ ، مہیش صفحہ ۲٦۷ ، مہر صفحہ ۲۹۰ ، عود ہندی صفحہ ۲۳۸ — اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۸۵ ۔

پانچویں دن غذا کھائی ، اب اچھا ہوں ، تندرست ہوں - ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے ، محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے - میر نصیر الدین آئے کئی بار ، میں نے ان کو دیکھا نہیں ، اب کی بار درد میں مجھ کو غفلت بہت رہی ، اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی - جب سے اچھا ہوا ہوں ، سید صاحب نہیں آئے - تمھاری آنکھوں[1] کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے ، اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں ، جتنی گرد اڑی ، اس کو آپ نے از راہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی - بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ - مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا - میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اس کا جواب نہیں لکھا - یہ رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاسِ الفت پر اطلاع پائیں :

[چہار[2] شنبہ ، ۶ جون ۱۸۶۰ع]

[۱۹۹] ایضاً (۳۴)

سید صاحب !

کل[3] پہر دن رہے تمھارا خط پہنچا - یقین ہے کہ اسی وقت یا شام

۱- دیکھیے خط نمبر ۱۹۵ -
۲- انشائے اردو طبع لاہور : "چہار شنبہ ۶ جون ۱۸۶۰ع" ـــ چہار شنبہ ۶ جون ۱۸۶۰ع مطابق ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۷۶ھ ـــ سہیش میں "انتخاب" سے مذکورہ تاریخ نقل ہے اور صحیح ہے -
نیز دیکھیے خط بنام مجروح نمبر ۲۹ -
۳- مجتبائی صفحہ ۱۵۵ ، مجیدی صفحہ ۲۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۸ ، رام نرائن صفحہ ۱۷۹ ، سہیش صفحہ ۲۷۲ ، مہر صفحہ ۲۹۷ ، عود ہندی صفحہ ۲۳۴ -

کو میر سرفراز حسین تمھارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے، ان کی زبانی سن لو گے، میں کیا لکھوں۔ میں نے بھی جو کچھ سنا ہے، انھیں سے سنا ہے۔ آن کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہے۔ میں جانتا تھا[1] کہ وہاں کچھ نہ ہوگا، سو روپے کی ناحق زیر باری ہوئی۔ چونکہ یہ زیر باری میرے بھروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی۔ میں نے اس چھیاسٹھ برس[2] میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں۔ جہاں ہزار داغ ہیں، ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری[3] سے دل کڑھتا ہے۔

وبا کو کیا پوچھتے ہو؟ قدر انداز قضا کے ترکش میں یہی[4] ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام، لوٹ ایسی سخت، کال ایسا بڑا، وبا کیوں نہ ہو؟ "لسان الغیب[5]" نے دس برس پہلے فرمایا ہے: [شعر]

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں! سنہ ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی، مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا، واقعی اس میں میری کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا۔

۱۔ کلیات اردو طبع اول: "میں جانتا تھا"۔ عود ہندی سے تصحیح کی ہے۔ رام پور سے ناکام واپسی پر مرزا کے تاثرات ہیں۔
۲۔ عود ہندی: "برس کی عمر میں اس قسم کی"۔
۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۸۶۔
۴۔ عود ہندی: "یہ بھی ایک تیر"۔
۵۔ خود غالب مراد ہیں کہ انھوں نے خود اپنے مرنے کی پیشین گوئی کی تھی۔

"کلیات اردو" کا چھاپا تمام[1] ہوا ، اغلب کہ اسی ہفتے میں ، غایت اسی مہینے میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائے گا ۔ "کلیات نظم فارسی" کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے ۔ اگر ڈول[2] بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا ۔ "قاطع برہان" کے خاتمے میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں ۔ اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں بے شرکت غیر اس کو چھپواؤں گا ۔ مگر یہ خیال محال ہے ۔ میرے مقدور کی تیاری کا حال 'مجتہدالعصر' کو معلوم ہے ۔ واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر ۔ خدا کا بندہ ہوں ، علی کا غلام ۔ میرا خدا کریم ، میرا خداوند[3] سخی :

"علی دارم چہ غم دارم"

وبا کی آنچ مدھم ہوگئی ہے ، پان سات روز بڑا زور شور رہا ۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی‌بی بچوں کے دلی میں آیا ۔ کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ۔ الور میں بھی وبا ہے ۔ الگزنڈر ہڈرلے[4] مشتہر بہ الک

۱۔ یہ نسخہ مطبوعہ دہلی کا ذکر ہے جو مطبع احمدی سے ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ ، ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع کو شایع ہوا ۔ دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۳۶ ۔

۲۔ نول کشور پریس لکھنؤ میں چھپنے کے انتظامات ہو رہے ہیں ۔

۳۔ عود ہندی مطبوعہ نارائنی دہلی ، نول کشور "خاوند" ۔

۴۔ عود ہندی طبع نول کشور وغیرہ "پدر نے" ۔ عود ہندی نول کشور اردوے معلیٰ طبع اول : "الکذ ندر ہدرلی مشتہر بہ" عود ہندی ، مبارک علی : "الکہ" ۔
الگزنڈر ہڈرلے ۷ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع میں گولی کھا کر مرا ۔ دیکھیے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۲۳۷ ۔

واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج[1] میں اور مجھ میں متوسط تھا ، اس جرم میں ماخوذ ہوکر مرا ۔ خیر ، یہ عالم اسباب ہے ، اس کے حالات سے ہم کو کیا ؟

[جمعہ[2] ، ۱۷ محرم ۱۲۷۸ھ ، ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ع]

[۲۰۰] ایضاً (۳۵)

ہاں[3] صاحب ! تم کیا چاہتے ہو ؟ مجتہد[4] العصر کے مسودہ کو اصلاح دے کر بھیج دیا ، اب اور کیا لکھوں ؟ تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں ، میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں ۔

تمھارا دماغ چل گیا ہے ، لفافے کو کریدا کرو ، مسودے کو بار بار دیکھا کرو ۔ [کاغذ[5] کو بار بار دیکھا کرو] پاؤ گے کیا ؟ ــ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں :

"یہاں خیریت ہے ، وہاں کی عافیت مطلوب ہے ، خط تمھارا بہت دن کے بعد پہنچا ، جی خوش ہوا ، مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے ۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا ۔ اور ہاں ! حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا ۔ لازمۂ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ

۱- عود ہندی طبع اول وغیرہ : "مزاج" ۔
۲- مہیش پرشاد صاحب نے 'انتخاب رقعات' سے نقل کی ہے ۔
۳- مجتبائی صفحہ ۱۵۶ ، مجیدی صفحہ ۲۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۲۹ : "ہاں صاحب کیا چاہتے ہو" ـ 'تم' ندارد ۔ رام نرائن صفحہ ۱۸۰ ، مہیش صفحہ ۲۷۴ ، مہر صفحہ ۳۰۰ : "تم" ندارد ۔ عود ہندی صفحہ ۲۳۱ ۔
۴- اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۸۷ ۔
۵- اضافہ از عود ہندی طبع اول ۔

اسی طرح خط بھیجتے رہو۔"

کیوں، سچ کہیو! اگاوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی؟ ہائے، کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک یوں نہ لکھو، وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ بے آب ہے، ابر بے باراں ہے، نخل بے میوہ ہے، خانہ بے چراغ ہے، چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو، تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں، امر ضروری کو لکھ لیا، زوائد کو او وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمھاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں۔ کیا نماز قضا نہیں پڑھتے؟ اور وہ مقبول نہیں ہوتی؟ خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی، اب لکھ بھیجی، قصور معاف کرو، خفا نہ ہو! میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے، پھر نہ آئے۔ فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمھارے چچا کو یا تم کو بھیج دوں۔

نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مر گئے۔ حامد[1] علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔

کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا، آج اس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خاں کو مہینہ بھر سے تپ[2] آتی ہے، حسین علی خاں کے گلے میں دو غدود ہوگئے ہیں۔ شہر چپ چاپ، نہ کہیں پھاوڑا بجتا

۱- نواب حامد علی خاں، غدر سے پہلے ناظر دیوان تھے۔ غدر میں ان کو بھی مشتبہ قرار دیا گیا، پھر بری ہو گئے۔ انھوں نے بادشاہ پر کمپنی کی وساطت سے مقدمہ دائر کیا تھا جس کا فیصلہ غالب نے بیان کیا۔ حاشیہ عود ہندی صفحہ ۲۳۳۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۸۸۔

ہے ، نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے ، نہ آہنی سڑک آتی ہے ، نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے - دلی شہر خوشاں ہے - کاغذ نبڑ گیا ورنہ تمھارے دل کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا -

[یکشنبہ[1] ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع]

[۲۰۱] ایضاً (۳۶)

سید[2] صاحب ! تمھارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو - لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں - خط سے معلوم ہؤا تو کیا معلوم ہؤا کہ ڈھائی سو دیے - ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ، ڈھائی سو کیسے - سبحان اللہ ! باوجود اس تہی دستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے ، بلا سے آبرو بچی ، جان بچی - اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے جائیں ، شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے - میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو لکھیں -

پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں - حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا ، عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا ، کوئی کچھ نہیں بتاتا - بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل

۱- اس خط کا ایک انتخاب 'انشاے اردو' طبع لاہور میں بھی ہے- اس میں تاریخ یہ ہے "یکشنبہ ۲۲ ستمبر" - سنہ جنتری کے مطابق ہے - نیز اس خط کے ساتھ خط بنام انورالدولہ شفق ضرور ملاحظہ کریں - طبع ہذا خط مسلسل نمبر ۳۳۴ -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۵۷ ، مجیدی صفحہ ۲۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۳۰ ، رام نرائن صفحہ ۱۸۱ ، مہیش صفحہ ۲۳۹ ، مہر صفحہ ۲۶۹ ، عود ہندی صفحہ ۲۲۶ -

اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم، نہ کسی کو خبر۔

میاں! کیا باتیں کرتے ہو؟ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا؟ روٹی کھانے کو نہیں، شراب پینے کو نہیں، جاڑے آتے ہیں، لحاف توشک کی فکر ہے، کتابیں کیا چھپواؤں گا؟ منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے۔ سابقۂ معرفت مجھ سے نہ تھا، ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا۔ انھوں نے وہ نسخہ دیکھا[1]، چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا، اس کو میں نے لکھا۔ اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا، آٹھ آنے فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں، پچیس روپے چھاپے خانے میں بہ طریق ہنڈوی بھجوا دیے۔ صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ، چھاپنا شروع کیا۔ آگرہ کے حکام کو دکھایا، اجازت چاہی۔ حکام نے بہ کمال خوشی اجازت دی۔ پانسو جلد چھاپی جاتی ہے۔ اس پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ مجھ کو دیں گے، میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی! میں نے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ع سے اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۸ع تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اس کی اطلاع دے دی ہے۔ امین الدین خان کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیوں کر لکھتا؟ ان کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے۔ کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگھ

۱- اردوے معلی، آغاز صفحہ ۱۸۹ -

اندور جانے والے تھے - اگر ختم کر کے مسودہ ان کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون[1] ؟

[اہل[2] خطہ کا حال از روئے تفصیل مجھ کو کیوں کر معلوم ہو ؟ سنتا ہوں دعوائے خون پیش کیا چاہتے ہیں ، سودا ہوگیا ہے ، مسودہ ہو رہا ہے ، بلنک صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اڑ گئے - گورنر مدعی نہ ہوئے ، قصاص نہ لیا ، اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا ؟ [شعر]

اے سبزۂ سر رہ ، از جور پا چہ نالی
در کیش روزگاراں گل خوں بہا نہ دارد

خیر جو ہونا ہے ، ہو رہے گا - بعد وقوع ہم بھی سن لیں گے ، تم اتنا کیوں دل جلا رہے ہو ؟]

[اکتوبر[3] سنہ ۱۸۵۸ع]

[۲۰۲] ایضاً (۳۷)

خوبی[4] دین و دنیا ، روزی باد ! میر اشرف علی صاحب نے تمھارا خط دیا - وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہم نام

۱- اردوے معلی میں یہ خط یہاں ختم ہو جاتا ہے لیکن عود ہندی میں ایک ایسا ٹکڑا بھی ہے جس میں انگریزوں کے خلاف ایک تاثر ملتا ہے -

۲- یہ عبارت عود ہندی سے ماخوذ ہے -

۳- غالب نے خود اکتوبر لکھا ہے - ، سنہ میں کوئی شبہ نہیں - نیز دیکھیے خط بنام شفق نمبر ۳۲ -

۴- مجتبائی صفحہ ۱۵۸ ، مجیدی صفحہ ۲۱۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۸۲ ، سہیش صفحہ ۲۳۷ ، مہر صفحہ ۲٦۸ ، عود ہندی صفحہ ۲۲۴ -

کے ہاتھ جا پڑا ! صاحب ! قصور تمھارا ہے - کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو - مجھ کو دیکھو کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں ، نہ کوئی اپنا ہم نام ہونے دیا ، نہ کوئی اپنا ہم عرف بننے دیا ، نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچایا - فقط -

پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی ، اس نے اچھی لکھی ، کل ہفتہ کا دن ساتویں[1] اگست کی ، مجھ کو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا ، کچھ سہل سوال مجھ سے کیے - اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے - تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ پندرہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں ، یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے؟ غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں ، صورت اچھی ہے ، خدا چاہے تو رہائی ہو جائے -

صاحب ! ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا ، دفتر بند کر دیا اور لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا ، کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرۂ اخیر لکھ بھیجو ؟ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو ، تا کہ میں اس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں -

ہاں صاحب ! میر اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں ، اگر آجائیں تو مجھ کو اطلاع کرنا -

[یکشنبہ ، ۸ اگست ۱۸۵۸ء]

۱- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۹۰ -

[۲۰۳] ایضاً (۳۸)

مار[1] ڈالا یار تیری جواب طلبی نے۔ اس چرخ کج رفتار کا برا ہو، ہم نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟ ملک و مال و جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے، ایک گوشہ و توشہ تھا، چند مفاس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے: [شعر]

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا، اے فلک!
اور تو یاں کچھ نہ تھا، ایک مگر دیکھنا

یاد رہے، یہ شعر خواجہ "میر درد" کا ہے۔ کل[2] سے مجھ کو "میکش" بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب! اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں؟ وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو، اور تو کچھ بن نہیں آتی، مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر[3] کی نہیں کر سکتی۔ بہر حال جو کچھ لکھتا ہوں، دیکھو کیا لکھتا ہوں!

سنو! پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال[4] نہیں معلوم۔ دیر آید

۱- مجتبائی صفحہ ۱۵۹، مجیدی صفحہ ۲۱۴، مبارک علی صفحہ ۱۴۲، رام نرائن صفحہ ۱۸۳، مہیش صفحہ ۲۵۰، مہر صفحہ ۲۷۹، عود ہندی صفحہ ۲۲۲۔

۲- مہر صاحب کا خیال ہے کہ "کل سے مجھ کو میکش بہت یاد آتا ہے" میر مہدی کے خط کا جملہ ہے — میکش غدر کے سلسلے میں ۱۸۵۸ع کو گولی کا نشانہ بنائے گئے۔

۳- اردوے معلیٰ طبع اول: "تقریر کا"۔ عود ہندی طبع اول: "تقریر کی" عود ہندی طبع نرائنی دہلی، جو مہیش پرشاد کے سامنے رہی ہے، اس میں "تقریر کا" ہے۔

۴- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۹۱۔

درست آید -

بھئی میں تم سے بہت آزردہ ہوں - میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت ، نہ مجھ کو تہنیت ، بلکہ اس طرح سے لکھا ہے گویا ان کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے - لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے ، اچھلتے کودتے پھرتے ہیں - اس کے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہوگئے - یہ باتیں تمھاری ہم کو پسند نہیں آتیں - تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا ، بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں : [شعر]

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں
دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یوں ہے :

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

'میر' کی جگہ 'میرن' اور 'رہا' کی جگہ 'بچا' کیا اچھا تصرف ہے !

ارے میاں ! تم نے کچھ اور بھی سنا ؟ کل یوسف مرزا کا خط لکھنئو سے آیا - وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں[1] عرف نواب جان والد ان کا دائم الحبس ہوگیا - حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی - یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا ، خدا کرے اس نے جھوٹ سنا ہو -

لو بھئی ! اب تم چاہو بیٹھے رہو ، چاہو جاؤ اپنے گھر ، میں تو

۱- عود ہندی ، اردوے معلیٰ : ''نصیر خاں عرف نواب جان'' مالک رام صاحب تلامذۂ غالب صفحہ ۲۷۰ پر لکھتے ہیں کہ صحیح 'نصیر جان' ہے جو باندہ سے گرفتار کر کے لکھنئو لائے گئے پہلے حبس دوام ، پھر ۱۸۶۰ء میں پھانسی کی سزا پائی -

روٹی کھانے جاتا ہوں - اندر باہر سب روزہ دار ہیں - یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی - صرف ایک میں اور ایک میرا پیارا بیٹا حسین علی خاں ، یہ ہم روزہ خوار ہیں - وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے : ''کھلونے منگا دو ، میں بجار جاؤں گا -''

میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط ان کو ضرور سنا دینا - برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہنچے -

[اپریل[1] سنہ ۱۸۶۰ع]

[۲۰۳] ایضاً (۳۹)

میر[2] مہدی ! جیتے رہو ، آفرین ، صد ہزار آفرین ! اردو عبارت لکھنے کا [کیا[3]] اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا - سنو ! دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے - یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی ، سو ایک ظالم پانی پت ، انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا - مگر میں نے اس کو بحل کیا ، اللہ برکت دے -

میرے پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کہا حقہ[4] سمجھ لو -

۱- میں نے مہیش پرشاد صاحب سے کسی جگہ سنہ ۱۸۵۹ع نقل کیا ہے - لیکن اب میرا خیال ہے کہ یہ خط اپریل ۱۸۶۰ع کا ہے ، کیونکہ یہی سال وفات 'نصیر جاں' ہے اور اپریل کی پہلی ۸ رمضان ۱۲۷۶ھ کے مطابق ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۶۰ ، مجیدی صفحہ ۲۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۳ ، رام نرائن صفحہ ۱۸۵ ، مہیش صفحہ ۳۴۸ ، مہر صفحہ ۲۷۷ ، عود ہندی صفحہ ۲۲۰ -

۳- عود ہندی : ''لکھنے کا کیا اچھا'' - اردوے معلیٰ : ''لکھنے کا اچھا ڈھنگ'' - اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۹۲ -

۴- عود ہندی : ''کہا ہو حقہ -''

"وللرحمان الطاف خفیہ" ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی - نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں[1] شخص کی پنشن کے کل چڑھے ہوئے روپے کے یکمشت پانے کی اور آیندہ ماہ بہ ماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمھارے پاس بھیج دیں - سو یہاں اس کی تعمیل[2] بہ طرز مناسب ہوگئی ، کم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائے گا - اور ہاں ، صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوا لو - میں نے کہا صاحب ! یہ کیسی بات ہے کہ اوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو ؟ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجراء کا حکم مل جائے گا - اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئے گی - میں چپ ہو رہا -

آج دوشنبہ ، یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے - دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگا لوں - پھر یار ! ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے ، حکم تو اسی حکم کے ساتھ اس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے ، مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو - اب دیکھیے یہ دو حاکم ، یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں - پنجاب[3] کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ "دستنبو" منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اس میں کیا لکھا ہے - چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب

۱- عود ہندی : "فلانے شخص -"
۲- عود ہندی : "فوراً بہ طرز مناسب -"
۳- اردوے معلیٰ طبع اول : "حاکم پنجاب" - 'حاکم' زائد ہے - تصحیح از عود ہندی طبع اول -

یہی کہہ کر مجھ سے مانگی اوز میں نے دی ، اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے ؟

اس وقت تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا ۔ مجھ کو باتیں کرنے کا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا ۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں ۔

میر سرفراز حسین ، میرن صاحب ، میر نصیرالدین کو دعا ۔

[دو[1] شنبہ ، یکم شعبان ۱۲۷۵ھ/ہفتم مارچ ۱۸۵۹ع]

[۲۰۵] ایضاً (۴۰)

سید صاحب ![2]

نہ تم مجرم ، نہ میں گنہ گار ۔ تم مجبور ، میں ناچار ۔

لو اب کہانی سنو ، میری سرگزشت میری زبانی سنو : نواب مصطفیٰ خاں[3] بہ میعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے ، سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی کا حکم آیا ہے ۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ۔ ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں ۔ میں بہ مجرد[4] استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا ۔

۱۔ تاریخ اندراج مکتوب و تقویم کے مطابق ہے ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۶۱ ، مجیدی صفحہ ۲۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۴ ، رام نرائن صفحہ ۱۸۶ ، مہیش صفحہ ۲۴۳ ، مہر صفحہ ۲۷۲ ، عود ہندی صفحہ ۲۱۶ ۔

۳۔ نواب شیفتہ غدر کے سلسلے میں ماخوذ ہوئے اور جنوری (؟) میں رہا ہوئے ۔ مرزا غالب ۲۲ جنوری ، ہفتہ کو گئے ، منگل پچیس جنوری کو واپس آئے — عرشی صاحب فرماتے ہیں کہ چھ سال قید رہے ۔

(باقی حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۳۷۶ پر)

ان کو دیکھا ۔ چار دن وہاں رہا ، پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا ۔ تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں ، مگر ہفتہ کو گیا ، منگل کو آیا ۔ آج بدھ دوم فروری ہے ۔ مجھ کو آئے ہوئے نواں دن ہے ۔ انتظار میں تھا کہ تمھارا خط آئے تو اس کا جواب لکھا جائے ۔ آج صبح کو تمھارا خط آیا ، دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں ۔

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

میرٹھ سے آ کر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے ۔ لاہوری دروازے کا تھانے دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے ۔ جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے ، اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے ۔ حاکم کے ہاں[1] سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے ۔ آٹھ دن قید رہتا ہے ۔ اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو ، کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے ۔ تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے ۔ یہاں کا جمعدار[2] میرے پاس بھی آیا ۔ میں نے کہا "بھائی ! تو مجھے نقشے میں نہ رکھ ، میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ ۔ عبارت یہ کہ "اسد اللہ خاں پنشن دار ۱۸۵۰ عیسوی سے حکیم پٹیالے والے کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۵)

۴- اردوئے معلیٰ کی عبارت متن میں نقل کی ہے ۔ عود ہندی طبع اول میں یہ فقرہ یوں ہے : "بہ مجرد اس خبر کی استماع کے" ۔ (حواشی مکاتیب غالب طبع ششم صفحہ ۱۵۸ - نیز دیکھیے خط بنام تفتہ) ۔

۱- عود ہندی میں "یہاں" ۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۹۴ -

۲- اردوئے معلیٰ اور عود ہندی میں "جماعہ دار" ہے اور یہی غالب کا املا تھا ۔

بھائی کی حویلی میں رہتا ہے۔ نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا، نہ گوروں کے زمانے میں نکلا اور نہ نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اس کی اقامت کا مدار ہے۔ اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا، اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔'

پرسوں یہ عبارت جامعدار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی[1] میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیوں بناتے ہیں؟ جو مکان بن چکے ہیں، انھیں ڈھا دو اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بہ قدر مقدور نذرانہ دے۔ اس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے، روپیہ دے اور ٹکٹ لے۔ گھر برباد ہو جائے، آپ شہر میں آباد ہو جائے۔ آج تک یہ صورت ہے، دیکھیے شہر کے بسنے کی کون [سی'] سہورت ہے؟ جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں؟ یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں؟ الملک للہ والحکم للہ۔

نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی؛ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کر لیں۔

[۲ فروری[2] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۲۰۶] ایضاً (۱۳)

میری[3] جان! خدا تجھ کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بوڑھا

۱- اردوے معلی طبع اول میں ندارد - مہیش پرشاد سے اضافہ ہے۔
۲- منقول از مہیش پرشاد۔
۳- مجتبائی صفحہ ۱۶۲، مجیدی صفحہ ۱۶۳، مبارک علی صفحہ ۱۴۵، رام نرائن صفحہ ۱۸۸، مہیش صفحہ ۲۴۳، مہر صفحہ ۲۷۵، عود ہندی صفحہ ۲۱۴ ـــ اردوے معلی طبع اول آغاز صفحہ ۱۹۵۔

ہونے آیا ، ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے مگر بات سمجھنی نہ آئی ؟ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بے جا اُلجھے ہو - یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی سنہ ۱۸۵۷ع سے پنشن نہیں ملا - یہ فروری سنہ ۱۸۵۹ع بائیسواں مہینہ ہے - چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا - باقی چڑھے ہوئے روپے کے باب میں اور آیندہ ماہ بہ ماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا - تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں ؟ یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے -

چیل بسولا لے گئی تو کاہے سے پھٹکوں راب ؟

علی بخش خاں پچاس روپے مہینہ پاتے تھے - بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں - ان کو چھ سو روپے مل گئے ، باقی روپیہ چڑھا رہا - آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں - غلام حسن خاں سو روپے مہینے کا پنشن دار ، بائیس مہینے کے بائیس سو روپے ہوتے ہیں ، اس کو بارہ سو ملے - دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ - بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں ، اس کو اٹھارہ سو ملے - منا[1] جماعہ دار دس روپے مہینہ کا سکہ لمبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا - اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے ، آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں ، مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا - جب کئی خط لکھے تو اخیر خط پر[2] صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ

۱- عود ہندی طبع اول اور خطوط غالب مہر میں : "منا جماعہ دار -" اردوے معلیٰ میں "متا" اور یہی صحیح ہے - عود ہندی "نمبر" -
۲- اردوے معلیٰ کے متن میں "پر" نہیں ہے - غلط نامے میں اصلاح کی گئی ہے -

سو روپے مل جائیں۔ میں نے وہ سو روپے نہ لیے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپے آٹھ آنے مہینہ پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپے ہوتے ہیں. سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ، مجھ کو سو روپے کیسے ملتے ہیں؟ مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جائے۔ ابھی اس میں[1] کچھ جواب نہیں ملا۔

آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر، ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن[2] صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حمقا جو باہر پڑے ہوئے ہیں، منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے، تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔

میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔

[فروری[3] ۱۸۵۹ع]

[۲۰۷] ایضاً (۴۲)

برخوردار[4]، کامگار میر مہدی!

قطعہ[5] تم نے دیکھا؟ سچ سچ میرا حلیہ ہے۔ واہ! اب کیا شاعری

۱- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۹۶۔

۲- فلپ ہنری ایجرٹن، آئی سی ایس (۱۸۲۴ع—۱۸۹۳ع) ۱۸۵۹ع میں مجسٹریٹ کلکٹر دہلی تھا۔

۳- اردوے معلیٰ میں اس کے بعد بلا فاصلہ و امتیاز اس سے اگلا خط یوں شروع کیا ہے جیسے وہ اس خط کا حصہ ہے، یعنی دونوں کے درمیان ''ایضاً'' رہ گیا۔ بعد کے نسخوں میں یہ غلطی مسلسل چلی آ رہی ہے۔ میں نے عود ہندی سے مقابلہ کر کے اسے الگ کیا ہے۔

(حاشیہ نمبر ۴ اور ۵ صفحہ ۳۸۰ پر)

رہ گئی ہے - جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ، ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں - لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ، ہمیں بھوک لگی ہے - تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے ، میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں - اسی کاغذ کو لفافے میں رکھ کر ٹکٹ لگا ، سر نامہ لکھ ، کلیان کے حوالے کر ، گھر میں چلا گیا - اور ہاں ! ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے - سو وہی ہوا ، تم نے جلے پھپھولے پھوڑے - لو ، اب بتاؤ ! خط لکھنے بیٹھا ہوں ، کیا لکھوں ؟ یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا ، مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا ، بے اصل باتیں ہیں - پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر - یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی ، میرا اس میں کیا ضرر ؟ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے - دن بھی تھوڑا رہ گیا - میں نے بکس بند کیا ، باہر تختوں پر آ بیٹھا - شام ہوئی ، چراغ روشن ہوا - منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں ، میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغِ دودمانِ علم و یقین ، سید نصیر الدین آیا ـــــ ایک کوڑا ہاتھ میں ، ایک آدمی ساتھ ، اس کے سر پر ایک ٹوکرا ، اس پر گھاس ہری

(صفحہ ۳۷۹ کا حاشیہ نمبر ۴ اور ۵)

۴- مجتبائی صفحہ ۱۶۴ ، مجیدی صفحہ ۱۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۶ ، رام نرائن صفحہ ۱۹۹ ، مہیش صفحہ ۲۵۲ ، سہر صفحہ ۲۸۰ ، عود ہندی صفحہ ۲۱۱ ـــ یہ خط اردوے معلیٰ میں پہلے خط میں مل گیا ہے -

۵- معلوم نہیں دربار رام پور سے متعلق کوئی قطعہ ہے یا کسی انگریز کی مدح میں کسی قطعے کا ذکر ہے -

بچھی ہوئی - میں[1] نے کہا :

اہاہاہا ! سلطان العلماء[2] مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے - بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے ، یہ کچھ اور ہے - فیض خاص نہیں ، لطف عام ہے - شراب نہیں ، آم ہے - خیر ، یہ عطیہ بھی بے خلل ہے ، بلکہ نعم البدل ہے - ایک ایک آم کو ایک ایک سر بمہر گلاس سمجھا ، بادۂ انگوری [لیکور[3]] سے بھرا ہوا - مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ نہیں گرا ہے - میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے ، پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے - تا ان کی برائی اوروں میں سرایت نہ کرے، ٹوکرے میں سے پھینک دیے - میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے ؟ مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا ! تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے ؟ خانہ آباد ، دولت زیادہ !" لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے ، قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب ، اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا - دیکھو ، اس لغت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے ، ہاں "فرہنگ سرور" میں ہو تو ہو -

مجتہدالعصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی

۱- اردوے معلی، طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۹۷ -

۲- سلطان العلماء ، لکھنؤ کے سب سے بڑے اور ہندوستان بھر میں مشہور مجتہد العصر کا خطاب - مولانا سید محمد صاحب -

۳- عود ہندی طبع اول میں 'لیکور' تھا - یہاں اسے "بادۂ انگوری" سے بدل دیا - مگر وہ عبارت جس میں 'لیکور' کی تعریف تھی وہ قلم زد ہونے سے رہ گئی ، اس لیے میں نے اس لفظ کا اضافہ عود ہندی سے کر دیا -

کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپے کو لے گئے ہیں، میری دعا کہہ دینا -

[جولائی[1] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۲۰۸] ایضاً (۴۳)

کیوں[2] یار! کیا کہتے ہو؟ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں؟ تمھارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا: [شعر]

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

کلوکو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں، میں آتا ہوں - بھلا بھائی! اچھی حکمت کی؟ کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں ان کو بلاتا؟ انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں، میں حاضر ہوتا ہوں - دو گھڑی کے بعد وہ آئے - ادھر کی بات ادھر کی بات، کوئی انگریزی کاغذ دکھایا، کوئی فارسی خط پڑھوایا -

"اجی کیوں حضرت! آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے؟"

"صاحب! میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ، اور ایک[3] مقام کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجھ کو اطلاع

۱- مہیش اور مہر صاحب نے مہینے کا نام نہیں لکھا - صرف سنہ لکھا ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۶۵، مجیدی صفحہ ۱۶۵، مبارک علی صفحہ ۱۴۷، رام نرائن صفحہ ۱۹۰، مہیش صفحہ ۲۳۶، مہر صفحہ ۲۶۷، عود ہندی صفحہ ۲۰۹ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۹۸ -

کرو ، میں شہر میں بلا لوں گا ۔"

"صاحب ! اب وہ ضرور آئیں گے ۔"

آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تم کو لکھتا ہوں کہ اُن سے مختصر یہ کلمہ کہہ دو کہ بھائی ! یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو ، یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو ۔

یہ میرا حال سنو ! کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آ گیا ہے ۔ اُس طرف سے خاطر جمع رکھنا ۔ رمضان کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا ، آیندہ خدا رزاق ہے ، کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے ! بس[1] صاحب ! جب ایک چیز کھانے کو ہوئی ، اگرچہ غم ہی ہو ، تو پھر کیا غم ہے ۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا ۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا ۔ میرن صاحب کو نہ سلام ، نہ دعا ، یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو ۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے : کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں ؟ اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں ؟ شکرم میں ، کرانچی میں ، چوپہیے میں ، یعنی ڈاک میں آئیں ۔ بلی ماروں کے محلے میں میرے مکان پر اُتر پڑیں ۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں ۔ میرے ان کے مسکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے ۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا ۔ یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو

۱۔ عود ہندی : "پس جب ایک چیز کھانے کو ہوئی" ۔

عید بھی یہیں کریں -

[مئی[1] سنہ ۱۸۵۹ع]

[۲۰۹] ایضاً (۴۴)

میاں[2]! کیوں تعجب کرتے ہو یوسف مرزا کے خطوط کے نہ آنے سے؟ وہ وہاں اچھی طرح سے ہے - حاکموں کے ہاں آنا جانا، نوکری کی تلاش - حسین مرزا بھی وہیں ہیں، وہاں کے حکام سے ملتے ہیں، وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں - ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھ کو آتے ہیں، جواب بھیجتا ہوں - بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ[3] ہندوستانی عمل داری میں ایسا امن و امان ہو گا، نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عمل داری میں یہ چین ہوگا - امراء اور شرفاء کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ، تعظیم و توقیر، پنشن کی تقسیم علی العموم، آبادی کا حکم عام، لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں - اور ایک نقل سنو! وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود

۱- مہیش اور مہر صاحب اس خط کو "مئی ۱۸۵۸ع کا فرض کرتے ہیں لیکن اس کے بعد والا خط بتاتا ہے کہ نہیں یہ مئی ۱۸۵۹ع میں لکھا گیا ہے اور کیا بعید ہے کہ مئی کی پہلی سے تیسری تک کی کوئی تاریخ ہو، یعنی ستائیس رمضان ۱۲۷۵ھ ببعد، اور اس کے بعد آنے والا خط اس سے پہلے کا ہو- یاد رہے کہ یکم شوال ۱۲۷۵ھ ۵ مئی ۱۸۵۹ع کے مطابق ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۶۶، مجیدی صفحہ ۱۶۷، مبارک علی صفحہ ۱۴۸، رام نرائن صفحہ ۱۹۱، مہیش صفحہ ۲۴۵، مہر صفحہ ۲۷۴، عود ہندی صفحہ ۲۰۶ -

۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۱۹۹ -

بھرے ہوئے ہیں ، اہل اسلام نہیں ہیں - ہنود کو اور علاقوں میں بھیج دیا ، اور ان کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا - یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے - لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں عمل داری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی -

اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ، میں نے بھی دیکھے - فارسی عبارت یہ ہے : "ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بہ شرط ادخال جرمانہ" مقدار روپے کی حاکم کی رائے پر ہے - آج پانچ ہزار چھپ چکا ہے - کل اتوار یوم التعطیل ہے ، پرسوں دو شنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں - یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے -

خصوصاً میرا حال سنو ! بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں ؟ کوتوال نے موافق ضابطے کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں - سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کر آئیں گے - تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوتِ مفلسی چڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا اور آیندہ کو پنشن جاری ہو جائے گا - نہ صاحب ، یہ تو ممکن ہی نہیں - بعد ثبوتِ افلاس مستحق ٹھہروں گا چھ مہینے کا یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا -

میرن صاحب جو بلائے[۱] گئے ہیں ، اس طلب کے جواب میں یہی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیج دو تو میں آؤں - دیکھو[۲] اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے -

---

۱- اس سے پہلے کا خط ملاحظہ کریں -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۰ -

میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا ۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور میرن صاحب کو مبارک باد کہنا ۔

[اپریل' سنہ ۱۸۵۹ع]

۱۔ مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے ''فروری'' کا مہینہ تجویز کیا ہے جو ''بائیس مہینہ'' اور تاریخ اجراء و طباعت اجازت نامہ اور ٹکٹ کے خلاف ہے ۔
میرن صاحب کا بلاوا تاریخ کے لیے قریب ترین حوالہ قرار دیاجائے تو خط ماقبل کی روشنی میں یہ خط اپریل کے آخر کا قرار پاتا ہے۔

[۲۱۰] بنام شاہ عالم[1] صاحب (۱)

مخدوم[2] زادۂ والا تبار، حضرت شاہ عالم ، سلام و دعاے درویشانہ قبول فرماویں - آپ کا مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدم بوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو -

یوسف از مصر بہ کنعاں آمد

تفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمھارے مسودات دیکھے نہیں گئے، تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو -

اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے ، پہنچائیے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی - یا رب ! جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انور الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں ، میری روح کو قبض کا حکم نہ ہو - لیکن سنہ ۱۲۷۷ھ میں دو مہینے باقی ہیں - اب کے محرم سے اس ذی حجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے -

مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہیے گا

۱- صاحب عالم مارہروی کے صاحب زادے ، شائق تخلص تھا - ۲۴ مارچ ۱۸۷۱ء کو فوت ہوئے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۶۷ ، مجیدی صفحہ ۱۶۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۹۳ ، مہر صفحہ ۵۰۹ ، عود ہندی صفحہ ۶۴ - ”زادہ والا تبار“ عود ہندی و اردوے معلیٰ میں بے اضافت ہے -

اور یہ پیغام پہنچائیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے : [ع]

خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں

ان کے اس خط کا جواب ، جو پرسوں مجھ کو پہنچا ہے ، موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ، ان شاء اللہ العزیز ۔

ہاں جناب شاہ عالم صاحب ! پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے ۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہاں[1] تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر چاندنی چوک میں قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اترے ہیں ۔ مرفی صاحب کا کام ان کے سپرد ہوا ہے ، یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام ہیں ۔ وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہوں ، بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے ۔ ایک دن فقیر بھی ان کے مکان پر چلا گیا تھا ۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ان میں جمع ہیں ۔ آنکھیں ان کے حسن صورت سے روشن ہوگئیں اور دل ان کی حسن سیرت سے خوش ہو گیا ۔ واہ خاک پاک بلگرام ! میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ۔

[مئی ۱۸۶۰ع - [2]شوال ۱۲۷۶ھ]

[۲۱۱] ایضاً (۲)

مخدوم[3] زادۂ عالی شان ، مقدس دودمان، حضرت شاہ عالم ! امن

۱- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۲۰۱ ۔

۲- خود غالب نے لکھا ہے : "۱۲۷۷ھ میں دو مہینے باقی ہیں"۔ گویا شوال میں خط لکھا ہے ۔

۳- مجتبائی صفحہ ۱۶۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۴۹ ، رام نرائن صفحہ ۱۹۴ ، مہر صفحہ ۵۱۰ ، عود ہندی صفحہ ۷۳ ۔

و امان عز و شان و علم و عمر سے برخوردار رہیں !

ہمارے حضرت ہم کو بھول گئے - ہاں سچ ہے ، ان کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا - جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں - بہر حال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں ان کی نظر سے گزر جائیں -

چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدے کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا[1] میرا گناہ ہے ؟ یا اس کے سوا کوئی[2] اور قصور ہے ؟ اگر وہی جرم[3] ہے تو معاف کیجیے اور کوئی اور جرم بھی ہے تو مجھے اطلاع دیجیے — ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے — آپ کا خط میرے نام کا اور اس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا ، وہ پڑھا ، وہ بھجوا دیا - جو آدمی خط لے کر گیا تھا وہ دوبار جواب مانگنے کو گیا - پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو - دوسری بار حضرت نہ ملے - میں نے اس کے جواب سے قطع نظر کرکے[4] اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع[5] دی -

یائے تحتانی[6] لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اس نے خط

۱- عود ہندی طبع مبارک علی : ''بھیجنا'' -
۲- عود ہندی طبع اول : ''اس کے سوا اور کوئی قصور ہے'' -
۳- عود ہندی طبع اول : ''وہ ہی'' طبع مبارک علی : ''جرم ہو'' - نیز ''اور اگر کوئی اور جرم'' -
۴- اردوئے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۲۰۲ -
۵- عود ہندی طبع اول : ''اطلاع دے دی گئی'' -
۶- یائے تحتانے خاتمۂ مضمون خط کی علامت -

تمھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے - اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں - صبح کا وقت ، یک شنبہ کا دن ، ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے - ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں - باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے -

اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائیے گا - والسلام

[یک شنبہ ۲۵ اگست ۱۸۶۰ع ، ۸ صفر ۱۲۷۶ھ]

[۲۱۲] به نام صاحب عالم صاحب (۱)

پیر و مرشد! اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اس کا شکر کیوں کر بجا لاؤں؟ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہلواتا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اس وبائے عام میں جیتا بچ رہا۔ اللہ اللہ! ایسے کشتنی و سوختنی کو یوں بچایا، اور پھر اس رتبے کو پہنچایا! کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں۔ واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا! ورنہ بندہ دعوئ خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا۔

"کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخۂ لطیف شریف تالیف" اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر[2] صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب، یہ تین اسم معلوم ہوئے۔ پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع

۱- مجتبائی صفحہ ۱۶۹، مجیدی صفحہ ۱۶۹، مبارک علی صفحہ ۱۵۰، رام نرائن صفحہ ۱۹۵، مہر صفحہ ۵۰۷، عود ہندی صفحہ ۷۶- معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عالم صاحب نے غالب کی مدح میں قصیدہ لکھنے کا ذکر کیا اور دو تین شعر لکھے ہیں۔ غالب بہ شوخی و ظرافت صاحب عالم کو روک رہے ہیں—"وبائے عام" سے محرم ۱۲۷۷ھ کی وبائے ہیضہ مراد ہے۔ مرزا کو اپنی پیشین گوئی کے مطابق اس سنہ میں مر جانا چاہیے تھا لیکن ان کی یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی، اس کا ذکر کر رہے ہیں۔

۲- عود ہندی طبع اول: "سید شاہ اسیر"۔

ہے یا نہیں ؟ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دو ناموں میں تردد باقی نہیں ۔ معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے ۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی[1] بھائی ہے نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا ۔ چنانچہ مجموعہ[2] نثر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانے میں تھے ۔ وہ کتب خانہ — ڈر کر عرض کرتا ہوں ، بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا — لٹ گیا ، ایک ورق نہیں رہا ۔ ہاں ، چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بدو عیب ہیں ؛ ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے ، وہ اس میں نہیں ۔ دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے ۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے ۔ بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں ۔ بہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیج دوں ۔

مخدوم زادہ ہائے[3] والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا ۔ مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں ۔

[جولائی[4] ۱۸۶۱ع]

---

۱ عود ہندی : ''نسی'' ۔

۲۔ عود ہندی: ''مجمع نثرین'' خطوط غالب مہر میں ایک فقرہ ندارد۔

۳۔ عود ہندی طبع اول : ''مخدوم زادھا والا تبار ۔''

۴۔ وبائے عام ، جس کا ذکر آغاز خط میں کیا ہے ، وہ محرم ۱۲۷۷ھ میں آئی تھی ، اس لیے خط جولائی ۱۸۶۱ع یا اس کے ایک دو مہینے بعد کا ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۱۹۹ ۔

[۲۱۳] ایضاً (۲)

بعد[1] حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ و [آلہ و[2]] سلم ۔ پہلے قبلۂ روح و رواں جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارک باد ۔

کیا عرض کروں کہ میرا حال کیا ہے ؟ اضمحلال قویٰ کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا ، کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے ، آ جائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں ، ورنہ پڑا رہتا ہوں ۔ جو کچھ لکھنا ہوتا ہے ، وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ۔ آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے ۔ میں بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا ، اُن کو دیکھ کر اُٹھا ، مصافحہ کیا ۔ اُنھوں نے جناب شاہ عالم صاحب کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ ”پرسوں جاؤں گا“ ۔ عرض کیا[3] کہ کل آخر روز آپ تشریف لائیں ، خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لے جائیں ۔ وہ تشریف لے گئے ، میں[4] لیٹ رہا ۔ دن کے سونے کی عادت نہیں ہے ۔ جی میں کہا آؤ بے کار کیوں رہو ، خط کا جواب آج لکھ رکھو ۔ اُٹھے کون ؟ بکس کھولے کون ؟ لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی ۔ ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو ۔

حضرت ! نسخۂ ”قاطع برہان“ تیسری چوتھی نظر میں مکمل

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۰ ، مجیدی صفحہ ۱۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۱ ، رام نرائن صفحہ ۱۹۶ ، مہر صفحہ ۵۰۶ ، عود ہندی صفحہ ۹۸-

۲- عود ہندی : ”علیہ و آلہ وسلم“ اردوے معلیٰ : ”علیہ و سلم“۔

۳- عود ہندی : ”عرض کیا گیا“ ۔

۴- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۲۰۴ ۔

ہوکر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے ، کم و بیش دو جزو باقی ہیں ۔ پرسوں تک آ جائیں گے ۔ بعد اس کے انطباع کی فکر ہو گی ۔ جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائے گی ، حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی ۔

حضرت سید عالم کو نیاز ، خورشید عالم کو سلام ، چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز ، صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے خط کو مفرح روح سمجھتے تھے ، باتوں کا مزہ ملتا تھا ، خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی ، وہ وظیفۂ روحانی منقطع کیوں ہوا ؟ صاحب ! یہ روش اچھی نہیں ، گاہ گاہ ارسال[1] رسل و رسائل کا طور بنا رہے ۔

[۱۸۵۹ع[2]]

۱۔ عود ہندی طبع اول : ''گاہ گاہ ارسال رسائل'' ۔

۲۔ ایک تخمینہ ہے ، مہر صاحب نے سنہ نہیں لکھا ہے ۔ میرے خیال کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ قاطع برہان کے قطعۂ تاریخ سے ۱۸۵۹ع برآمد ہوتے ہیں ، اور طباعت سنہ ۱۸۶۲ع میں ہوئی ۔

[۲۱۴] بنام مولوی عبدالغفور[1] خان بہادر نساخ (۱)

جناب[2] مولوی صاحب قبلہ! یہ درویش گوشہ نشین ، جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے ، مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے ۔ "دفتر بے مثال" کو عطیۂ کبریٰ اور موہبتِ عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا ۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اس ہیچ میرز ، ہیچ مدان کو قابل خطاب اور لائق [[3]عطائے] کتاب جانا ۔

میں دروغ گو نہیں ، خوشامد میری خو نہیں ۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمی ہے ، "دفتر بے مثال" اس کا نام بجا ہے ۔ الفاظ متین ، معانی بلند ، مضمون عمدہ، بندش دل پسند ۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بے باک و گستاخ ہیں ۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ[4] تھے ۔ آپ اُن سے بڑھ کر بصیغۂ مبالغہ

۱- نساخ : بانکا ضلع بھاگل پور میں ڈپٹی کلکٹر اور مجسٹریٹ تھے۔ ان کے والد منشی قاضی فقیر محمد ، راجا پور ضلع فرید پور کے باشندے تھے۔ نساخ بڑے تیز طبع ، کثیرالکلام ، وسیع الاخلاق آدمی تھے ۔ کلکتہ میں قیام رہا ۔ تذکرۂ سخن شعرا اور متعدد دیوان یادگار ہیں ۔ فارسی ، عربی ، انگریزی جانتے تھے ۔ "دفتر بے مثال" بھی ان کے ایک دیوان کا نام ہے ۔ ۱۸۸۶ع تک زندہ تھے ۔ (تذکرۂ نادر صفحہ ۱۸۵ ۔ شمع انجمن صفحہ ۴۸۷، ادبی خطوط صفحہ ۳۳۸، ارمغانی دیوان نساخ طبع لکھنئو ۱۳۰۲ھ) ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷۱ ، مجیدی صفحہ ۱۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۲، رام نرائن صفحہ ۱۹۷، مہر صفحہ ۵۸۲، عود ہندی صفحہ ۳۱۷۔

۳- عود ہندی : "عطائے کتاب" اردوے معلیٰ میں "عطائے" ندارد۔

۴- اردوے معلیٰ ، آغاز صفحہ ۲۰۵ ۔

بے مبالغہ نساخ ہیں ۔ تم دانائے رموز آردو زبان ہو ، سرمایۂ نازشِ قلمروِ ہندوستان ہو ۔

خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں آردو زبان میں سخن سرائی کی ہے ۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے ۔ نظم و نثر کا عاشق و مائل ہوں ۔ ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہوں ۔ جہاں تک زور چل سکا ، فارسی زبان میں بہت کچھ بکا ۔ اب نہ فارسی کی فکر ، نہ آردو کا ذکر ، نہ دنیا میں توقع ، نہ عقبیٰ کی امید ۔ میں ہوں اور اندوہِ ناکامیِ جاوید ، جیسا کہ خود ایک قصیدۂ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں : [شعر]

چشمم کشودہ اند بہ کردار ہائے من
زا یندہ ناامیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا ، اب اور کہاں تک رہوں گا ؟ ایک آردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ، ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا ، تین[1] رسالے نثر کے ، یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے ۔ اب اور کیا کہوں گا ؟ مدح کا صلہ نہ ملا ، غزل کی داد نہ پائی ، ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی ۔ بقول طالب آملی علیہ الرحمتہ : [شعر]

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمے بود ، بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا ۔ طبیعت میں وہ مزہ ، سر میں وہ شور نہ رہا ۔ پچاس پچپن برس

۱۔ تین رسالے نثر کے ، یعنی پنج آہنگ ، مہر نیم روز ، دستنبو ۔

کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے ، اسی سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں ۔ حواس کا بھی بقیہ اس قدر ہے کہ معرض گفتار میں موافقِ[1] سوال جواب دیتا ہوں ۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیوں کر بخشا جاتا ہے ۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اہدا[2] کے بادی اور مجھ کو ارسالِ نامہ کی سبیل[3] کے ہادی ہوئے ہیں ، جب تک میں جیتا رہوں ، نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا ۔ والسلام بالوف الاحترام ۔

[نومبر[4] ۱۸۶۴ع - رجب ۱۲۸۱ھ]

۱- عود ہندی طبع اول : ''مطابق سوال و جواب دیتا ہوں ۔''
۲- اردوے معلیٰ : ''ابدا'' ۔
۳- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۶ ۔
۴- مہر صاحب نے تاریخ متعین نہیں کی ہے لیکن غالب نے اس خط میں ایک کم ستر سال عمر بتائی ہے اس لیے تعین آسان ہے ۔ دیکھیے عمر کا یہی حوالہ خط نمبر ۲۱۹ ۔

[۲۱۵] بنام مرزا یوسف علی[1] خان صاحب عزیز (۱)

بھائی[2] ! تم کیا فرماتے ہو ؟ جان بوجھ کر ان جان بنے جاتے ہو - واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا - مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا ؟ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ، ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لے کر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے ، سو ان دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی - نہ کتاب رہی ، نہ اسباب رہا - پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ؟ ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں سنہ ۱۸۵۷ع سے جولائی کی اکتیسویں سنہ ۱۸۵۸ع تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے ، اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں ، حضرت فلک رفعت جناب ملکۂ معظمہ انگلستان کی ستائش میں اس نثر کے ساتھ شامل ہے - یہ کتاب "مطبع مفید خلائق آگرہ" میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے - فی الحال مجموعہ میری نظم [و] نثر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں- اگر

۱- سراج الشعرا ، سراج الذاکرین مرزا یوسف علی خاں بن میرزا نجف علی خاں جنوں متوفی ۱۸۷۲ع—۱۲۸۹ھ (دیکھیے حواشی عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۱۷۲) -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷۲ ، مجیدی صفحہ ۱۷۲، مبارک علی صفحہ ۱۵۳، رام نرائن صفحہ ۱۹۹ ، مہیش صفحہ ۱۷۵ ، مہر صفحہ ۵۸۶ ، عود ہندی صفحہ ۱۷۲ -

جناب منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ "دستنبو" مطبع مفید خلائق سے منگا لیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

[۱ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع]

۱۔ عود ہندی و مہیش میں خط کے خاتمے پر "فقط" درج ہے۔ تاریخ صرف مہیش میں ہے۔ میرے خیال میں تاریخ اشاعت دستنبو ستمبر ۱۸۵۹ء کے بعد کا مکتوب ہے۔

[۲۱۶] بنام قاضی عبدالجمیل[1] صاحب (۱)

مخدوم[2] مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں [بعد[3]] ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا[4] ذریعۂ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے - پہلے خط کے حاشیے

۱- عبدالجمیل جنون: بریلی کے معزز رئیس اور قاضی تھے۔ سرکار اودھ میں محترم سمجھے جاتے تھے - غالب سے تلمذ تھا - تاریخ ولادت ۱۸۳۵ع/۱۲۵۱ھ، تاریخ وفات ۳۰ مئی ۱۹۰۰ع ہے (تلامذۂ غالب و حواشی عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۹۸) اب تک جنون کے نام غالب کے فارسی و اردو کے پینتیس خط ملے ہیں - مہیش پرشاد صاحب وغیرہ کو اصل خط بھی ملے ہیں جس میں یہ خط بھی مل گیا ہے - میں نے اس کی تصحیح اس عکس سے کی ہے جو نقوش خطوط نمبر مطبوعہ مئی ۱۹۶۸ع کے صفحہ ۱۴ پر چھپا ہے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷۳ ، فاروقی صفحہ ۱۶۱ ، مجیدی صفحہ ۱۷۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۴ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۰ ، مہیش صفحہ ۱۱۳ ، مہر صفحہ ۵۱۱ ، عود ہندی صفحہ ۳۹۸ — اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۷ -

۳- عکس تحریر سے اضافہ ہے - دوسرا 'بعد' یعنی "کے بعد عرض" مہیش و عکس تحریر میں نہیں ہے -

۴- عکس تحریر و مہیش : "مجھ کو ذریعۂ فخر و سعادت -"

اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں ۔ سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے[1] نہیں جاتے ۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں ، لیکن با ایں ہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا[2] ہے ۔ علاوہ اس کے ، جگہ اصلاح کی باقی نہیں ۔ چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور معہٰذا میرا اندیشہ آپ کو بھی[3] معلوم ہو جائے ۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے ۔ واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے ، اُس میں بین الافراد و بین المصر [عین[4]] فاصلہ زیادہ چھوڑیے ۔ اب[5] کے خط میں جو کاغذ اشعار[6] کا ہے ، حروف اس کے روشن ہیں ، مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم ۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔

۱۔ اردوے معلیٰ میں صرف ''ھے'' یعنی ''پڑ'' ندارد ۔

۲۔ عکس تحریر و مہیش ۔ ''تکلف پڑتا''۔ ''کرنا ' اردوے معلیٰ میں ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ مطابق متن ۔ مگر عکس تحریر، عود ہندی طبع اول نسخۂ مہیش پرشاد میں ''آپ کو بدیہی ہو جائے۔''

۴۔ عود ہندی ''بین المصرعہا'' ہے ۔ غالب کی تحریر میں الف نہیں اور صاف ''بین المصرعین'' درج ہے ، جیسا کہ اردوے معلیٰ اور نسخۂ مہیش میں ہے ، مگر ''نقوش، خطوط نمبر کے صفحہ ۳۱ پر اس کی قرأت اور نسخۂ مہیش و مالک رام کی غلطی بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''ساتویں سطر میں ''بین المصراعین'' ہے ۔

۵۔ اردوے معلیٰ : ''آپ کے خط'' ۔ عکس تحریر وغیرہ مطابق متن ۔

۶۔ عود ہندی طبع اول : ''جو کاغذ اشتہار کا ہے''۔

مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا، اُس سے مقابلہ کرکے[1] معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی -

مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں[2] ہوتا - قلعے میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں - وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجیے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا؟ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے، اِس کو دوام کہاں؟ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو اور اگر[3] اب کے ہو تو آیندہ نہ ہو - والسلام مع الاکرام

[اسد اللہ[4]]

[۱۸۵۳ع[5]]

۱- اردوے معلیٰ: "کرکے"- عکس تحریر و نسخۂ مہیش: "کرکر"-

۲- عکس تحریر و نسخہ مہیش: "کہیں نہ ہوتا"

۳- مذکورہ عبارت اردوے معلیٰ طبع اول کے مطابق ہے - عکس تحریر اور عود ہندی طبع اول میں یوں ہے: "کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو" -

۴- عکس تحریر سے لیا گیا ہے - اس کے بعد ترچھی لکیروں میں ایک غزل، دو شعر اور دو مصرعے لکھے ہیں - اس کا آغاز یوں ہے:
"ان دونوں مصرعوں میں سے جو مصرع چاہیے رکھیے -
گل گشت کو جایا کیجیے جی میں ہے، باغ کے"

۵- اصل خط میں کوئی تاریخ یا قرینہ موجود نہیں- مہیش پرشاد صاحب نے اسے سنہ ۱۸۵۴ع کا مکتوب قرار دیا ہے -

[۲۱۷] ایضاً (۲)

قبلہ !

آپ[1] کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے؟ ہر[2] روز دوچار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں، گاہ گاہ انگریزی بھی، اور ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں - پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے - مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے، وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے، محلہ بھی ضرور نہیں - آپ ہی انصاف کریں کہ آپ "لال کنواں" لکھتے رہے اور مجھ کو "بلی ماروں" میں خط پہنچتا رہا - [یہ[3] اب کے آپ نے "حکیم کالے" کا نام کیسا لکھا ہے؟ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں] خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا - جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا - [[4]جواب کے لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے، اس کے دو سبب ہیں؛ ایک تو یہ کہ

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۴، مجیدی صفحہ ۱۷۴، مبارک علی صفحہ ۱۵۵، رام نرائن صفحہ ۲۰۱، مہیش صفحہ ۱۱۴، مہر صفحہ ۵۱۲، عود ہندی صفحہ ۴۰۰ - عکس مشمولہ نقوش اور نسخۂ مہیش میں "بھیجنے" کی بجائے "پہنچنے" -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۸ -

۳- یہ عبارت اردوے معلیٰ میں نہیں ہے - عود ہندی طبع اول اور مہیش سے ماخوذ ہے - عکس تحریر میں بھی ہے -

۴- یہ عبارت بھی اردوے معلیٰ اور عود ہندی میں نہیں ہے - میں نے مہیش اور عکس تحریر سے نقل کی ہے - اس میں نو لفظ و عدد دونوں میں ہے - زائد عبارت کے بعد ایک لفظ اردوے معلیٰ میں ہے "بات" یعنی سبب اول حذف کر دیا اور دوسرا سبب بات سے بدل کر عبارت مربوط کر دی ہے -

حضرت مہینا بھر میں نو پتے لکھتے ہیں ، میں کہاں تک یاد رکھا کروں ، ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں - دوسرا سبب] یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں ؟ [اور کیا لکھوں] میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے - جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں ؟ اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے - ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے ، اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب -

دوسرا مدعا ، خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ ، سو اس کا جواب لکھ چکا -

تیسرا امر ، جناب مولوی اللہ یار[1] خاں صاحب کا میرے ہاں آنا ، اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا ، واللہ مجھ کو بڑا رنج ہوا - اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجیے گا - صبح کو ہر روز قلعے کو جاتا ہوں - ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے - جب [میں] سوار ہو جاتا ہوں ، تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں - مولوی صاحب بیٹھتے ، حقہ پیتے ، [میں] اگر قلعے جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں - زیادہ اس سے کیا لکھوں ؟ [از اسد[2]]

[نگاشتہ ، سہ شنبہ ، نہم ربیع الاول ، ۱۲۷۲ھ - مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ع]

۱- عود ہندی و اردوے معلیٰ میں "امتیاز خان" عکس تحریر غالب میں "اللہ یار خاں" مطابق نسخۂ مہیش -

۲- تاریخ اور نام مہیش پرشاد صاحب نے اصل خط سے نقل کیا ہے - مہر صاحب کے مجموعے میں دن رہ گیا ہے -

[۲۱۸] ایضاً (۳)

پیرو مرشدُ[1]! نواب صاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں ۔ مسندنشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا ۔ میں کہاں اور بریلی کہاں ۔ ۱۳[2] اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک[3]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۵ ، مجیدی صفحہ ۱۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۵، رام نرائن صفحہ ۲۰۱ ، مہیش صفحہ ۱۲۷ ، مہر صفحہ ۵۲۵ ، عود ہندی صفحہ ۴۱۶ ۔

۲- اردو اور عود کے اولین نسخوں نیز مقدمۂ مکاتیب غالب (صفحہ ۱۱۶) میں بارہ اکتوبر لیکن مہیش پرشاد کے مجموعۂ خطوط غالب میں تیرہ اکتوبر درج ہے ۔ چونکہ موصوف نے اس اختلاف کی طرف اشارہ نہیں کیا اس لیے میں نے اردو اور عود کے متن کو درست سمجھا ۔ ابھی نقوش کا خطوط نمبر ملا تو حاشیہ قلم زد کیا اور متن میں تیرہ اکتوبر بنایا ، کیوں کہ عکس تحریر میں یہی ہے ۔ ایک اور بات معلوم ہوئی کہ مذکورۂ بالا عبارت اصلاح طلب اشعار (و مصرع تاریخ کو خود صحیح لکھنے کے بعد اسی) حاشیے پر لکھی تھی ۔ اس لیے جناب عرشی کے دیباچۂ مکاتیب میں بھی ''تیرہ'' ہونا چاہیے ، لیکن حکیم غلام نجف خاں کے نام مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ ۲ جمادی الاول ۱۱ اکتوبر کو مراد آباد پہنچے۔ دوسرے دن رام پور پہنچنے کا یقین ہے ۔ (اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۳۳) اب یا تو مراد آباد میں بارہ کو قیام کر لیا اور تیرہ کو رام پور پہنچے ، یا پھر سات نومبر تک مرزا کو تاریخ ورود یاد نہ رہی ۔ دیکھیے عکس تحریر نقوش ، خطوط نمبر ، حصہ اول ، صفحہ ۸ ۔

۳- عکس تحریر میں ''تک'' ندارد ۔ اردوے معلیٰ کے پہلے اور بعد کے ایڈیشنوں میں ہے ۔

دہلی جاؤں گا ۔ نمائش گاہ بریلی[1] کی سیر کہاں اور میں کہاں ۔ خود اس نمائش گاہ کی سیر سے[2] جس کو دنیا کہتے ہیں ، دل بھر گیا ۔ اب عالمِ بیرنگی کا مشتاق ہوں ۔

لا الہ الا اللہ ، لا موجود الا اللہ ، لا موثر فی الوجود الا اللہ ۔

[نجات کا طالب ، غالب ۱۲]
[[3]سہ شنبہ ، ۷ نومبر ۱۸۶۵ع]

[۲۱۹] ایضاً (۴)

قبلہ[4] ! ایک سو بیس آم پہنچے ۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے ۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے ۔ خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے ۔ میں مریض نہیں ہوں ، بوڑھا ہوں اور ناتوان ، گویا نیم جان رہ گیا ہوں ۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۰۹ ۔

۲۔ عکس تحریر مشمولہ نقوش و نسخۂ مہیش : ''سیر سے'' اردوے معلیٰ اور عود ہندی طبع اول : ''سیر میں'' ۔

۳۔ عکس تحریر میں نام پہلے اور تاریخ بعد میں ہے ۔ نسخۂ مہیش میں اس کے برعکس ہے ۔ سہ شنبہ ۷ نومبر ۱۸۶۵ع مطابق ہے ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ کے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۷۵ ، مجیدی صفحہ ۱۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۵ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۲ ، مہیش صفحہ ۱۲۵ ، مہر صفحہ ۵۲۳ ، عود ہندی صفحہ ۳۱۵ ۔

کوئی کام دین کا نہیں[1] کیا - افسوس ! ہزار افسوس !

[نجات کا طالب ، غالب ۱۲]
[سہ شنبہ ، ۲۸[2] جون ۱۸٦۴ع]

[۲۲۰] ایضاً[3] (۵)

[جناب عالی !]

وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں ، یعنی عدم - مدعا یہ کہ گم ہو گئی -

[۲۲۱] ایضاً (٦)

جناب[4] قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی - اگر مجھے

۱- سہیش میں ''نہ کیا'' - اس رقعہ کا نامکمل عکس علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر اور نقوش کے خطوط نمبر میں چھپا ہے -

۲- تاریخ و نام سہیش سے ماخوذ ہے جو اصل خط پر مبنی ہے - ۲۸ جون مطابق ۲۲ محرم ۱۲۸۱ھ (جنتری) آخر میں سہر ہے جس میں صرف 'غالب' نقش ہے -

۳- اردوے معلیٰ میں ''ایضاً — جناب عالی'' دو فقرے نہیں، اس لیے دو رقعے ایک خط کی صورت میں نظر آتے ہیں - لیکن عود ہندی طبع اول اور سہیش میں دو ہیں ، یعنی یہ رقعہ پہلے خط کا ضمیمہ نہیں ہے -

۴- مجتبائی صفحہ ۱۷۵ ، مجیدی صفحہ ۱۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵٦، رام نرائن صفحہ ۲۰۲ ، سہیش صفحہ ۱۲۲ ، سہر صفحہ ۵۲۰ ، عود ہندی صفحہ ۴۱۴ -

قوت ناطقہ[1] پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے [کہ[2] جو میں شایستہ نہیں تو یہ ستائش راجع آپ کی طرف ہو گی ۔ گویا یہ قصیدہ آپ ہی کی مدح میں ہے]۔ میں اب رنجور نہیں ، تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں ۔ جو کچھ طاقت باقی تھی ، وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی ۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں ۔

یکے مردہ شخصم بہ مردی رواں

اس مہینے، [3]یعنی رجب ۱۲۸۰ھ سے ستّرواں (۷۰) برس شروع اور اسقام و آلام کا آغاز ہے ۔

[[4]لاموجود الا اللہ ، و لا مؤثر فی الوجود الا اللہ ۔ ۱۲

نجات کا طالب غالب

بست و ہفتم رجب (۱۲۸۰ھ) و ہفتم جنوری (۱۸۶۴ع)]

۱۔ اردوے معلیٰ اور عود ہندی کے نسخوں میں ''ناطقہ'' ہے ، لیکن مہیش کے نسخے میں ''ناطمہ'' ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے ۔ میں نے یہاں ناطقہ اس لیے رہنے دیا کہ شاید غالب نے 'ناطمہ' کو 'ناطقہ' سے خود بدلا ہو ۔

۲۔ یہ عبارت عود ہندی طبع اول اور مہیش سے ماخوذ ہے ۔ غالباً اردوے معلیٰ میں کاتب سے حذف ہو گئی ۔

۳۔ اردو میں ''یعنی'' کے بجائے ''میں'' ہے ۔ عود ہندی و مہیش سے تصحیح کی گئی ہے ۔ جناب مہر نے ''اسقام و آلام کا آغاز'' میں''آغاز'' کو''شیوع'' اور مہیش صاحب نے ''آغاز'' کی جگہ بھی''شروع'' لکھا ہے ۔ اردوے معلیٰ اور عود ہندی میں''آغاز'' ہی ہے ۔

۴۔ یہ عبارت عود ہندی اور تاریخ و نام مہیش سے لیا گیا ہے ۔

[۲۲۲] ایضاً (۷)

جناب مخدوم[1] مکرم کو میری بندگی - تفقد نامہ مرقومہ ۲۱ ستمبر میں نے پایا حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا - کوئی محکمہ تخفیف میں آئے ، کوئی گانو مثلاً لٹ جائے ، آپ کا عہدہ آپ کو مبارک ، آپ کا دولت خانہ سلامت - ہاں ! وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے ، البتہ بجا ہے - جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے - حاکم سمجھ لے گا - وہ وکیل ہیں، محکمۂ منصفی میں نہ رہیں گے ، محکمۂ صدر امین و ششن جج میں کام کریں گے -

میں نہ تندرست ہوں ، نہ[2] رنجور ہوں ، زندہ بدستور ہوں - دیکھیے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں ، اور کیا دکھاتے ہیں -

والسلام بالوف الاحترام

[نجات کا طالب غالب]

[[3]یک شنبہ ، ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع]

[۲۲۳] ایضاً (۸)

[4]جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے - مکرمی مولوی

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۶ ، مجیدی صفحہ ۲۲۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۶ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۳ ، سہیش صفحہ ۱۱۹ ، مہر صفحہ ۵۱۷ ، عکس تحریر نقوش صفحہ ۴ ، عود ہندی صفحہ ۴۱۳ --- عود ہندی طبع اول دہلی میں ''جناب مخدومی مکرم'' ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۰ -

۳- یہ عبارت سہیش پرشاد نے اصل خط سے نقل کی ہے -

۴- مجتبائی صفحہ ۱۷۶ ، مجیدی صفحہ ۲۲۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۶ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۳ ، سہیش صفحہ ۱۲۲ ، مہر صفحہ ۵۲۰ ، عود ہندی صفحہ ۴۱۲ -

غلام غوث خاں[1] صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے ۔ اب میں تندرست ہوں ، پھوڑا پھنسی [زخم جراحت] کہیں نہیں ، مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ، ضعف کیوں کر نہ ہو ، برس دن صاحب فراش رہا ہوں ، [2]ستر برس کی عمر ، جتنا خون بدن میں تھا ، بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا ۔ سن [نمو] کہاں ؟ جو اب پھر تولید دم صالح ہو ، بہر حال زندہ ہوں اور ناتوان اور آپ کی پرسش ہائے دوستانہ کا ممنون احسان ۔

والسلام مع الاکرام ۔ ۱۲

[نجات کا طالب ، غالب]

[[3]دوشنبہ ، ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ]

[مطابق سی ام نومبر سنہ ۱۸۶۳ع]

[۲۲۴] ایضاً (۹)

[4]جناب مولوی صاحب !

آپ کے دونوں خط پہنچے ۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ ۔ آٹھ

۱۔ دیوان غالب نظامی پریس بدایوں طبع سوم میں اس خط کا عکس شایع ہو چکا ہے جس میں اردوے معلیٰ کے خلاف ''خان بہادر'' نیز ''پھوڑا پھنسی'' کے بعد ''زخم جراحت'' بھی ہے ۔ نیز 'سن' کے بعد ''نمو'' اور نام پہلے اور تاریخ بعد میں ہے ۔

۲۔ غالب کے عکسی خط میں ستر کا ہندسہ عربی طرز (۷۰) میں درج ہے ۔

۳۔ مہیش پرشاد نے یہ عبارت زائد نقل کی ہے اور عکسی خط میں موجود ہے ۔

۴۔ مجتبائی صفحہ ۱۷۶ ، مجیدی صفحہ ۲۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۶ ، مہیش صفحہ ۱۲۲ ، مہر صفحہ ۵۲۰ ، عود ہندی صفحہ ۳۱۰ ۔

پھر پڑا رہتا ہوں ۔ اصل صاحب فراش میں ہوں ۔ بیس[1] دن سے پانوں پر ورم ہو گیا ہے ۔ کفِ پا و پشتِ پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے ۔ جوتے میں پاؤں سماتا نہیں ۔ بول و براز کے واسطے اٹھنا دشوار ۔ یہ سب باتیں ایک طرف ، درد محللِ روح ہے ۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگِ نو کا مزا چکھتا رہا ہوں ۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں ، پھر میں کیوں جیتا ہوں ؟ روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں ۔ کوئی شغل ، کوئی اختلاط ، کوئی جلسہ ، کوئی مجمع پسند نہیں ۔ کتاب سے نفرت ، شعر سے نفرت ، جسم سے نفرت ، روح سے نفرت ۔ یہ جو کچھ لکھا ہے ، بے مبالغہ اور بیان واقع : [ع]

خرم آں روز کزیں منزل ویران بروم

ایسے مخمصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں[2] ۔

[[3]صبح جمعہ ، یکم محرم سنہ ۱۲۸۰ھ
مطابق ۱۹ جون سنہ ۱۸۶۳ع
نجات کا طالب ، غالب]

[۲۲۵] ایضاً (۱۰)

[[4]قبلہ !] مجھے کیوں شرمندہ کیا ، میں اس ثنا و دعا کے قابل

۱- مہیش طبع الہ آباد ، لکھنؤ ، دہلی میں ''بیس بیس'' مکرر ہے ۔
۲- اردوے معلیٰ طبع اول کے صفحہ ۲۱۱ پر ''معاف ہوں'' کے بعد ایک اور خط کی عبارت درج ہو گئی ہے ۔
۳- اضافہ از مہیش ۔
۴- مجتبائی صفحہ ۱۷۷ ، مجیدی صفحہ ۲۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۷ ،
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۱۲ پر)

نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بروں کو اچھا کہنا ۔ اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ۔

[۱سہ شنبہ ، ۱۵ دسمبر سنہ ۱۸۶۳ع
نجات کا طالب ، غالب]

[۲۲۶] ایضاً (۱۱)

۲جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامے کے ورود نے شادمان کیا ، مگر [۳امور] مبہمہ جو نگارش پذیر تھے ، انھوں نے حیران کیا ۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں ۔

آموں کے باب میں جو کچھ لکھا۴ ، یہ کیوں لکھا ؟ ابدا کو دوام کیا ضرور ہے ، خصوصاً جب کہ بذات خود حادث ہو ۔ حضرت ! اب کی سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بے مزہ ہے ۔ آم کہاں سے ہو ، نہ مہاوٹ ، نہ برسات ؛ دریا پایاب ہوگئے ، کنویں سوکھ گئے ، اثمار میں طراوت کہاں سے ہو ؟ جناب ! اس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۱)
رام نرائن صفحہ ۲۰۴ ، مہیش صفحہ ۱۲۳ ، مہر صفحہ ۵۲۰ ، عود ہندی صفحہ ۴۱۲—اردوے معلیٰ میں ''ایضاً اور ''قبلہ'' ترک ہو کر یہ رقعۂ خط نمبر ۱۰ میں شامل ہو گیا ہے ۔ میں نے عود ہندی اور مہیش سے اضافہ کیا ہے ۔

۱۔ مہیش سے ماخوذ ہے ۔
۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۷۷ ، مجیدی صفحہ ۲۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۷ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۴ ، مہیش صفحہ ۱۱۹ ، مہر صفحہ ۵۱۷ ، عود ہندی صفحہ ۴۰۹ ۔
۳۔ عود ہندی و اردوے معلیٰ میں ''امور'' موجود نہیں ہے ۔ یہ اضافہ مہیش سے ہوا ۔
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ''جو کچھ کہا یہ کیوں لکھا'' ۔

خیال نہ فرماویں - اپنے کشف کو غلط کردوں گا ، برشگال آیندہ تک جیوں گا ، آپ کے موہبتی آم کھاؤں گا -

[[1]سی ام جون سنہ ۱۸۶۱ع
جواب کا طالب ، غالب]

[۲۲۷] ایضاً (۱۲)

حضرت ![2]

بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا - سال گزشتہ ان دنوں میں ، میں رام پور تھا - مارچ سنہ ۱۸۶۰ع میں یہاں آگیا ہوں - اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط پایا ہے - آپ نے سرنامہ پر رام پور کا نام ناحق لکھا - حق تعالیٰ والی رام پور کو صد و سی سلامت رکھے - ان کا عطیہ ماہ بہ ماہ مجھ کو پہنچتا ہے - کرم گستری و استاد پروری کر رہے ہیں - میرے رنج سفر اٹھانے کی اور رام پور جانے کی حاجت نہیں -

[[3]مولوی احمد حسن عرشی کے فراق کو نہیں سمجھا کہ کیوں واقع ہوا ، بلکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ اور وہ یک جا کہاں تھے

۱- یہ اضافہ مہیش سے ہے - یک شنبہ ، ۳۰ جون ۱۸۶۱ع مطابق ہے ۲۰ ذی حجہ ۱۲۷۷ھ کے -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷۷ ، مجیدی صفحہ ۲۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۷ ، مہیش صفحہ ۱۱۷ ، مہر صفحہ ۵۱۵ ، عود ہندی صفحہ ۴۰۷ -

۳- یہ عبارت اردوے معلیٰ اور عود ہندی طبع اول سے حذف کردی گئی ہے اور اسی سے تعین تاریخ میں مدد ملتی ہے - غالب سے اور عرشی سے مراسلت ۱۸۶۰ع میں رہی ہے - دیکھیے خط نمبر مسلسل ۲۶۷ -

اور کب تھے ؟] خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھ سے ملے ہوں گے ، مگر واللہ مجھ کو یاد نہیں ۔ نسیان کا مرض لاحق ہے ۔ حافظہ گویا نہ رہا[1] ، شامہ ضعیف ، سامعہ باطل ، باصرہ میں نقصان نہیں ، البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے : [ع]

پیری و صد عیب ، چنیں گفتہ اند

بہ ہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں ، تو البتہ وہ آپ کے پیام جو ان کی زبان کے محول تھے[2] ، بدستور ان کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے ۔

یہ شہر بہت غارت زدہ ہے ۔ نہ اشخاص باقی ، نہ امکنہ ۔ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا ، اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لے کر خدمت میں بھیج دیا جائے گا ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

ایک دوست کے پاس بقیۃ النھب[3] و الغارت کچھ میرا کلام موجود ہے ، اس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا ۔

[دلی[4] میں ایک حکیم تھے ، ان کا نصراللہ خاں نام تھا ، وہ مر گئے ۔ اس نام کا وکیل عدالت دیوانی کبھی میں نے دلی میں نہیں سنا ۔ کیسا ڈیرہ پور ، کیسا کان پور ؟ اب میں کس سے پوچھتا پھروں

۱۔ خطوط غالب مہر میں "گویا" ندارد ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۲ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ مہیش میں "النھیب" غلط ۔ نہب بمعنی لوٹنا ، غارت کرنا ۔

۴۔ یہ عبارت مہیش پرشاد صاحب نے زائد لکھی ہے ۔ جو غالباً عود ہندی اور اردوے معلیٰ مرتب کرتے وقت حذف کر دی گئی ہوگی ۔

کہ نصراللہ خاں کے تم آشنا ہو یا نہیں ؟ جب حضرت کو ان کا مسکن مع عہدہ معلوم ہے تو پھر ان کے احباب کو کیوں ڈھونڈھتے ہو ؟ غزلیں بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں۔

نجات کا طالب ، غالب

"ننگے پاؤں" واو کے ضمے کو اشباع کیسا ؟

یہ تو ترجمہ "پایم" کا ہے ، اور پھر "پاوں" کی یہ املا غلط ، "پانو" "گانو" "چھانو"۔

"گھنسیٹے گا" نون کیسا ؟ "گھسیٹے گ" اس کی املا یوں ہے]

[۲۲ فروری ۱۸۶۱ء[1]]

[۲۲۸] ایضاً (۱۳)

پیر[2] و مرشد ! فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر رہا ہے[3]۔ جو حکم آپ کا ہوتا ہے ، اس کو بجا لاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ "درد دل" لکھا ہے ، میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سن[4] کر

۱- تاریخ اصل خط میں موجود نہ تھی۔ مہیش پرشاد صاحب نے کسی لفافے کی مہر یا کسی اور ماخذ سے ۲۲ فروری ۱۸۶۱ء تحریر کی ہے۔ احمد حسن عرشی نومبر ۱۸۶۰ء میں مر چکے تھے۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۷۸ ، مجیدی صفحہ ۲۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۶ ، مہیش صفحہ ۱۱۵ ، مہر صفحہ ۳۱۲ ، عود ہندی صفحہ ۴۰۶۔

۳- عکس تحریر و مہیش میں "رہا ہے" ندارد۔

۴- عکس تحریر مشمولہ نقوش و مہیش میں "سن کر"۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "لے کر"۔

میرا کلام گمان کیا ہے - ہر چند میں نے خیال کیا، اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں - دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے، اپنے حافظے پر اعتماد نہ کر[1] کے اس کو بھی دیکھا، وہ غزل نہ نکلی - سنیے! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ[2] پڑھ دیتے ہیں - چنانچہ انھیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے: [ع]

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا "لاحول ولا قوۃ"، اگر یہ کلام میرا ہو تو مجھ پر لعنت - اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا: [شعر]

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اس کے رحمت خدا کی، اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت - 'اسد' اور 'شیر' اور 'بت' اور 'خدا' اور 'جفا' اور 'وفا' میری طرز[3]

۱- عود ہندی، خطوط غالب مہیش پرشاد میں "کرکر" - متن مطابق اردوے معلیٰ طبع اول -
۲- اردوے معلیٰ طبع اول: "لوگ میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں -" تصحیح از عکس تحریر — غالب عموماً "و لاقوت" لکھتے تھے - اسی طرح مصرع اور شعر دونوں کے لیے علامت میں ساٹھ روپے کی رقمی علامت استعمال کرتے تھے - آگے چل کر اردوے معلیٰ میں: "اگر یہ میرا کلام ہو تو" عکس تحریر مطابق متن -
۳- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۱۳ -

گفتار نہیں ہے - بھلا ان دونوں[1] شعروں میں تو 'اسد' کا لفظ بھی ہے - وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا گیا ؟ واللہ باللہ وہ شعر 'خدنگ' 'رنگ' کے قافیہ کا میرا نہیں [ہے] -

[[2]والسلام - غالب]
[مرسلۂ جمعہ ، ۲۵ ماہ صیام (۱۲۷۵ھ)
(و ۲۹ اپریل سال حال (۱۸۵۹ع)]

[۲۲۹] ایضاً (۱۴)

آداب[3] بجا لاتا ہوں ! آپ کا نوازش نامہ پہنچا ، غزلیں دیکھی گئیں - فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں ، اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں ، تو تصرف نہیں کرتا - پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں -

[[4]۱۸۵۵ع]

۱- ''ان دونوں شعروں''- شاید ''اس شعر'' لکھنا چاہتے تھے—آگے عکس تحریر اور مطبوعہ اردوے معلیٰ میں ایک املا کی غلطی ہے : غالب نے ''باالله'' لکھا ہے یعنی دو الف -

۲- یہ پوری عبارت مہیش پرشاد سے ماخوذ ہے -

۳- مجتبائی صفحہ ۱۷۹ ، مجیدی صفحہ ۱۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۶ ، مہیش صفحہ ۱۲۸ ، مہر صفحہ ۵۲۵ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۲ -

۴- غالباً رقعہ جنوں ہی پر یہ سطریں لکھ دی ہیں - سنہ صرف ایک تخمینہ ہے -

[۲۳۰] ایضاً[1] (۱۵)

سبحان اللہ !

سر آغاز فصل میں ایسے ثمرہائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے - یہ ثمر رب النوع اثمار ہے - اس کی تعریف کیا کروں - کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا ، اور اہدا کا آپ کو خیال آیا - پروردگار آپ کو با ایں ہمہ رواں پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے ! جمعہ کے دن [[2]آٹھ جون کو] دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر اور آم کے دو ٹوکرے خالی دے کر روانہ کیا[3] ، یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا ، خاطر عاطر جمع رہے -

[خوشنودی کا طالب غالب]
[جمعہ ، ۸ جون ۱۸۶۶ع]

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۹ ، مجیدی صفحہ ۱۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۸ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۷ میں ''ایضاً'' چھوٹ گیا ہے جس کی بنا پر یہ عبارت رقعۂ اول کا جز ہو گئی ہے - مہیش صفحہ ۱۲۸ ، مہر صفحہ ۲۲۵ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۲ -

۲- اضافہ از عکس تحریر و مہیش -

۳- اردوے معلی طبع اول : ''روانا کیا'' - باقی ماخذ میں ''روانا ہو گیا'' غالب نے ''روانا'' الف سے لکھا ہے - دیکھیے عکس تحریر ، نقوش صفحہ ۱۶ -

[۲۳۱] بنام مردان علی خاں رعنا[1] (۱)

خان[2] صاحب عالی شان مردان علی خاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام ۔ نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا ، آج اس فن میں تم یکتا ہو ، خدا تم کو سلامت رکھے ۔ بھائی ! ''جفا'' کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنئو کو باہم اتفاق ہے ۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ ''جفا کیا'' ۔ ہاں ، بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں ، کہ ''ہتنی آیا'' ۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ، ورنہ 'ستم' و 'ظلم' و 'بیداد' مذکر اور 'جفا' مونث ہے ، بے شبہ و شک ۔ والسلام و الاکرام ۔

[۱۸۶۳ع[3]]

۱۔ مردان علی خاں رعنا : پہلے مضطر اور آخر میں نظام تخلص کرتے تھے ۔ حکومت اودھ میں ان کا خاندان معزز عہدوں کا مالک رہا ، مردان علی خاں بھی انگریزی حکومت میں معزز عہدوں اور ریاستوں میں بڑے بڑے منصبوں پر فائز رہے ۔
راجہ مارواڑ نے نائب دیوان کا عہدہ اور ''نظام الدولہ ، منتظم الملک نواب محمد مردان علی خاں بہادر تخت قائم جنگ'' خطاب اور جاگیر ، نقارہ و نشان کا اعزاز ، اول درجہ کے سرداروں کی تعظیم حاصل کی ۔
کان کنی اور دریافت معدنیات ، موسیقی ، سیاست وغیرہ کے علاوہ شعر و شاعری سے بھی بہت دل چسپی تھی ۔ غالب و اسیر کے شاگرد تھے ۔ متعدد تصانیف یادگار ہیں ۔ دوشنبہ ۲ جون ۱۸۷۹ع، ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ سری نگر میں فوت ہوئے (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۸۳) ۔

۲۔ مجتبائی صفحہ ۱۷۹ ، مجیدی صفحہ ۳۵۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۶ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۷ ، مہر صفحہ ۵۸۳ ، عود ہندی صفحہ ۳۵۵۔

۳۔ صرف ایک اندازہ ہے ۔

[۲۳۲] ایضاً (۲)

[1] خان صاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام !

کل تمھارا عنایت نامہ پہنچا ، رام پور کا لفافہ آج[2] رام پور کو روانہ ہوا ۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا ، کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی ۔

"نالہ در" الخ[3] ــــ 'نالۂ دل ، بنادیا

نواب[4] صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں ، فارسی کی غزل تم نے بے فائدہ لکھی ۔

۱- مجتبائی صفحہ ۱۷۹ ، مجیدی صفحہ ۳۵۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۹ ، رام نرائن صفحہ ۲۰۷ ، مہر صفحہ ۵۸۴، عود ہندی صفحہ ۳۵۵۔

۲- اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۱۴ ۔

۳- اردوے معلیٰ میں "الخ" کے بعد یہ عبارت ہے :

"شعر رعنا :

گزرا ہے میرا نالۂ دل چرخ کہن سے
تھا روح کا ہم دم نہ پھرا جا کے وطن سے"

جو در حقیقت غالب کے خط کا جز نہیں ، بلکہ منشی غلام غوث خاں بےخبر نے "عود ہندی" کی ترتیب کے وقت "الخ" کا مطلب واضح کرنے کے لیے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہے ۔ اور "نالہ دل چرخ" کے بجائے "نالہ در چرخ" لکھا ہے ۔ لیکن عود ہندی و اردوے معلیٰ کے نسخوں میں حاشیے کو باصلاح غالب داخل متن کر لیا ہے ۔

۴- شاید نواب صاحب سے مراد نواب رام پور ہیں جو ایک بیاض مرتب کرنا چاہتے تھے ۔ تفتہ کے ایک خط (مورخہ ۹ دسمبر ۱۸۶۴ع) میں ریٹیگن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تذکرہ شعراے ہند کا انگریزی میں لکھ رہے ہیں۔ ممکن ہے اسی تذکرے کا ذکر ہو ۔

دیکھو صاحب ! تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا ، سو میں نے دوسرے دن تمھارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی نول کشور صاحب یہاں آئے تھے ، مجھ سے ملے۔ بہت خوب صورت اور خوش سیرت ، سعادت مند اور معقول پسند آدمی ہیں ۔ تمھارے وہ مداح اور میں ان کا ثناخوان ۔ [[1]خدا تم کو اور ان کو سلامت رکھے] ۔

[دسمبر[2] ۱۸۶۳ع]

۱- یہ فقرہ عود ہندی سے لیا گیا ہے ۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں نہیں ہے ۔

۲- دسمبر ۱۸۶۳ع اس لیے کہ منشی نول کشور اسی زمانے میں دہلی آئے تھے ۔

[۲۳۳] بنام مولوی عبدالرزاق شاکر[1]

جناب[2] مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبد الرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی[3] اسداللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے - میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں ، مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے - چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی ، جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں : [قطعہ]

ارزندہ[4] گوہرے چو من اندر زمانہ نیست
خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللٰہیان منم
آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم

۱- مولوی شاکر صاحب مچھلی شہری ، گورکھ پور و الہ آباد میں زیادہ رہے - وکالت کرتے تھے ، پھر سب جج اور عدالت خفیفہ کے جج ہوئے - اسی (۸۰) برس کی عمر پا کر سنہ ۱۹۱۳ع میں مچھلی شہر میں فوت ہوئے - (حاشیہ عود ہندی ، صفحہ ۳۸۰) -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۸۰ ، تبیدی صفحہ ۳۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۵۹ ، مہر صفحہ ۵۲۸ ، عود ہندی صفحہ ۳۸۲ -

۳- مفتی اسد اللہ الہ آبادی آگرے میں بھی رہ چکے تھے - غلام غوث بے خبر کے دوست تھے - یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۰۰ھ میں رحلت کی (تذکرۂ علمائے ہند ، از رحمان علی ، نیز حاشیہ عود ہندی صفحہ ۳۸۳) -

۴- یہ دونوں شعر دیوان فارسی میں اس ترتیب سے نہیں ہیں ، بلکہ پہلا شعر دوسرا ہے -

خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہو - اتحادِ اسمی دلیلِ مودتِ روحانی ہے -

اخی مکرم میر قاسم علی خاں کو سلام پہنچے - سال گزشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیے گا - پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے : اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں - یہ رتبہ میری ارزش کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف کروں - بندہ نواز ! زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے - پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی و جگرکاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی - حرارتِ غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے : [شعر]

مضمحل ہوگئے قوئ غالب   وہ[1] عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں ، سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے ، اردو میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں- جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے ، ان میں سے جو صاحب الی الآن موجود ہیں، ان سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج میں مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے- پارسی مکتوبوں اور[2] رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کے مجموعے[3] شیرازہ بستہ و چھاپا ہو کر اطراف و اقصاے عجم میں پھیل گئے - حال کی نثروں کو کون فراہم

۱- ''اب عناصر'' دیوان -

۲- عود ہندی میں بجائے ''اور'' ''و'' ہے -

۳- اردوے معلی میں یہ عبارت یوں ہے: ''مجموع اجزا چھاپا ہوکر-''
متن کی تصحیح عود ہندی سے کی ہے -

کرے[1]۔ [جاں کنی کے خیالات نے مجھ کو ان کی تحریر و تعلق و بار سے دست بردار و آزاد و سبک دوش کر دیا] ۔ جو نثریں کہ مجموع و یک جا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آیندہ ہوں ، انھیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے !

اور میں اب انتہاے عمر ناپائدار کو پہنچ کر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں ۔ کچھ یاد خدا بھی چاہیے ۔ نظم و نثر کی قلم رو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہوچکا ۔ اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا ۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انھیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوے سادہ و سرسری کو[2] غنیمت جان کر قبول فرماتے رہیں ، اور درویش دل ریش و فروماندۂ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں ۔ اللہ بس ما سوی ہوس ۔

[تعقید[3] معنوی کو حضور خود جانتے ہوں گے ، اس کی توضیح و تفصیل میں تحصیل حاصل و تطویل لاطائل کی صورت نظر آتی ہے ، لہٰذا خامہ فرسائی بہ روے کار نہیں آئی] ۔

[۱۸۶۴ع]

۱۔ عود ہندی میں ''کرنے جائے''۔ اس کے بعد کا فقرہ اردوے معلیٰ سے حذف ہے ۔ میں نے عود ہندی سے نقل کیا ہے ۔

۲۔ عود ہندی طبع اول : ''تا امکان غنیمت جان کر'' ۔

۳۔ یہ عبارت عود ہندی طبع اول میں ہے ۔ اردوے معلیٰ سے حذف کر دی گئی ہے ۔

[۲۳۴] ایضاً (۲)

قبلۂ[1] و کعبہ! فقیر پا در رکاب ہے - سہ شنبہ، چار شنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم رامپور ہوے[2] گا - تقریب وہاں کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت - دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا - اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رام پور بھیجیں - مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں، شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے -

مخمس بعد اصلاح[3] بھیجا جاتا ہے - حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھاتا ہوں - حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غمگسار، یار وفا شعار، علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدرالصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاؤہ و زاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے - خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا - حضور کی بلاغت کی تحسین کی - عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینیِ گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے - اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور

۱- اردوے معلی طبع اول، آغاز صفحہ ۲۱۶ — مجتبائی صفحہ ۱۸۱، مجیدی صفحہ ۳۵۷، مبارک علی صفحہ ۱۶۱، رام نرائن صفحہ ۲۰۹، مہر صفحہ ۵۳۳، عود ہندی صفحہ ۳۹۲ -

۲- عود ہندی طبع اول میں "رام‌پور ہوں گا"- نواب یوسف علی خاں مرحوم نے ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء کو رحلت کی -

۳- اردوے معلی طبع اول میں "بعد اصلاع" - عود ہندی طبع اول میں "بعد الاصلاح"- "حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں - حظ میں اٹھاتا ہوں" میں غضب کا طنز اور زہرناکی ہے -

بیان کے آپ کے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خورسند ہوئے ۔ نادیدہ[1] و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں ، لہٰذا میں لکھتا ہوں ، قبول فرمائیے گا ۔

[آخر[2] ستمبر سنہ ۱۸۶۵ ع]

۱۔ عود ہندی طبع اول میں ''مبارک ہو ، نادیدہ و غائبانہ'' ۔

۲۔ سہ شنبہ یکم اکتوبر کو چار شنبہ ۲ اکتوبر تھی۔ غالب نے علائی کے خط مؤرخہ یکم اکتوبر کو لکھا تھا : ''تم جانتے ہو کہ میں عازم رام پور تھا ، اسباب مساعد ہو گئے ، بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہوں گا ''۔ اور پھر ثاقب کو لکھا : ''ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کرکے راہی ہوا ۔'' اس سے معلوم ہوا کہ زیر بحث خط ۲۹ ، ۳۰ ستمبر کو لکھا ہے ۔

[۲۳۵] بنام مولوی عزیز الدین[1] صاحب (۱)

صاحب[2] ! کیسی صاحب زادوں کی سی باتیں کرتے ہو ؟ دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی ؟ قاسم جان کی گلی ، میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے - ہاں ، اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں - اور کالے صاحب کے مکان میں ایک اور صاحب عالی شان[3] انگلستان تشریف رکھتے ہیں - ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل اور[4] عشائر لوہارو میں - لال کنویں کے محلے میں خاک اڑتی ہے ، آدمی کا نام نہیں تمھارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی [اس[5] کے پاس اور لکھمی کی دوکان پر اس اشتہار کو بھیجا - بیگم] لاہور گئی ہوئی ہے - لکھمی چند کی دکان میں کتے لوٹتے ہیں - مولوی صدرالدین صاحب لاہور ہیں - ایزد بخش ، تراب علی ، ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں - میں

۱- عزیزالدین بدایوں کے باشندے تھے، دلی کو اپنا وطن بنا لیا تھا - غدر میں دہلی کو چھوڑ دیا - ۲۵ نومبر ۱۸۹۲ع میں وفات ہوئی (حاشیہ عود ہندی صفحہ ۲۱۹) -

۲- مجتبائی صفحہ ۱۸۲، مجیدی صفحہ ۱۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۱٦۰ ، رام نرائن صفحہ ۲۱ ، مہر صفحہ ۵۸۰ ، عود ہندی صفحہ ۲۱۹ -

۳- اردوے معلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۷ -''مکانوں میں'' صحیح ''مکان میں'' ہے -

۴- اردوے معلی : ''قبائل و عشائر -''

۵- یہ عبارت عود ہندی طبع اول سے ماخوذ ہے - اردوے معلی کی مغشوش عبارت یہ ہے : ''مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی ، وہ لاہور گئی ہوئی ہے - کھیمی کی دکان میں -''

نے آپ مہر کر دی ۔ حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ ان کی مہریں ہو گئیں ۔ محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں ۔

خط از روے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے ۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط ، جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے ، آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو ۔ آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیے اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے ۔

[۱۸۵۹ع[1]]

۱- یہ میرا ایک اندازہ ہے ۔

[۲۳۶] بنام مفتی[1] سید محمد عباس صاحب (۱)

قبلہ[2] ! حضرت کا نوازش نامہ آیا ، میں نے اس کو حرز بازو بنایا ۔ آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے [لیکن] فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی [نہ[3] سرسری بلکہ] سراسر دیکھا[4] جائے ، نہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جائے۔ میں نے جو نسخہ وہاں بھجوایا ہے ، گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے۔ نہ ہٹ دھرم ہوں ، نہ مجھے

۱- مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ اواخر ربیع الاول ۱۲۲۴ھ ہجری میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب سنہ ۱۳۰۶ھ میں لکھنؤ ہی میں وفات پائی اور امام باڑۂ غفران مآب میں دفن ہوئے ۔ اس قدر صاحب علم و فضل ، خوش مزاج اور مقدس کہ ضرب المثل ہیں ۔ سینکڑوں کتابیں لکھیں جن میں سے سو سے زائد چھپ چکی ہیں ۔ فقہ و اصول ، ہیئت و کلام ، مناظرہ و خطابت، حدیث و تفسیر اور تاریخ و ادب کی یہ کتابیں اردو ، فارسی ، عربی نظم و نثر میں ہیں ۔ عربی دیوان ''رطب العرب'' دیکھ کر ایک شامی و لبنانی ادیب دنگ رہ گئے اور مجھ سے کہا کہ یہ اسلوب کسی ہندی کا نہیں معلوم ہوتا ۔ محمد ہادی عزیز نے ''تجلیات'' کے نام سے ان کی ضخیم سوانح حیات لکھی تھی جو چھپ چکی ہے (دیکھیے حواشی عود ہندی ، طبع مجلس ، تعلیقات صفحہ ۹۹۴) ۔

۲- مجتبائی صفحہ ۱۸۳ ، مجیدی صفحہ ۱۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۲ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۱ ، مہر صفحہ ۵۸۱ ، عود ہندی صفحہ ۳۲۱ ۔

۳- یہ خط تجلیات کی روایت سے مقابلہ کرکے لکھا گیا ہے۔ تجلیات سوانح مفتی محمد عباس طبع لکھنؤ صفحہ ۱۹۵ اور زائد فقرات خطوط وحدانی سے ممتاز کر دیے ہیں ۔

۴- تجلیات ''دیکھنا چاہیے'' ۔ اردوے معلی مطابق متن ۔

اپنی بات کی پچ ہے دیباچہ و خاتمۂ [متن] میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں، طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں۔ گزارش[1] ظرافت سے خالی نہ ہوگی، نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں، لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں۔ مبداء فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے، ماخذ میرا[2] صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کی منطق کے یہی فرہ ایزدی لایا ہوں۔ مناسبت خداداد، تربیت اُستاد سے حسن و قبح ترکیب پہچاننے لگا، فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا تھا، گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہؤا۔ ہے! یہ تنک مایہ معارضِ اکابر سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں 'کہ قاطع برہان' کی ترکیب غلطؔ ہے! عرض کرتا ہوں کہ حضرت! برہان قاطع، اور 'قاطع برہان'، ایک نمط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لٹھا، نینو، نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اس کو قاطع کا لقب دیا ہے؟ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے گی[3]، کیوں کر برہان قاطع نام پائے گی؟ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجیے گا

۱۔ اردوے معلیٰ میں یوں ہے ''نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گذارش لطافت سے خالی نہ ہوگی''—اردوے معلیٰ و عود ہندی: ''مطابق اہل پارس کی منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں''۔ تجلیات مطابق متن: ''مطابق اہل پارس کے منطق کے یہی فرہ ایزدی لایا ہوں۔''—فرہ ایزدی: انعام خداندوی، عزت خداداد۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۱۵۔

۳۔ تجلیات: ''وہ قطع نہ کرے، کیوں کر برہان قاطع نام ہوگا۔''

وہ قاطع برہان کی صحت کے ثبوت کے کام آئے گی ۔ قطعۂ تاریخ کا کیا کہنا ، گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ[1] اس کا گہنا ہے ۔

جناب نواب صاحب کا نیازمند اور بندۂ فرمان بردار ہوں ، بعد عرضِ سلام[2] شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں ۔ آپ کے علم و فضل

۱- مفتی صاحب کو برہان قاطع ۴ اگست سنہ ۱۸۶۲ع کو بھیجی جس کی رسید مفتی صاحب نے ایک فارسی مکتوب کی صورت میں روانہ کی اور یہ لکھا :

''فقیر از تاریخ ختم کہ ''مہر غالب'' باشد محو شدم کہ چہ قدر بے تکلف و پر تکلف ست و تاریخ وصول این بدیہ از ہمیں مادہ بایں صورت بر آوردم :

غالب ، آن مہر سپہر نظم و نثر
ہم صفیر صائبا و طالبا
تحفۂ بامہر از مہرش رسید
شد رقم تاریخ ''مہر غالبا''

غالب نے اسی قطعے کو کتاب کا گہنا کہہ کر مفتی صاحب سے معروضات ختم کر دیے ہیں ۔

۲- مفتی صاحب نے اپنے اسی خط میں لکھا ہے :

''نواب مستطاب ، معین الدولہ ، انتظام الملک سید باقر علی خاں بہادر ظفر جنگ کہ نکتہ رسی ست یکتا و مسیحا نفسی ست بے ہمتا، برین شعر :

ازمن بہ من سلام وہم ازمن بہ من پیام
رنج دلی مباد سلام و پیام ما

وجد کردند و مکرر خواندند ۔''

اس فقرے میں اسی جملے کا جواب ہے ۔

و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف[1] صرف خریداری دکان بے رونق ہے -

[انصاف[2] کا طالب ، غالب
شنبہ ، ۱۹ صفرالمظفر ۱۲۷۹ع]
[غالب]

۱- تجلیات میں "ستائش" ہے -

۲- یہ عبارت بھی تجلیات سے ماخوذ ہے - اس میں غلطی سے ۱۲۷۹ھ کو ۱۲۸۹ھ لکھ دیا گیا ہے - ۱۹ صفر ۱۲۷۹ھ مطابق ہے ۹ اگست ۱۸۶۲ع کے - نیز دیکھیے میرا مضمون : "غالب اور مفتی محمد عباس" مطبوعہ 'نگار' لکھنئو، ستمبر ۱۹۵۰ع ، حواشی عود ہندی صفحہ ۴۹۷ ، مختار الدین احمد : "غالب اور مفتی میر محمد عباس" آج کل دہلی ، اگست ۱۹۶۱ع -